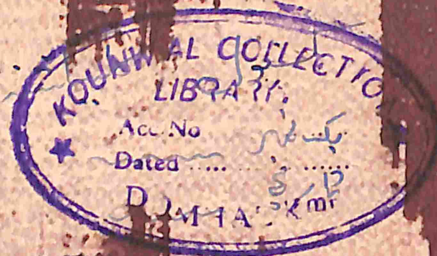

ہندوستانی
عمل، ر. راجندرن


LIBRARY
Acc. No
Dated




یہ
ہندوستان



پیارے بچو!

ہندوستان فقط زمین، پہاڑ اور دریا ہی نہیں۔ ہندوستان ہے تم اور میں اور وہ کروڑوں بچے اور بڑے جو یہاں رہتے ہیں۔ اُن تمام لوگوں کے فکر و عمل نے جو ہزارہا برسوں سے ہند میں آباد چلے آرہے ہیں ہمارے سماج کو ڈھالا ہے۔ ماضی سے حال بنتا ہے اور جو کچھ ہم آج کریں گے اسی سے ہمارا مستقبل بنے گا۔

جب ہم سڑک بناتے ہیں یا پیڑ لگاتے ہیں یا اچھی عادتیں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ صرف اپنے ہی لئے نہیں کرتے بلکہ اُن کے لئے بھی کرتے ہیں جو آنے والے برسوں میں پیدا ہوں گے۔ تعمیر کا کام آسان نہیں۔ اس کے لئے ہمیں خون پسینہ ایک کر کے سارا زور لگا دینا ہوگا۔ کوشش سے ہی ہم سیکھتے ہیں اور کام کرنے سے ہماری طاقت بڑھتی ہے۔ آج تک دُنیا میں کسی مُلک نے سخت محنت، قربانی اور جستجو کے بغیر ترقی نہیں کی۔

اِن پچیس برسوں میں ہم نے نئے سرے سے ایک جدید ہندوستان کی بنیاد رکھی ہے۔ اِس دَور کے بچوں کو یہ کام آگے چلانا ہے اور ملک کو متحد اور مضبوط بنانا ہے۔ ہر وہ کام جو بہت آسان ہو کچھ عرصے بعد بے لطف ہو جاتا ہے۔ راہ کی مشکلات ایک للکار ہیں جو ہر کام میں دلچسپی اور جوش پیدا کرتی ہیں۔

مستقبل تمہارا ہے، مشکلوں سے نہ گھبراؤ، تم بہت کچھ کر سکتے ہو۔ ملک میں جو ٹھیک نہیں ہے اُسے بدل سکتے ہو۔ یہ صرف بڑے بڑے کام کرنے سے ہی نہیں ہوتا بلکہ معمولی کاموں کو خوش اسلوبی سے انجام دینے سے بھی ہو سکتا ہے۔

( اندرا گاندھی )

۱۶ جنوری ۱۹۷۳ء

प्रधान मंत्री भवन
PRIME MINISTER'S HOUSE
NEW DELHI

Dear children,

India is not just the land, mountains and rivers. India is you and me, all the millions of young and old who are her citizens. The thoughts and actions of the people who have inhabited India for thousands of years have moulded our society. Out of the past grows the present, and what we do today will shape our future.

When we build a road or plant a tree or inculcate good habits, it is not for ourselves alone but also for those who will be born in the years to come. The work of building is not easy. We must give it all we have and strain every nerve and muscle. It is only by trying that we learn and by doing that we gather strength. All the world over, progress has been possible because of the hard work and sacrifice of pioneers.

These 25 years have laid the foundation of the new modern India. The children of today must continue this work and make our country united and strong. Anything which is easy soon becomes dull. The very hardships we face provide challenge and excitement.

The future is calling you. Don't be disheartened by difficulties. You can change the bad, not only by doing big things but by trying your best to do even ordinary things extraordinarily well.

Indira Gandhi

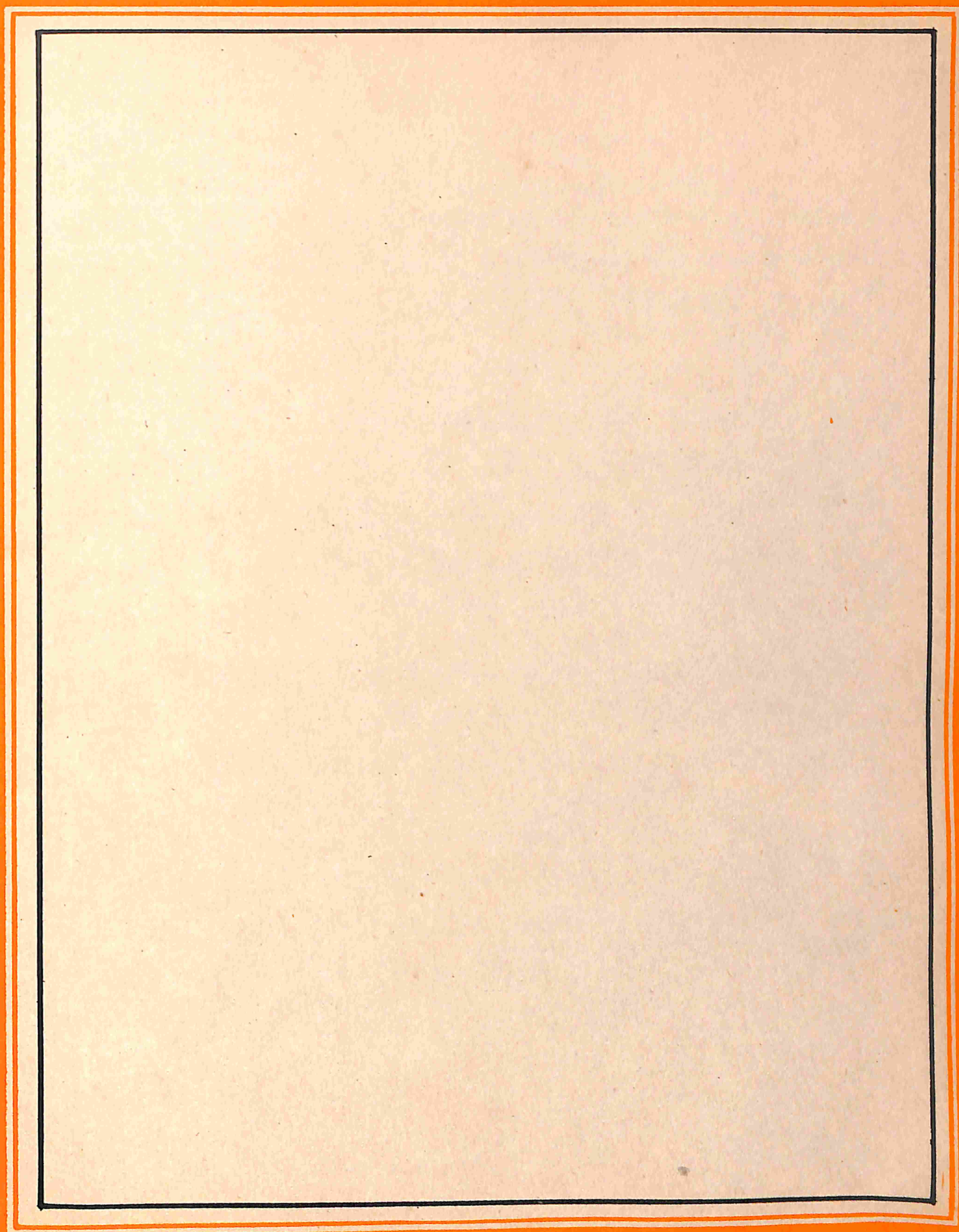
January 16, 1973.

(Indira Gandhi)

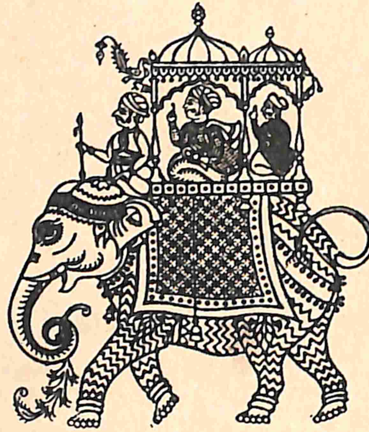
# یہ ہندوستان



شیلا دھر



فوٹوگرافس : ٹی۔ ایس۔ ناگ راجن



عمل و مرقعے : اے۔ راماچندرن

قیمت :- دس روپے

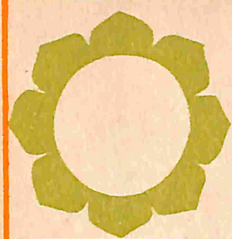
THIS INDIA (URDU)

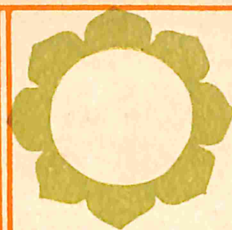


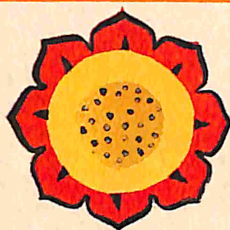
ترجمہ: رام شرن چوپڑہ

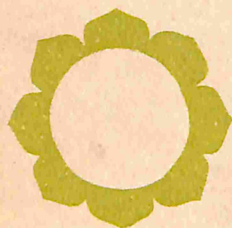
شائع کردہ :- ڈائرکٹر پبلیکیشنز ڈویژن، وزارتِ اطلاعات و نشریات
حکومتِ ہند، پٹیالہ ہاؤس نئی دہلی۔۱
مطبوعہ :- این۔کے۔گوسائیں اینڈ کمپنی پرائیوٹ لمیٹیڈ،
۱۳/۷ عارف روڈ کلکتہ۔۴

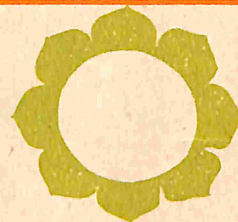
## اس کتاب میں





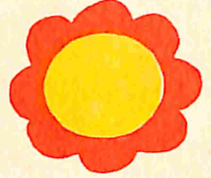









# اپنے پن کی بات



تمہارے پاس بہت سی چیزیں ہیں۔ تمہاری کتابیں، قمیض، تمہارا اپنا کمرہ یا گھر کا من پسند کونہ اور وہ چیزیں جن کے ساتھ تم کھیلتے اور کام کرتے ہو لیکن ان میں سب سے زیادہ اہم ہے تمہارا گھر۔ یہ سب کچھ تمہارا ہی ہے لیکن کیا تم بھی کسی کے ہو۔ تم فوراً بول اُٹھوگے کہ کیوں نہیں صاحب! میں اپنے ماں باپ کا ہوں۔ اپنے خاندان اور کنبے کا ہوں۔ اپنے شہر، قصبے اور گاؤں کا ہوں اور بلاشبہ اپنے مُلک ہندوستان کا ہوں۔ سب لوگ تمہیں یہی بتاتے ہیں اور تم اِسے صحیح مان لیتے ہو یہانتک کہ تم نے کبھی اِس کے بارے میں سوچا تک نہیں۔

آج کی دُنیا میں کسی اور جگہ کو اپنی یا اپنا گھر سمجھ کر یا یہ سوچ کر کہ ہم کسی کے ہیں بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے ہند میں رہنے والے ہم لوگوں کے لئے یہ محسوس کرنا کہ ہم ہندوستان کے ہیں اور ہندوستان ہمارا ہے بڑا آسان ہے اور ہم اِسے ایک قدرتی بات بھی سمجھتے ہیں لیکن دُنیا میں کروڑوں انسان ایسے ہیں جو کسی ایک جگہ کو اپنا گھر پکارنے، اُس علاقے میں اپنی زُبان بولنے اور بلا روک ٹوک اپنا مَن پسند کام کرنے کے لئے ابھی تک جدّوجہد کر رہے ہیں۔ ان میں سے لاکھوں کامیاب ہو چکے ہیں۔ پھر بھی لاکھوں ایسے ہیں جو اس کوشش میں ہیں کہ وہ کسی ایک جگہ کو یا علاقے کو اپنا کہہ سکیں اور اُس کے ہو رہیں۔ وہ اپنی اِس تمنّا کو پورا کرنے کے لئے سخت سے سخت مصیبت جھیلنے کو تیار ہیں۔

تم اپنی کہو؟ تم تو اپنے وطن میں راحت اور خوشی محسوس کرتے ہو لیکن جانتے ہو کہ یہ احساس تمہیں تحفے کے طور پر ملا ہے۔ اِس کے بارے میں تم نے کبھی سوچا تک نہیں کیونکہ یہ تحفہ تمہیں تمہاری پیدائش سے پہلے ہی بخشا جا چکا تھا اس کو محفوظ رکھنے کے لئے تمہیں اس کی حفاظت اور نگہبانی کرنا ہوگی۔ اس کی پوری حفاظت اور دیکھ بھال کے لئے یہ جاننا بڑا ضروری ہے کہ یہ نعمت ہے کیا!

جب تم کہتے ہو کہ میں فلاں کنبے کا ہوں تو اِس سے تمہاری مراد کیا ہے؟ یہی کہ تم اُس میں پیدا ہوئے؟ کیا تمہارا اپنے بہن بھائیوں سے پیار اور قُرب اس لئے ہے کہ تمہارا



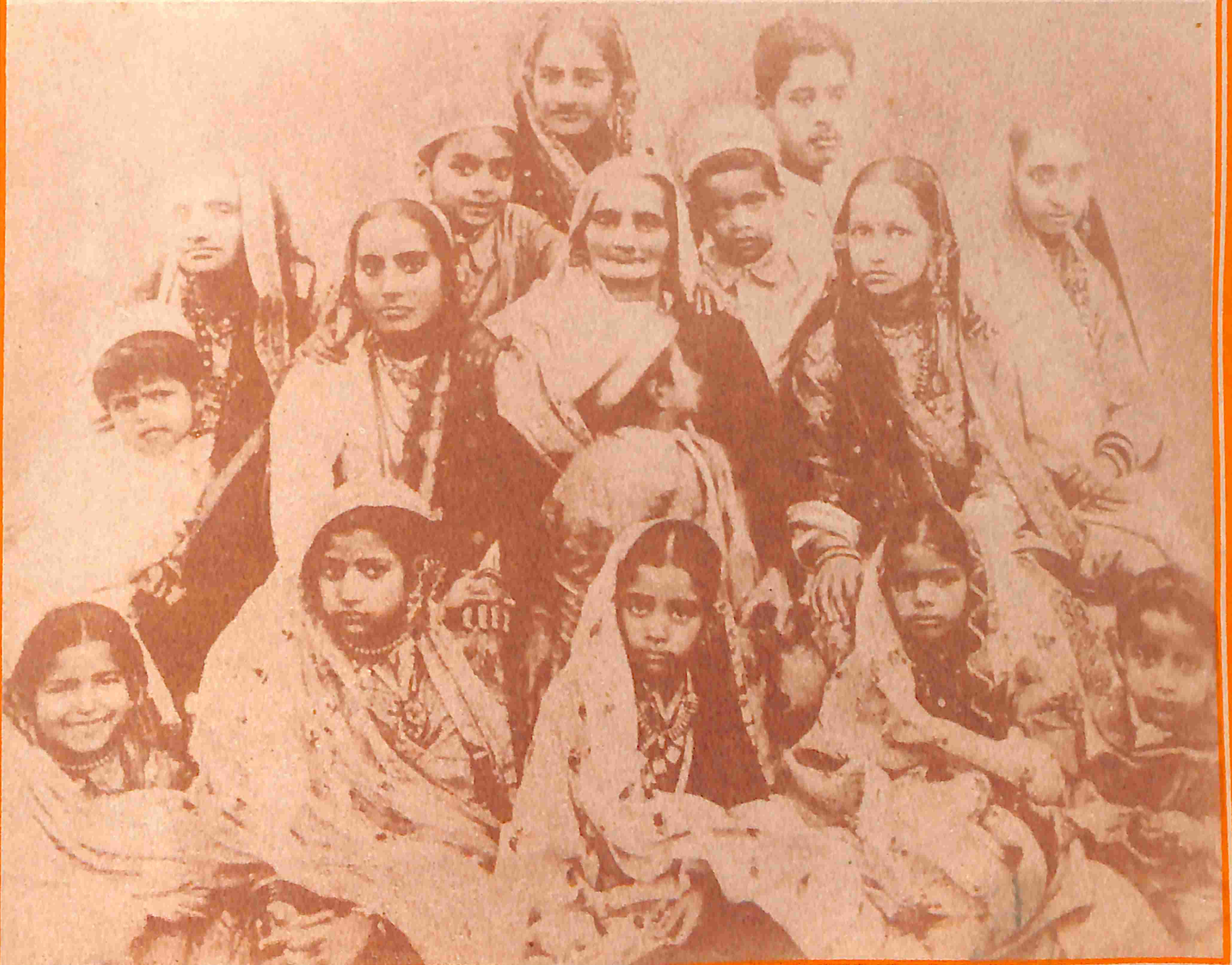
کر اُسے سارا قصہ سمجھا ہی کیوں نہ دو۔ تمہارے سمجھانے پر بھی وہ نہ سمجھ پائے گا۔ یوں ہی ہر گھر اور ہر کنبے میں بہت سی باتیں مشترک ہیں جو سبھی کو ہنساتی، رُلاتی اور سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کیونکہ وہ ہر ایک کو ایک خاص بات اور واقعے کی یاد دلاتی ہیں۔

لوگ لمبے عرصے تک کسی اور کے گھر رہنے کے بعد جب اپنے کنبے میں واپس آتے ہیں تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ چاہے وہ جگہ جہاں وہ گئے تھے اپنے گھر سے بہتر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر تم اپنے گھر والوں کے بیچ رہ کر انتہائی راحت اور اطمینان محسوس کرتے ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم انہیں بالکل ہی بے عیب سمجھتے ہو۔ تمہیں اُن میں کئی نقص نظر آتے ہوں گے۔ گھر والے ایک دوسرے کی رائے سے اتفاق نہ کرتے ہوں گے۔ یہاں تک کہ ان میں سخت لڑائی جھگڑے ہوتے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک دن تم اپنے گھر سے دور چلے جاؤ لیکن یقین کرو کہ جو کچھ تم کہتے، بولتے ہو اُسے سب سے اچھا تمہارے گھر والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تمہارے کنبے والے ہی ہیں جو صحیح طور پر جانتے ہیں کہ جو لفظ تم نے استعمال کئے اور جس ڈھنگ اور انداز سے کہے اُن کا ٹھیک مفہوم کیا ہے اور ان کے پیچھے جذبہ کیا ہے۔ چاہے تم کہیں چلے جاؤ یا کچھ ہی کیوں نہ کرنے لگو وہ جگہ جہاں تم پلے اور پروان چڑھے اُسے کم سے کم اپنے من میں ہمیشہ اپنا گھر ہی سمجھوگے۔



اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ہم ستاون کروڑ انسان جو اِس دیس میں رہتے ہیں ہند کے ہیں اور اس دھرتی سے دِلی تعلق رکھتے ہیں۔ یہ تعلق صرف اس لئے نہیں ہے کہ ہم اس ملک میں پیدا ہوئے بلکہ اس لئے بھی ہے کہ ہزاروں برس سے اس ملک میں جو کچھ ہوتا آیا ہے ہم اس کا ایک حصّہ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں ہمیشہ اپنے ہندوستانی پن کا احساس نہ ہو۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ ہم کس حد تک ہندوستانی ہیں۔ جو کچھ تم نے پہن رکھا ہے شاید ہندوستانی لباس نہ ہو۔ تم جو کچھ بولتے یا پڑھتے

رشتہ خون کا ہے یا محض اس لئے کہ تمہارے ماں باپ ایک ہیں ؟ یقیناً! یہی وجہ تو نہیں ہو سکتی۔ تمہارے
آپسی پیار اور قربت کی وجہ یہ ہے کہ جو اُن پر بیتی، وہی تم پر بیتی۔ تم نے مِل بیٹھ کر کھایا پیا
کبھی مانے، کبھی روٹھے۔ ہنسی مذاق میں شریک ہوئے اور خالہ جان اور بوڑھی نانی آماں سے وہی قصّے
کہانیاں سُنیں جو دوسروں نے سُنی تھیں۔ ہم سب کے گھروں میں یہی کچھ ہوتا ہے اور اسی لئے ہم ایک
دُوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے ہاں ایسے لفظ ہوں جن کو سُن کر سب گھر
والے ہنس پڑتے ہوں کیونکہ تمہارے گھر میں کبھی کوئی ہنسی مذاق ہوا ہو گا جو ایک خاص لفظ سے
وابستہ ہو گیا۔ باہر کا کوئی شخص سمجھ نہیں پائے گا کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں چاہے تم بیٹھ



اسے ہم ہندوستانی کلچر کہتے ہیں۔تمہیں یہ بتانا تو مشکل ہے کہ ہمارا کلچر ہے کیا! لیکن اسے
خود محسوس کرنا اور جاننا بڑا آسان ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ ایک بچھڑا گائے کو



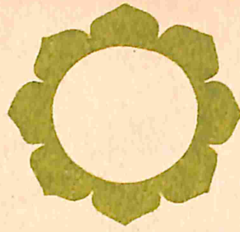
جانتا تو ہے لیکن بتا نہیں سکتا کہ وہ محسوس کیا کرتا ہے۔ کلچر ایک خوشبو کی مانند ہے۔
جس طرح چاروں طرف مہکتی ہوئی خوشبو کو پہچانا اور سونگھا جاسکتا ہے لیکن بیان نہیں کیا
جاسکتا اُسی طرح کلچر کو بھی محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن بتایا نہیں جاسکتا یہی وہ
کلچر ہے جو تم میں اور ہر دوسرے ہندوستانی میں مشترک ہے چاہے وہ شہر، قصبے یا دُور
کے گاؤں کا رہنے والا ہے۔ تم سارے ہندوستانیوں کی طرح جن میں ہماری گزشتہ نسلیں اور
آنے والی نسلیں شامل ہیں اس کلچر کے حصّہ دار ہو۔ یہ کلچر ایک عظیم دریا ہے جو تمہارے آگے بھی
بہہ رہا ہے اور پیچھے بھی۔

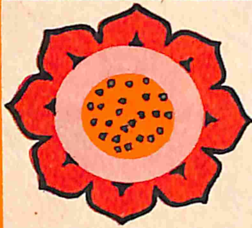
ہندوستانی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دُنیا یا دُنیا کے شہری نہیں ہو۔جس طرح
تم اپنے کنبے، شہر، اسکول، فٹ بال کی ٹیم اور اپنے خاص دوستوں کے زمرے کا ایک فرد
اور حصّہ ہو اُسی طرح ایک ہی وقت میں کئی گروپوں کا حصّہ ہونا بھی عین ممکن ہے۔ تم دُنیا کے
اچھے اور کام کے شہری تبھی ہو سکتے ہو اگر تمُ اچھے ہندوستانی ہو۔ ہندوستانی پن تمہاری

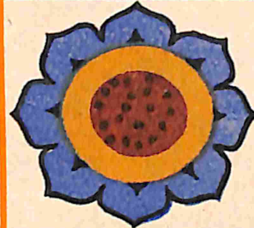


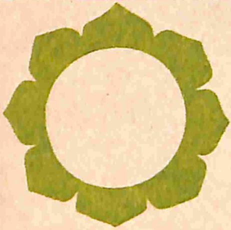
ہو وہ کوئی ہندوستانی زُبان نہ ہو لیکن ہندوستانی پن کپڑوں، زُبان اور ہند میں رہنے سے کہیں گہرا ہے۔
ہندوستانی ہونا تمہاری گُھٹّی میں ہے اور اگر تم چاہو بھی تو بھی یہ تمہارے تَن مَن سے جدا نہیں ہو سکتا۔

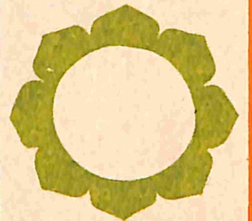
ہندوستان فقط ایک قطعۂ زمین ہی نہیں بلکہ یہ تو ہزاروں برس کے تجربے کا نچوڑ ہے۔ ہند کو اپنا دیس پکارنے والے کروڑوں انسانوں کے اسی تجربے نے اس ملک کو ایک واضح اور قطعی صورت دی ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو خاص رنگ اور انداز بخشا ہے۔














ایک گھر کے رہنے والے

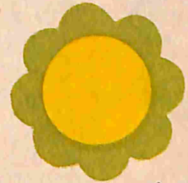
بنیاد ہے۔ تم ہندوستان کے ہو، ہندوستان کی ایک زبان بولتے ہو، اسی دیس کی مٹی سے بنے ہو اور اس کو جو رُوپ چاہو دے سکتے ہو۔ تم جو چاہو بن سکتے ہو لیکن اگر تم میں ہندوستانی پن نہیں ہے تو تم ایک ایسے شخص کی مانند ہو جس کا نہ چہرہ ہے، نہ بدن اور نہ آواز۔



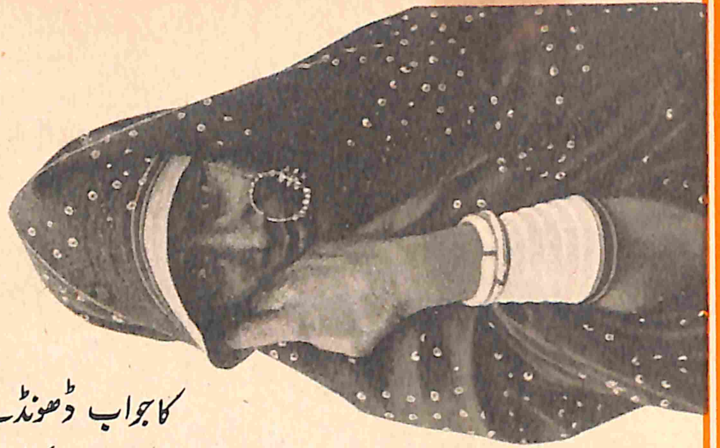
ہیں بلکہ کہا تو یہ جاسکتا ہے کہ اب لوگ بالکل بدل چکے ہیں اور نئے ہیں۔ ہمارے وطن ہندوستان میں ایسا نہیں ہوا۔ ہماری پرانی تہذیب اور کلچر بدستور قائم ہے۔ ایک قوم کے طور پر ہم اب بھی وہی ہیں جو ہزاروں برس پہلے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اس طویل عرصے میں ہمارے دیس میں بہت کچھ ہوا اور تبدیلیاں آئیں لیکن ہم اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں میں ابھی تک کئی لحاظ سے ویسے ہی ہیں۔ ہمارے سوچنے، محسوس کرنے اور کام کے انداز وہی ہیں۔

ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آج بھی ہندوستان کا رنگ روپ ویسا ہی ہے جیسا کہ ہمیشہ دکھائی دیتا آیا ہے۔ ہزاروں برس سے اس سرزمین پر رہنے والے لوگ وہی آسمان، وہی پہاڑ اور وہی دریا دیکھتے آ رہے ہیں۔ اب بھی یہاں پر ویسے ہی موسم اور رُتیں بدلتی ہیں اور لوگ بارش کے انتظار میں آسمان تاکا کرتے ہیں۔ اُنہی پرندوں کی چہک سنتے ہیں۔ پھلوں سے لُطف اُٹھاتے ہیں۔ پھولوں کی مہک سونگھتے ہیں اور وہی رنگ و بو دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ ہم سب ہندوستانی — اس دَور کے یا تین ہزار برس پہلے کے۔ اپنے دیس کے درختوں نیم، بَڑ، پیپل اور ناریل سے خوب واقف ہیں چونکہ ہندوستان ہمارا وطن ہے اس لئے ہم اس کے بارے میں ایک ہی سا محسوس کرتے ہیں۔ ہر ہندوستانی کو اس دیس کے خاص مقامات سے گہرا اُنس ہے۔ ہمیں اُن جگہوں سے خاص لگاؤ ہے جہاں ہمارے دریا ملتے ہیں، جہاں میلے ٹھیلے ہوتے ہیں اور تہوار منائے جاتے ہیں۔ ہمیں اُن جگہوں سے بھی عقیدت ہے جہاں پر ہمارے بزرگ اور عظیم رہنماؤں نے زندگی بسر کی، کام کیا اور وفات پائی۔ جب لوگ ایک





تم نے بارہا سُنا ہوگا کہ ہندوستان کا ایک قدیم کلچر ہے جس کا سلسلہ ہزاروں برس سے چلا آرہا ہے۔ آج اس قسم کا مُستقل کلچر رکھنے کا دعوےٰ دُنیا کے بہت کم مُلک کرسکتے ہیں۔ دُنیا میں کئی اور قدیم تہذیبیں ہوئی ہیں جن میں مصر۔ یونان۔ رُوما اور عراق و عجم کی تہذیبیں بڑی مشہور ہیں لیکن اُن سب میں چند صدیاں بیتنے کے بعد خلل پڑا اور وہ مٹ گئیں۔ آج اُن علاقوں میں رہنے والے لوگوں اور وہاں کے ایک ہزار برس پہلے کے لوگوں میں بہت ہی کم باتیں مشترک پائی جاتی



کا جواب ڈھونڈنے میں مدد ملے۔ سوال یہ ہے: ہندوستانی کون ہے؟ اب اگر تم اپنی آنکھیں بند کرو تو تمہارے ذہن میں فوراً سینکڑوں تصویریں گھوم جائیں گی۔ یہ کچھ اس قسم کی ہوں گی: کشمیر کے برف پوش اونچے علاقوں میں گڈریا، کیرالہ کے ماہی گیر، راجستھان کے ریگستان میں اُونٹ سوار، بنگال میں گھٹنوں پانی میں ڈوبے دھان کے کھیت میں جھکا ہوا کسان، معلّم، کلرک، چھوٹا دکاندار، نعرے لگاتے ہوئے جلوس کا لیڈر، خوردبین میں جھانکتا ہوا سائنس داں، رورکیلا کے فولاد کے کارخانے کا مزدور، سڑک، پُل یا عمارت کا معائنہ کرتا ہوا انجینئر، زنگارنگ لباس پہنا آدی باسی جس نے کبھی ریل گاڑی یا بجلی کی روشنی نہیں دیکھی اور تم خود بھی جو اپنے دوستوں سے قدرے مختلف پوشاک پہنے اس کتاب کو پڑھ رہے ہو۔



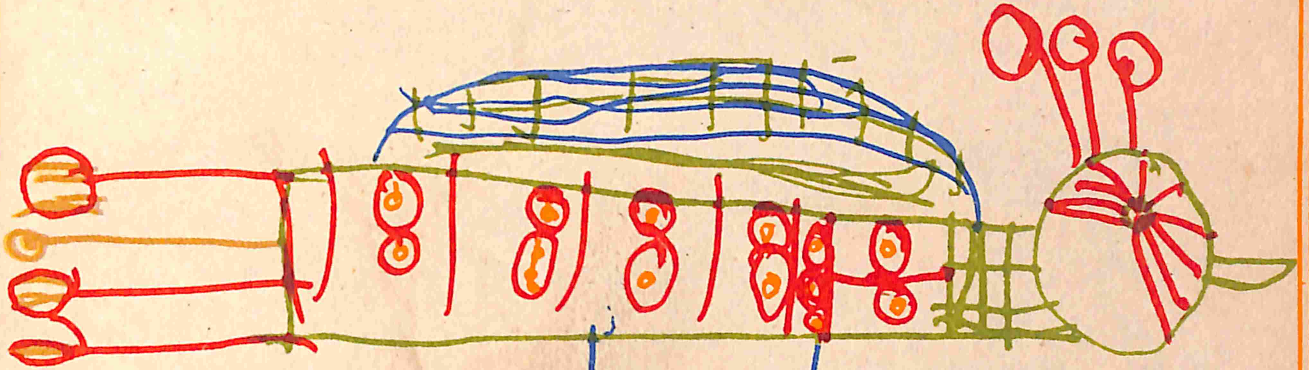
یہ سبھی تصویریں ہندوستانیوں کی ہیں۔ تم ان میں دوسرے ہندوستانیوں کی تصویروں کا اضافہ کرتے جاؤ لیکن یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

اب ذرا ایک اور سوال۔ ہندوستان کیا ہے؟ یا یہ بتاؤ! ہندوستان کا رنگ روپ کیسا ہے؟ جب تم اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہو تو تمہارے دماغ میں



ہی گھر میں لمبے عرصے تک رہتے ہیں تو وہ ایک دُوسرے کے بہت نزدیک آجاتے ہیں اور یہی ہند کے لوگوں کے ساتھ بھی ہوا۔

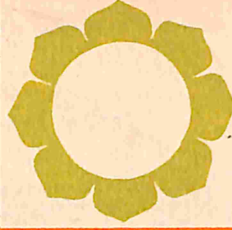
تم میں بھی اُن بچوں کے ساتھ جو آج سے تین ہزار برس پہلے ہند میں تھے بہت سی باتیں مشترک ہیں اگرچہ تم میں سے بعض شاید اُن سے بڑے مختلف دکھائی دیتے ہیں۔ اُن بچوں نے بھی اُن ہی جانوروں ۔ ہاتھی، مور اور شیر کی تصویریں بنائی تھیں جو پہلے پہل تم نے اپنے بچپن

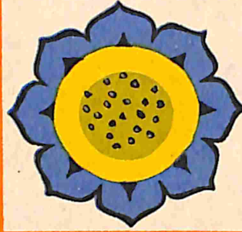


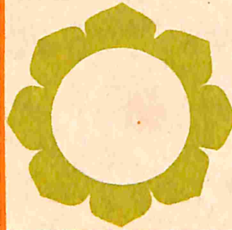
میں بنائیں۔ تمہاری ہی طرح وہ بھی آم کیلا۔ ناریل اور املی کھانا بڑا پسند کرتے تھے۔ وہ ویسے ہی ہندوستانی تھے جیسے تم ہو۔ جس طرح تم سوچے سمجھے بغیر جانتے ہو کہ تم ہندوستانی ہو اور اِس کی اہمیت پہچانتے ہو اُسی طرح وہ بچّے بھی اس کی اہمیت جانتے اور پہچانتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایسی کوئی چیز ہے جو بہت بڑی اور اہم ہے اور صدیوں سے ہند میں چلی آرہی ہے۔ یہ چیز کیا ہے ؟



اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرنے سے پہلے آؤ تم سے ایک اور سوال پوچھیں۔ دُوسرے سوال سے شاید ہمیں پہلے سوال





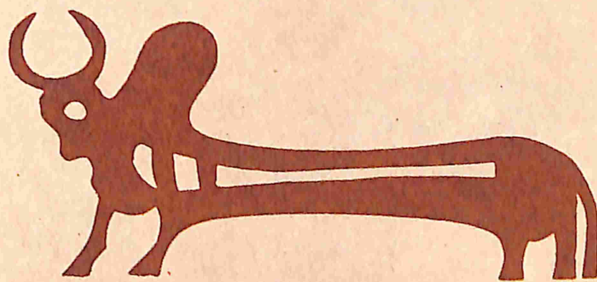




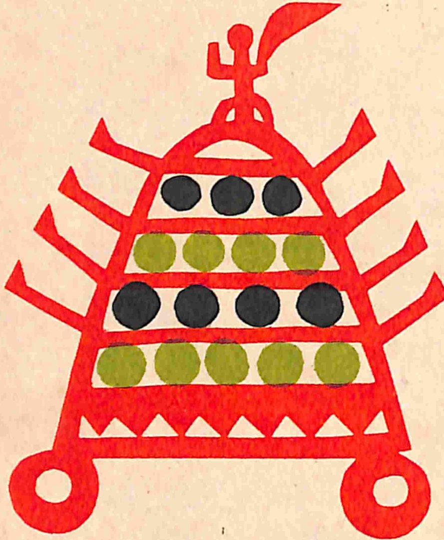
ہندوستانی پن کیا ہے ؟

تصویروں کا نہ ٹوٹنے والا ایک اور سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اب تمہارے دماغ میں آنے والی تصویریں ہوں گی: اونچے پہاڑ اور دُور تک پھیلے ہوئے میدان، گرم اور خشک ریگستان، چڑھے ہوئے دریا اور ندیاں، گھنے اور سرسبز جنگل اور سپاٹ بنجر زمینیں۔ یہ سب تصویریں ہندوستان کی ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح اور تصویریں ہیں۔ کھیت میں ہل چلاتا ہوا تنہا کسان جس کے پس منظر مٹی کے بنے ہوئے جھونپڑوں کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے یا ایک بڑے شہر کی مصروف سڑک جس پر لگاتار موٹروں، بسوں اور ٹراموں کا آنا جانا ہے، اُن کا شور اور دُھواں ہے۔ سڑک کے دونوں جانب آسمان کو چھوتی ہوئی کئی منزلہ اونچی عمارتیں یا دُور جنگل میں ایک قبائلی گاؤں ہے جہاں لوگ پرانے ہتھیار سنبھالے شکار کے لئے نکل جاتے ہیں تاکہ بال بچّوں کا پیٹ بھرنے کے لئے کچھ جانور مار لائیں یا ایک جدید تجربہ گاہ، جہاں دُنیا کے مشہور سائنس داں نئی دریافتوں اور ایجادوں کے مطالعے میں غرق نظر آتے ہیں۔ اسی طرح انتہائی مختلف منظروں کے بیچ اور بھی منظر اُبھرتے ہیں۔ یہ بالکل جدا ہیں لیکن ہیں ہندوستان ہی کے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہندوستان ایک رنگ برنگا دیس ہے جس میں ہر طرح کے لوگ ہیں۔ یہ لوگ مختلف کاموں، پیشوں اور دھندوں میں مصروف ہیں۔ یہاں طرح طرح کی پوشاکیں ہیں اور کئی بولیاں اور زبانیں ہیں۔ اس دیس میں طرح طرح کے قدرتی نظارے ہیں اور مختلف قسم کی آب و ہوا ہے۔

ہمیں ابھی اپنے سوالوں کے جواب نہیں مِل پائے کہ ہندوستانی کون ہے؟ ہند کیا ہے؟ لیکن ان سوالوں کے جواب ڈھونڈنے میں تم اپنے وطن کی ایک اہم حقیقت کے نزدیک پہنچ گئے ہو اور وہ یہ ہے کہ اگر اتنی مختلف قسموں کے یہ سبھی لوگ ہندوستانی ہیں اور یہی لوگ ہندوستانی ہی چلے آرہے ہیں تو ہندوستانی پن، جس سے کہ ہم نے بات چیت شروع کی تھی ضرور کوئی بڑی مضبوط چیز ہوگی۔ جو آسانی سے بدلنے یا مرنے والی نہیں۔



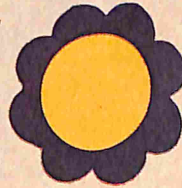
خاصہ ہیں۔ مثال کے طور پر جب ایک ہندوستانی گھرانے کی بیٹی بیاہ کے بعد سسرال روانہ ہوتی ہے تو مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، مُلک کے سبھی علاقوں میں ایک ہی سا محسوس کیا جاتا ہے یعنی سب کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں اُس وقت کوئی نہیں سوچتا کہ اُس گھرانے کی زبان کون سی ہے یا اُن کا مذہب کیا ہے۔ ڈولی کی روانگی کا منظر اب بھی ویسا ہی رقت انگیز ہے جیسا کہ دو ہزار برس پہلے تھا۔ اسی طرح ہمارے ملک میں داماد کو ایک خاص رتبہ اور عزّت حاصل ہے اور اس کی بڑی آؤ بھگت کی جاتی ہے۔ ہندوستان بھر میں ہمارے بڑے بوڑھے، چاہے وہ کوئی سی بھی زبان بولتے ہوں، نئے بیاہے جوڑے کو اسی انداز اور طریقے پر جو ہمارے ہاں صدیوں سے چلا آرہا ہے پھولنے پھلنے کی دُعا دیتے ہیں۔ یہ ہمارے ملک کے دستور ہیں اور ہم ہمیشہ اسی طریقے سے زندگی گزارتے آئے ہیں۔



یہ مثالیں اپنی جگہ پر اہم نہیں ہیں لیکن چونکہ تم نے یہ سب کچھ ضرور دیکھا ہوگا اور سمجھ سکتے ہو اس لئے تمہیں ان سے یہ جاننے میں مدد مل سکتی ہے کہ ہندوستانی پن کی طرح کی واقعی کوئی چیز ہے ضرور۔

کہا جاتا ہے کہ بھیڑ کا بچّہ معصوم، مور خوبصورت، لومڑ چالاک اور ہنس بانکا ہوتا ہے یا یہ کہ راجپوت بہادر، پہاڑی سخت جان، پنجابی جفاکش، جنوب کے لوگ ذہین اور مشرق کے باشندے فن کار ہوتے ہیں۔ بے شک! لوگوں کو یوں منسوب کرنا بڑی غلطی ہے اور یہ سچ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح ہم پوچھ سکتے ہیں کہ ہندوستانیوں کی کیا خاصیتیں ہیں؟ وہ کون سی بات ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستانی دوسری قوموں سے جدا اور مختلف ہیں؟

بھئی! ان سوالوں کے ٹھیک ٹھیک جواب تو ہو نہیں سکتے۔ ہم یہ تو کر نہیں سکتے کہ جس طرح



آؤ اب یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ہندوستانی پن ہے کیا!
ہم جانتے ہیں کہ ہمارے دیس میں زندگی گزارنے کا ایک خاص
ڈھنگ اور طریقہ ہے. ہم ہندوستانیوں کی سوچنے اور محسوس
کرنے کی بعض عادتیں ایسی ہیں جو صرف ہماری ہی طبیعتوں کا



پر کوئی پریشان اور حیران نہیں ہوا۔ اپنی فطرت کے مطابق ہند والوں نے اس کو بھی اُسی طرح قبول کرلیا جس طرح کہ ہمارے ہاں پُرانے وقتوں سے اپنے بزرگوں کی عزّت کرنے کی ریت چلی آرہی ہے۔

اب ہم ہندوستانی کلچر کی ایک اور خوبی کا ذکر کرتے ہیں اور یہ ہے آس پاس کی بہت سی چیزوں کو مقدّس ماننا۔ یہ بات تم گانوؤں میں بخوبی دیکھ سکتے ہو۔ تم اپنے من ہی من میں سوچو۔ پیپل کا درخت، ندی، گاؤں کا کواں، کاریگر کے اوزار، ہل، چاول کے دانے، کٹی فصل، رسوئی خانہ، بعض پتے اور بیج، ساز، کپڑے کا ٹکڑا، پھل اور قلم۔ یہ ایک اور لمبی فہرست ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز ہمارے گانوؤں کی روزمرہ کی زندگی میں مقدّس اور متبرک سمجھی جاسکتی ہے۔ چیزوں کو مقدّس ماننے کا جذبہ ہمارے سماج کی رگ رگ میں رچا

ریاضی کے زبانی سوالوں کے جواب دیئے جاتے ہیں اُسی طرح انگلیوں پر ایک، دو، تین گن کر ہندوستانیوں کی خاصیتیں بیان کردیں۔ لیکن پھر بھی آؤ! ہم اِن خوبیوں کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہندوستانی کلچر کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اُس نے ہمیشہ باہر کے اثرات قبول کئے اور اُنہیں اپنے اندر سموتا رہا۔ ہند کی تاریخ کے سبھی دور میں غیر ملکوں سے لوگ مختلف وجہوں کے باعث اس مُلک میں آتے رہے۔ وہ یہاں آباد ہونے، سفر کرنے، علم حاصل کرنے، لوٹ مار اور علاقہ ہتھیانے کے لئے آتے رہے۔ وہ اپنے ساتھ اپنے طور طریقے بھی لائے، جن سے ہند کے لوگوں نے منہ نہیں موڑا بلکہ اُنہیں اپنا لیا۔ باہر کے طور طریقوں اور اثر کو قبول لینے اور اپنے میں جذب کر لینے کی خوبی ایک ایسی وجہ ہے جس نے آج تک ہمارے پُرانے کلچر کو زندہ رکھا ہے اگرچہ ہم سخت کوشش کر رہے ہیں کہ ہم ایک جدید قوم بن جائیں لیکن ہم میں نئی باتوں کو قبول کر لینے اور انہیں اپنا بنا لینے کی خوبی اب تک ہے۔



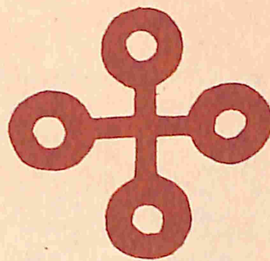
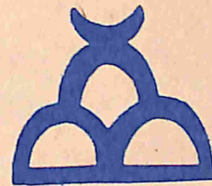
جس زمانے میں تم پیدا ہوئے قریب قریب اسی وقت بمبئی کے پاس ٹرامبے میں ایک ایٹمی بھٹی لگائی گئی۔ ایٹمی طاقت کا استعمال ہمارے مُلک میں بالکل ایک نئی بات اور نئی سرگرمی تھی کیونکہ اس مُلک میں ہمارا اس کے ساتھ کبھی کوئی واسطہ نہیں پڑا تھا لیکن اس نئی بات

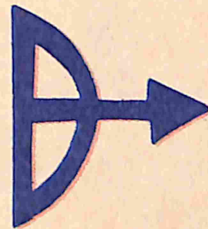
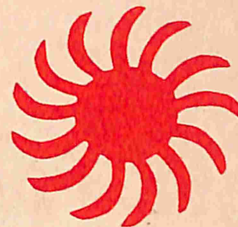
لگتا یوں ہے جیسے کہ یہ قصّہ پُرانے وقتوں کا ہو۔ بہت سے لوگوں کا تو یہ کہنا ہے کہ ڈاکوؤں کا نیکی کے سامنے جُھک جانے کا واقعہ آج دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ہو سکتا تھا۔

اس قسم کے واقعوں سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری ایک زندہ روایت ہے۔ ہم ابھی تک نئے اثر قبول کر رہے ہیں اور اپنے پرانے طور طریقوں میں انہیں جذب کرتے جا رہے ہیں۔ اگر ہم نے اپنی یہ خوبی چھوڑ دی تو ہندوستانی روایت ہی مٹ جائے گی۔ گھُل مِل جانے کے اس عمل میں نئی اور پُرانی باتیں ہمیں اکثر دیکھنے میں آتی ہیں۔ مثال کے طور پر جب تاراپور ایٹمی بجلی گھر قائم کیا جا رہا تھا تو وہاں مزدوروں نے اس وقت تک کام شروع نہیں کیا جب تک انہوں نے وہاں پر لگائے جانے والے آلوں اور مشینوں کی پوجا نہیں کر لی۔ پھر ایک دفعہ یوں ہوا کہ کچھ دیہاتی دفاع کے محکمے کی ایک نمائش دیکھنے آئے۔ وہاں پر جب اُنہیں نیٹ ہوائی جہاز دکھایا گیا تو اُنہوں نے اُسے "نیٹ دیوتا" کہہ کر ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ ان دیہاتیوں نے ان ہوائی جہازوں کو اس لئے مقدس جانا کیوں کہ اُنہیں معلوم تھا کہ آڑے وقت میں انہی ہوائی جہازوں نے قوم کی مدد کی تھی۔ اسی طرح کچھ آدی باسی جشنِ جمہوریہ میں حصّہ لینے کے لئے جٹ ہوائی جہاز سے دِلّی لائے گئے انہوں نے ہوائی جہاز میں سفر تو کیا کبھی ریل گاڑی بھی نہیں دیکھی تھی۔ لیکن اس پر کسی کو اچنبھا نہیں ہوا۔ اس



ہوا ہے۔ یہاں تک کہ شہروں میں رہنے والے ہندوستانی بچے بھی شاید کبھی کسی کتاب پر

پاؤں نہیں رکھیں گے اور کسی درخت کو ٹھوکر نہیں ماریں گے۔ ہندوستانی ہمیشہ بڑھاپے، دانائی، طاقت دینے والی ہر چیز اور نیکی اور اچھائی کا احترام کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کو مقدّس ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ آج اس دیس میں بڑے بڑے باندھ اور کارخانے موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم زیادہ جدید ملک بنتے جا رہے ہیں۔ لیکن ان کو بھی ہمارے ایک عظیم رہنما نے "نئے دور کے شوالے" کہا۔

روایت کے معنی ہیں سوچنے اور محسوس کرنے کے وہ طریقے اور انداز جو کبھی نہیں بدلے۔ ہم ابھی تک نیکی اور اچھائی کی طاقت میں بڑا یقین رکھتے ہیں۔ اس کا مذہب کے ساتھ کوئی سروکار نہیں۔ تم سب نے مدھیہ پردیش کے خطرناک ڈاکوؤں کے گروہ کا قصّہ ضرور سُنا ہوگا۔ ایک قومی رہنما نے اُن کو مشورہ دیا کہ وہ جرم کرنا چھوڑ دیں اور نئی زندگی شروع کریں۔ ڈاکوؤں نے ان کی نصیحت مان لی اور ایک کے بعد ایک سبھی نے آکر اُن کے قدموں میں اپنے ہتھیار رکھ دیئے۔ ڈاکو طاقت کے سامنے نہیں بلکہ نیکی کے سامنے جُھکے۔ یہ واقعہ ہے تو ۱۹۷۲ء کا، لیکن



ایک قوم کے طور پر ہندوستانیوں میں برداشت کا زبردست مادّہ ہے۔ جلد بازی اُن کی فطرت نہیں۔ وہ دُنیا کی دوسری قوموں کی بہ نسبت زیادہ دیر تک انتظار کر سکتے ہیں، سخت محنت کر سکتے ہیں، اور زیادہ تکلیف اُٹھانے کی ہمّت رکھتے ہیں۔ ہندوستانی بڑے مہماں نواز ہیں۔ وہ اپنے مہمان کی خاطر ہنسی خوشی بڑی سے بڑی تکلیف اور مصیبت برداشت کر لیتے ہیں۔ ہندوستانیوں کی اِن خوبیوں نے ہند کو فایدہ بھی پہنچایا ہے اور بعض حالتوں میں نقصان بھی۔

عام طور ہندوستانیوں کے سوچنے کا ڈھنگ یہ ہے کہ ہر وہ مسئلہ جو خود ہمارا پیدا کیا ہوا ہے یا جس سے ہم دوچار ہیں اس کا حل ہمیں ہی ڈھونڈنا ہے۔

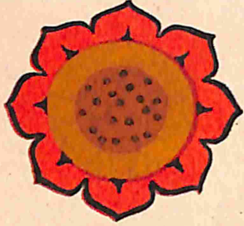
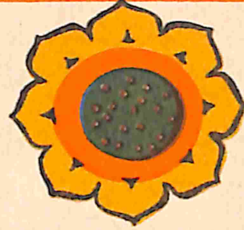
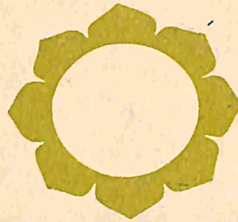
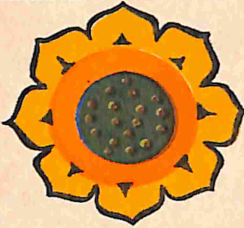
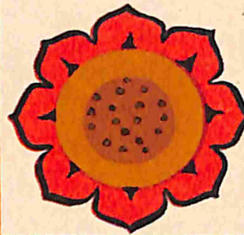
کی وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں نیا اور پُرانا دونوں ساتھ ساتھ موجود ہیں۔

آج کے بھارت میں ایک طرف تو بیسویں صدی کی نئی نئی چیزیں — ایٹمی مشینیں اور جیٹ ہوائی جہاز ہیں اور دوسری طرف آدمی باسی ہیں جو ابھی تک ویسی ہی زندگی بسر کر رہے ہیں جیسی کہ اُن کے بُزرگ تین سو برس پہلے بسر کیا کرتے تھے۔ اس مُلک میں ایک دیہاتی کے ہاتھ جوڑ کر ادب کے ساتھ کھڑا ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں کیوں کہ اس دیس کے لوگوں نے صدیوں نہیں بلکہ ہماری تاریخ کی ابتدا ہی سے دانائی، علم اور طاقت کا احترام کیا ہے اور اُنہیں مقدس جانا ہے۔

ہم ہندوستانی، ایک امیر شخص کے مقابلے میں عالم، دانا، سنت اور خدا پرست کی کہیں زیادہ عزت کرتے ہیں۔ یہ بات آج بھی اُتنی سچی ہے جتنی کہ تین ہزار



سال پہلے تھی۔ اب بھی گانوؤں میں پرائمری اسکول کے استاد کی ایک امیر کسان کے مقابلے میں زیادہ عزّت کی جاتی ہے۔



یہ دَور بچّوں کے لئے بہترین زمانہ ہے

باہر سے ملنے والا حل نہ دائمی ہو سکتا ہے اور نہ صحیح۔ جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو خود ہی فیصلہ کر پاؤ گے کہ ہمارے محسوس کرنے اور سوچنے کا یہ ڈھنگ ابھی تک قائم ہے یا نہیں۔

تمہیں یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ یہ خوبیاں صرف ہندوستانیوں ہی میں پائی جاتی ہیں۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ ہندوستانیوں کے علاوہ اور کوئی شخص اچھائی اور نیکی میں یقین نہیں رکھتا۔ ہم تو صرف یہ بتانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ کون کون سی خوبیاں ہیں جو ہندوستانیوں کی فطرت کا خاصہ ہیں۔ اگر تمہیں ان سے ہلکا سا بھی اندازہ ہو جائے کہ ہندوستانی پن کیا ہے تو تم اپنی اور اپنے دیس کی بہت سی باتوں کے بارے میں قدرے زیادہ سمجھنے لگو گے۔



کرنے کی کوشش کی تھی، اپنی گڑیا کے کپڑے سیئے تھے یا نظم لکھی تھی۔

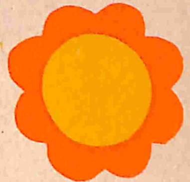
اسی طرح ہر ملک میں کچھ دَور ایسے بھی آتے ہیں جب وہاں کے لوگوں کی نئی نئی چیزیں تعمیر اور پیدا کرنے کی قوت اُبھر آتی ہے اور وہ کچھ مفید یا بڑے یا خوبصورت کام کر دکھاتے ہیں۔ ملکوں کی تاریخوں میں اس قسم کے نمایاں اور قابلِ ذکر زمانوں کی مدّت لمبی ہوتی ہے۔

آج ہند میں بھی ہم کچھ اسی قسم کے دَور میں سے گزُر رہے ہیں۔ پچھلے پچیس برسوں میں ہم نے جتنے زیادہ کام انجام دینے کی کوشش کی ہے اتنے ہم نے اپنی لمبی تاریخ کے دوران نہیں کیئے۔

یہ دَور، دُنیا کی تاریخ میں بھی ایک حیرت انگیز اور نمایاں دَور ہے۔ تمہارے ماں باپ کو بچپن میں کبھی یہ خیال بھی نہ گزرا ہوگا کہ انسان ایک دن چاند کی سطح پر چلے گا یا مریخ کے ساتھ رابطہ قائم کر سکے گا۔ لیکن یہ سب کچھ تمہارے زمانے میں ہوا ہے۔

انسان نے نہ صرف یہ کارنامے کیئے ہیں بلکہ تم تو اس قسم کی کامیابیوں کے عادی بھی ہو چکے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے پاس دُنیا میں ہونے والی عجیب و غریب اور انوکھی باتوں کو جاننے سُننے اور دیکھنے کے ذریعے موجود ہیں لیکن تمہارے پردادا اور پرنانا کو یہ نصیب نہیں تھا اور اسی لئے وہ اِن سے الگ تھلگ رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم سے پہلے جو ہندوستانی بچّے تھے اُن کی بہ نسبت تم باقی دُنیا کے زیادہ نزدیک ہو۔

آج ہند میں بھی ہم بڑے دلچسپ دَور سے گزر رہے ہیں۔ یہاں پر بہت کچھ ہو رہا ہے۔ تم کہہ سکتے ہو "ہر ملک میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے آج ہند میں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں کیا خاص بات ہے؟" بھئی! خاص بات ہے



کیا تمہاری زندگی میں ہر دِن، ہر مہینہ، یا ہر سال ایک سا ہوتا ہے؟ نہیں۔ کچھ وقت ایسے بھی آئے ہوں گے جو زیادہ دلچسپ تھے۔ یہ وقت تمہیں یاد ہیں اور اِن کے نقش ذہن میں بار بار اُبھرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح تمہیں بھی اپنے بچپن کے کئی دلچسپ واقعے اور باتیں یاد آتی ہوں گی جیسے کہ شاید تم نے خود یا اپنے دوستوں کے ساتھ مِل کر کوئی نئی دریافت کی تھی، کِسی دلچسپ آدمی سے ملے تھے۔ ہوائی جہاز کا نمونہ تیّار

انسان کی طرح ملکوں کے بھی بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا ایک ڈھنگ اور طریقہ ہوتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک ملک بڑا پرانا ہو لیکن ابھی تک پوری طرح بڑھ نہ پایا ہو۔ ہر حالت میں ملکوں کو کئی مرحلوں سے گزرنا ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ بہتر بننے اور ترقی کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ تم میں سے بہت سے جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک نظام ہے جسے ہم جمہوریت کہتے ہیں، جس سے مراد ہے عوام کی حکومت۔ ہر بالغ کو چاہے وہ پڑھنا لکھنا جانتا ہے یا نہیں یہ بتانے کا حق حاصل ہے کہ ہمارے ملک کا انتظام کیسے چلایا جائے۔ ہم ہر بالغ کو دیئے گئے اس حق کو اب کوئی خاص اہم نہیں سمجھتے کیونکہ یہ بات ہماری روزمرّہ کی زندگی کا جزو بن چکی ہے۔ ہم جمہوریت کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور اسے مسلمہ سمجھتے ہیں لیکن جب تم کچھ اور بڑے ہو جاؤ گے تو پوری طرح سمجھ پاؤ گے کہ حقیقت میں ہماری یہ جمہوریت کتنی اچھی اور عمدہ ہے۔ سب سے پہلے تو اس لئے کہ ہم ہر آدمی کے حق کا پاس کرتے ہیں اور ہر بالغ کی رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور اہم سمجھتے ہیں اور دوسرے اس لئے کہ یہ ہماری قوم اور ملک کے جواں سال ہونے کی علامت ہے۔

ہم نے جمہوری نظام کے بارے میں بہت سی باتیں برطانوی پارلیمنٹ سے سیکھی اور لی ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک کو بھی جمہوریت کے اپنے موجودہ مرحلے پر پہنچنے کے لئے سینکڑوں سال تگ و دو کرنا پڑی تھی؟ برطانیہ کے لوگوں کو بڑی اتھل پتھل اور زبردست تبدیلیوں میں سے گزرنا پڑا۔ ہر بڑی تبدیلی کسی نہ کسی قسم کے ظلم کے خلاف ایک ردِ عمل تھی۔ پہلے وہاں ایک تحریک شروع ہوئی جسے ہم نشاۃ ثانیہ کہتے ہیں۔ یعنی علم و فن کی ترقی کی ابتدا کا زمانہ۔ یہ بھی ایک تنگ نظر اور ناواجب نظام کے خلاف انسان کا ایک قدرتی احتجاج تھا۔ اس کے بعد ریفارمیشن یعنی سدھار کی تحریک چلی۔ یہ مذہب کے نام پر لاگو دقیانوسی اور سخت ضابطوں کے خلاف ایک لڑائی تھی۔ پھر صنعتی انقلاب آیا۔ اب وہی کام جو پہلے آدمی کرتا تھا مشینیں کرنے لگیں۔ زیادہ دولت پیدا ہونے لگی لیکن برطانیہ کے لوگ سو سال گزرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ دولت کسی بادشاہ

اور ہم تمہیں بتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج اس دیس میں جو کام ہو رہا ہے اس کا بڑا حصّہ، بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھا۔ چونکہ ہمیں یہ کام ٹھیک وقت پر کرنے کا موقعہ نہیں ملا اس لئے ہم اُنہیں اب کر رہے ہیں۔ ہم ایک ہی وقت میں دو طرح کے کام کر رہے ہیں۔ ایک تو وہ جو ہر ملک کو معمول کے مطابق کرنے ہوتے ہیں اور دوسرے وہ کام جن سے ہم اپنا مستقبل سنوار سکیں۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسی کہ تم سے کہا جائے کہ تم گھر پر کرنے کے لئے دیا گیا اسکول کا اگلے ہفتے کا کام آج ہی ختم کر دو تاکہ تمہیں اور دوسرے ضروری کام کرنے کی فرصت ہو۔ کیا اب تم سمجھ سکے ہو کہ ہم اِس مُلک میں کتنا کچھ کرنے کی کوشش میں ہیں؟ ہم ایک ہی وقت میں ماضی، حال اور مستقبل کا کام کرنے میں مصروف ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ اِس لئے کہ ہمارا ملک پہلے ہی بہت سا وقت گنوا چکا ہے، جیسا کہ تمہیں آگے چل کر معلوم ہو جائے گا۔ ہم نہ صرف گنوائے ہوئے وقت کے کام پورے کرنا چاہتے ہیں بلکہ ترقی کی راہ پر آگے بڑھ جانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو دُنیا کی ترقی یافتہ قوموں سے پھر کہیں پیچھے رہ جائیں گے۔ دُنیا کی یہ قومیں ہندوستان کی طرح دو سو سال بے حرکت نہیں رہیں۔ وہ اِس دوران آگے بڑھتی رہی ہیں۔ ہندوستان اب یہ نہیں کر سکتا کہ وہ آہستہ آہستہ چلے بلکہ اُسے تو اپنی ساری طاقت کے ساتھ دوڑنا ہے اور ترقی کی منزلوں کو چھونا ہے۔

اگر ایک پانچسال کا بچہ سو جائے اور جب اُٹھے تو وہ پچیس سال کا ہو، تو اس وقت کیا ہوگا؟ یہ بھی سوچو کہ وہ کتنی چیزوں سے محروم رہا ہوگا۔ سکول، کھیل، کام اور پیشے کی تربیت، روزگار پیدا کرنے کا موقعہ، لوگوں سے ملنا اور اُنہیں جاننا اور اپنے تجربے سے سیکھنا۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ جب وہ اُٹھے گا تو وہ کیا کرنا چاہے گا؟ قدرتی بات ہے کہ وہ اُن سبھی باتوں کو ایک ہی وقت میں کرنا چاہے گا جنہیں وہ نہیں کر پایا۔ لیکن اُس کے لئے ایسا کرنا آسان نہ ہوگا۔ اُسے زبردست محنت اور کوشش کرنی پڑے گی تاکہ وہ جلدی سے جلدی ایک پچیس سالہ آدمی کی طرح بن جائے۔ آج کچھ اسی قسم کی حالت ہندوستان کی بھی ہے۔

ہم نے غیر مُلکی راج سے اپنی ڈھنگ سے چھٹکارا پایا اور آزادی حاصل کی۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ انگریزوں نے اس دیس پر کوئی ڈیڑھ سو سال حکومت کی۔ اس سارے عرصے میں انہوں نے خود تو فائدے اُٹھائے لیکن ہندوستان کے لوگوں پر کیا گزری، اُس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ لمبے عرصے تک ہندوستان کے لوگوں نے نہ سر اُٹھائے اور نہ آواز بلند کی لیکن جب انہوں نے دُنیا کی سب سے زیادہ طاقتور برطانوی سلطنت کو للکارا تو وہ اپنی دولت اور قوت کے باوجود ہمارے عوام کے متحدہ ارادے کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ جیت ہند کے غریب نہتّے لوگوں کی ہوئی۔ ہم نے اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے تشدّد، توپوں اور تلواروں کا سہارا نہیں لیا۔

ہندوستان کی آزادی کی لڑائی کی کہانی بڑی شاندار ہے۔ اِس کا ذکر ہم ذرا بعد میں کریں گے۔ یہاں ہم تو صرف یہی بتا رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں کام کرنے کے طریقے خاص طور پر بڑے بڑے کام انجام دینے کے طریقے دوسری قوموں سے تھوڑے سے مختلف ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ اور بہت سے ملکوں میں بدیشی حکومتیں تھیں لیکن اُن سب ملکوں نے اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنا جُدا طریقہ اپنایا۔

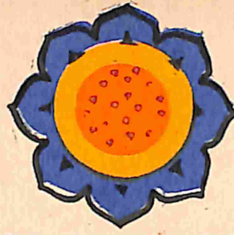
ہندوستان کے لوگوں نے آزادی حاصل کرنے کا جو طریقہ اپنایا اس کے لئے بڑی جرائت اور بھروسے کی ضرورت تھی۔ یہی جرائت اور اپنے آپ پر اعتماد کا جذبہ ہم نے حالیہ برسوں میں پھر دکھایا ہے۔ ہم نے ہر بالغ کو ووٹ کا حق بخشا ہے۔ اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ یہ بالغ مرد ہے یا عورت یا پڑھا لکھا ہے یا اَن پڑھ۔ اہم بات تو یہ ہے کہ ہر ہندوستانی شہری کو یہ فیصلہ کرنے کا حق ہونا چاہیئے کہ وہ کس طرح اپنے ملک کی حکومت اور انتظام چلانا چاہتا ہے۔

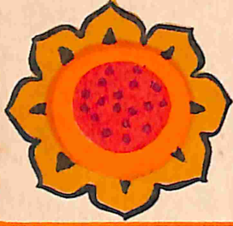
ہمارے اِس قدم کا اگر بہت سے دُوسرے مُلکوں میں کام کرنے کے طریقوں سے مقابلہ کرو تو تم دیکھو گے کہ ہم نے کتنی دلیرانہ کارروائی کی۔ مثال کے طور پر کیا تم جانتے

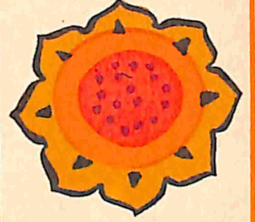
کی نہیں بلکہ جنتا کی ہے اور لوگ ہی یہ فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اُسے کیسے استعمال میں لایا جائے ۔ یہ تھی : سیاسی جمہوریت ۔ اس کے بعد جو مرحلہ ہے اُسے ویلفیئر سٹیٹ کہتے ہیں ۔ یہ ایک ایسے مُلک کو کہتے ہیں جہاں سب سے زیادہ اہمیت اس بات کو دی جاتی ہے کہ جنتا کی زندگی کے حالات کو بہتر بنایا جائے ۔ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب تم اصطلاحوں کو ذرا بہتر سمجھنے لگو گے ۔ ابھی تمہارے لئے یہی سمجھ لینا کافی ہے کہ برطانیہ کو بڑھنے، پھلنے پھولنے اور ترقی پانے کے ان سب مرحلوں میں سے گزرنے کے لئے تقریباً پانچ سو برس لگے ۔

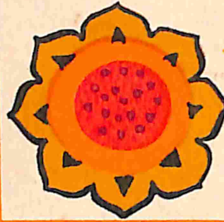
ہندوستان کا رقبہ برطانیہ سے چودہ گنا اور آبادی کم سے کم دس گنا زیادہ ہے ۔ اس کے باوجود ہندوستان اُن تمام مرحلوں کو جنہیں برطانیہ نے پانچ سو سال میں طے کیا ایک پیڑھی یعنی کوئی تیس چالیس سال کے عرصے میں طے کرنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ ہمارے دیس میں بیک وقت نشاۃ ثانیہ، اصلاحی تحریک اور صنعتی انقلاب لائے جا رہے ہیں ۔ ہم تعلیم پھیلانے، کھیتی باڑی بہتر بنانے، صنعتیں قائم کرنے اور لوگوں میں تفرقہ پیدا کرنے والے مذہب، فرقے اور ذات پات کی غلط باتوں کو ختم کرنے میں لگے ہوئے ہیں ۔ مختصر بات یہ ہے کہ ہم اپنے ہاں سے جہالت، توہم پرستی اور نا اہلیت دُور کرنے یا دوسرے لفظوں میں اپنے مُلک کو جدید طرز کا مُلک بنانے میں مصروف ہیں ۔ ہمارے دیس میں جو ہر طرف سے تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں آؤ ہم اُسے عظیم ہندوستانی انقلاب کا نام دیں ۔

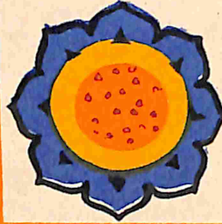
تم نے انقلاب فرانس یا دُوسرے انقلابوں کے بارے میں تو پڑھا ہی ہوگا ۔ اِن سب کے دوران لڑائیاں ہوئیں اور قتل ہوئے لیکن یہ خون خرابہ نیک اور بے غرض مقصدوں کے لئے تھا ۔ لیکن ہندوستان میں جو انقلاب آیا ہے وہ پُرامن ہے ۔ اِس قسم کا انقلاب زیادہ تر من میں پیدا ہوتا ہے ۔ یہ احساس اور اندازِ فکر سے آتا ہے ۔ تم خود محسوس کرو گے کہ اس قسم کا پُرامن انقلاب، فقط ہندوستان ہی میں آسکتا تھا کیونکہ کام کرنے کے ہمارے خاص ڈھنگ ہیں ۔

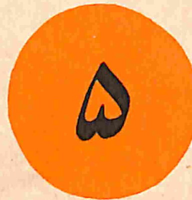













سو سال پہلے

ہو کہ ایک برس پہلے تک سوئیزرلینڈ میں عورتوں کو ووٹ ڈالنے کا حق حاصل نہیں تھا ؟ ہم نے اپنے ہر شہری کو فوراً یہ حق دے دیا کیوں کہ ہم جلدی سے جلدی جمہوریت قائم کرنا چاہتے تھے۔ ہمارے پاس گنوانے کے لئے وقت نہیں تھا۔

اس طرح تم سمجھ سکتے ہو کہ پچھلے پچیس برسوں میں ہم نے کتنے ہی کام شروع کئے ہیں۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہماری سرکار یہ تبدیلیاں لانے کے لئے لوگوں کو مجبور نہیں کر رہی بلکہ لوگ خود ہی یہ تبدیلیاں لا رہے ہیں کیوں کہ وہ ان میں یقین رکھتے ہیں اور انہیں لانا چاہتے ہیں۔

تم نے دیکھا کہ ہندوستان اب ایک ایسے دَور میں سے گزر رہا ہے جس میں حیرت انگیز باتیں اور تعمیر اور ترقی کے نئے نئے کام ہو رہے ہیں۔ دُنیا بھی ایسے ہی دَور میں سے گزُر رہی ہے۔ کیا تمہیں اس حیرت انگیز دَور میں پیدا ہونے پر خوشی نہیں ہوئی ؟ اگر تمہیں ذرا بھی شبہ ہے تو تم جھوٹ موٹ یہ سمجھ لو کہ تم ایک سو سال پہلے کے زمانے میں ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوگا ۱۸۷۲ء میں۔ آؤ ! اب یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ۱۸۷۲ء میں ایک ہندوستانی کی حالت کیا تھی۔



وہ یہیں کے لوگوں میں گھل مِل جایا کرتے تھے لیکن انگریزوں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ آخری وقت تک بدیشی ہی رہے۔ وہ ہماری زمین اور لوگوں سے جو کچھ چھین سکتے تھے اپنے لئے لے گئے اور اس غریب ملک کو اور زیادہ غریب اور بدتر حالت میں چھوڑ گئے۔ تم پوچھ سکتے ہو کہ ہم نے ایسا کیوں ہونے دیا؟

تم جانتے ہی ہو کہ بیماری کمزور جسم پر زیادہ آسانی سے حملہ آور ہوتی ہے اور ہمارا ملک کمزور پڑ ہی چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انگریز اس مُلک میں آسکے۔ وہ اس ملک میں اپنے پاؤں جمانا چاہتے ہی تھے کیوں کہ ہندوستان اپنی دولت کے لئے مشہور تھا اور بہت سے مُلک ہند کے ساتھ تجارت کے خواہش مند تھے۔ تم بخوبی سمجھ سکتے ہو کہ اگر ایک مُلک کمزور بھی ہو اور دولت مند بھی، تو یہ بات کتنی زیادہ خطرناک ہوسکتی ہے۔ جب ایک دفعہ انگریزوں نے اس ملک کے کروڑوں لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لیا تو حالات اور زیادہ بگڑتے گئے۔ اس ملک کی دولت نچوڑ لی گئی اور ایک ایسے ملک کو فائدہ پہنچانے پر خرچ کی گئی جو ہزاروں میل دُور تھا۔ انگریز ہمیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انسانوں سے بدتر سمجھتے تھے۔

۱۸۰۰ء اور ۱۹۰۰ء کے درمیان ایک سو برس میں ہندوستان میں تین کروڑ بیس لاکھ سے زیادہ آدمی مرے کیوں کہ ان کو روٹی نہ مل سکی۔ جانتے ہو لوگوں کی یہ تعداد پولینڈ اور اسپین جیسے ملکوں کی کُل آبادی سے بھی زیادہ ہے۔ اُس وقت اِس ملک میں جو زندہ بچ گئے اُنہیں بھی پیٹ بھر کھانا نہ ملا۔ آئے دن مُلک میں قحط پڑنے لگے۔ ایک قحط کے دوران تیس لاکھ لوگوں کا مرجانا ایک عام بات تھی۔ یہ سب کچھ نہ ہوتا اگر ہمارے انگریز حکمراں ہندوستانیوں کو بھی اپنے جیسا ہی انسان سمجھتے۔

قحط اور غریبی پر ہی بس نہ تھا بلکہ ہندوستانیوں کو تو خود اپنے ملک میں گھٹیا انسانوں کے طور پر زندگی گزارنی پڑتی تھی۔ اُنہیں اُن باغوں، کلبوں، ہوٹلوں میں جانے

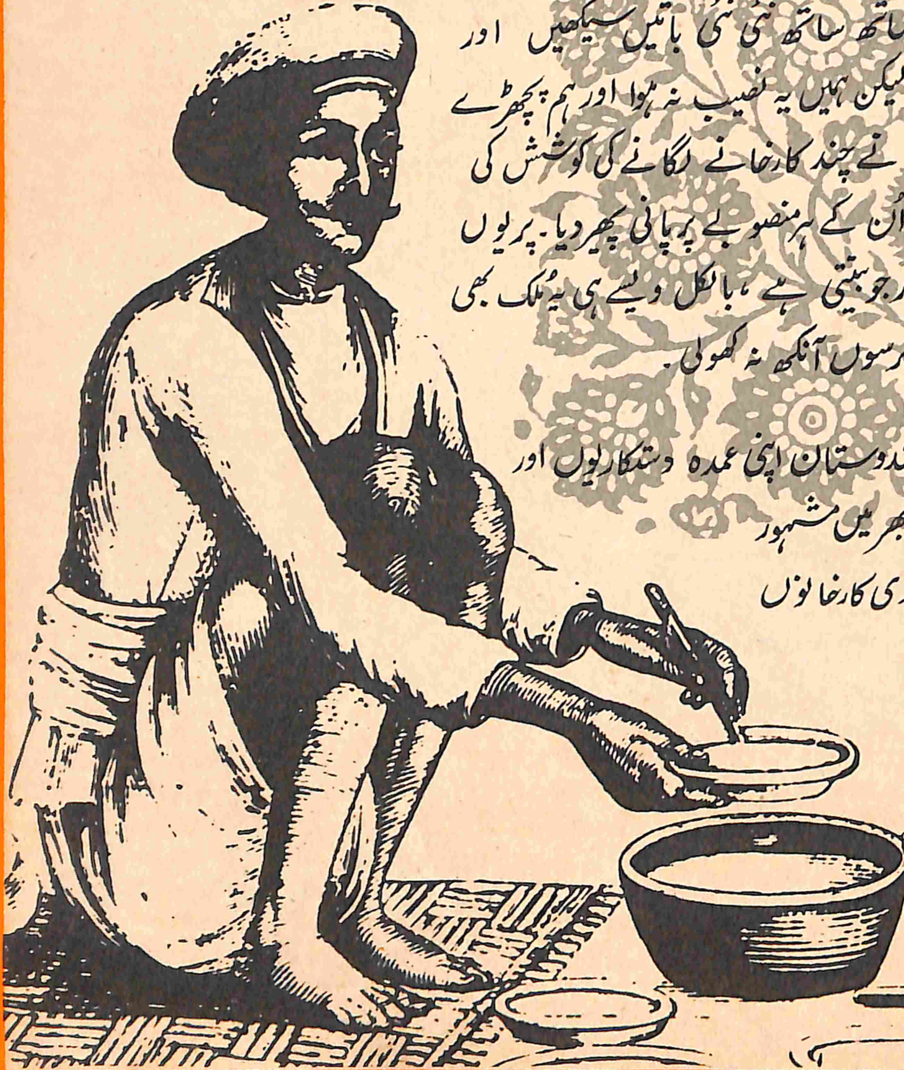


ایک سو برس پہلے ہم ایک آزاد قوم نہیں تھے۔ ہم پر برطانیہ کے لوگ جنہیں ہم انگریز کہتے ہیں حکومت کرتے تھے۔ آئے تو وہ تجارت کے لئے تھے لیکن آہستہ آہستہ سارے مُلک پر قبضہ جما بیٹھے۔ انہوں نے کوئی ڈیڑھ سو برس راج کیا۔ اُن سے پہلے جو باہر کے لوگ اِس دیس میں آتے رہے

میں نہیں بلکہ لندن میں کئے جاتے تھے اور انہیں وہ لوگ کرتے تھے جنہیں ہندوستانیوں کی کوئی پرواہ اور ہمدردی نہ تھی۔ اس قسم کے گرے ہوئے سلوک سے ہندوستانیوں کے جذبات کو سخت ٹھیس پہونچتی تھی لیکن وہ کوئی کارروائی کرنے سے گھبراتے تھے۔ صرف چند لوگ تھے جنہوں نے اس ظلم کے خلاف آواز اُٹھائی۔

ہندوستان کی نہ صرف ترقی ہی روک دی گئی بلکہ ہماری حالت اور خراب بنادی گئی۔ دُنیا تو آگے بڑھتی گئی اور ہم پیچھے ہٹتے گئے۔ مغربی ملکوں نے نئی مشینوں سے نئی چیزیں بناکر نہ صرف اپنی دولت بڑھائی بلکہ اپنے آرام اور آسائش کے سامان بھی بڑھائے۔ دوسرے ملکوں نے سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ نئی نئی باتیں سیکھیں اور اپنی زندگی کو بہتر بنایا لیکن ہمیں یہ نصیب نہ ہوا اور ہم پچھڑے رہے۔ کچھ ہندوستانیوں نے چند کارخانے لگانے کی کوشش کی لیکن برطانوی حکومت نے اُن کے ہر منصوبے پر پانی پھیر دیا۔ پریوں کے قصّے میں شہزادی پر جو بیتی ہے، بالکل ویسے ہی یہ مُلک بھی ایسی گہری نیند سویا کہ برسوں آنکھ نہ کھولی۔

سالہا سال تک ہندوستان اپنی عمدہ دستکاریوں اور نفیس کپڑے کے لئے دُنیا بھر میں مشہور تھا لیکن اب اُسے انگریزی کارخانوں کا بنا ہوا کپڑا خریدنے پر مجبور کیا جارہا تھا۔ یہ کپڑا اُسی کپاس سے بنایا جاتا تھا جو ہندوستان میں پیدا ہوتی تھی۔ انگریزوں



اور ریل کے اُن ڈبوں میں سفر کرنے کی اجازت نہیں تھی جن میں انگریز جاتے اور سفر کرتے تھے۔
انگریزوں نے سینکڑوں حرکتیں یہ ثابت کرنے کے لئے کیں کہ وہ ہم سے بہتر اور برتر انسان ہیں۔



اُنہوں نے ہندوستانی ججوں کے سامنے پیش ہونے سے انکار کیا اور کبھی ہندوستانیوں کو یہ اجازت نہ دی کہ وہ برابری کے درجے پر انگریزوں سے ملیں۔ ہندوستان میں جو بھی بڑے عہدے اور اہم کام تھے سب انگریزوں کے پاس تھے، یہاں تک کہ ایک بہت بہادر ہندوستانی بھی، فوج میں حوالدار سے زیادہ رتبہ پانے کی اُمید نہیں رکھ سکتا تھا۔ سمجھ دار اور قابل ہندوستانیوں کو بھی ذمہ داری کا کوئی کام نہیں سونپا جاتا تھا۔ ہمارے ملک کے متعلق سبھی اہم فیصلے ہند





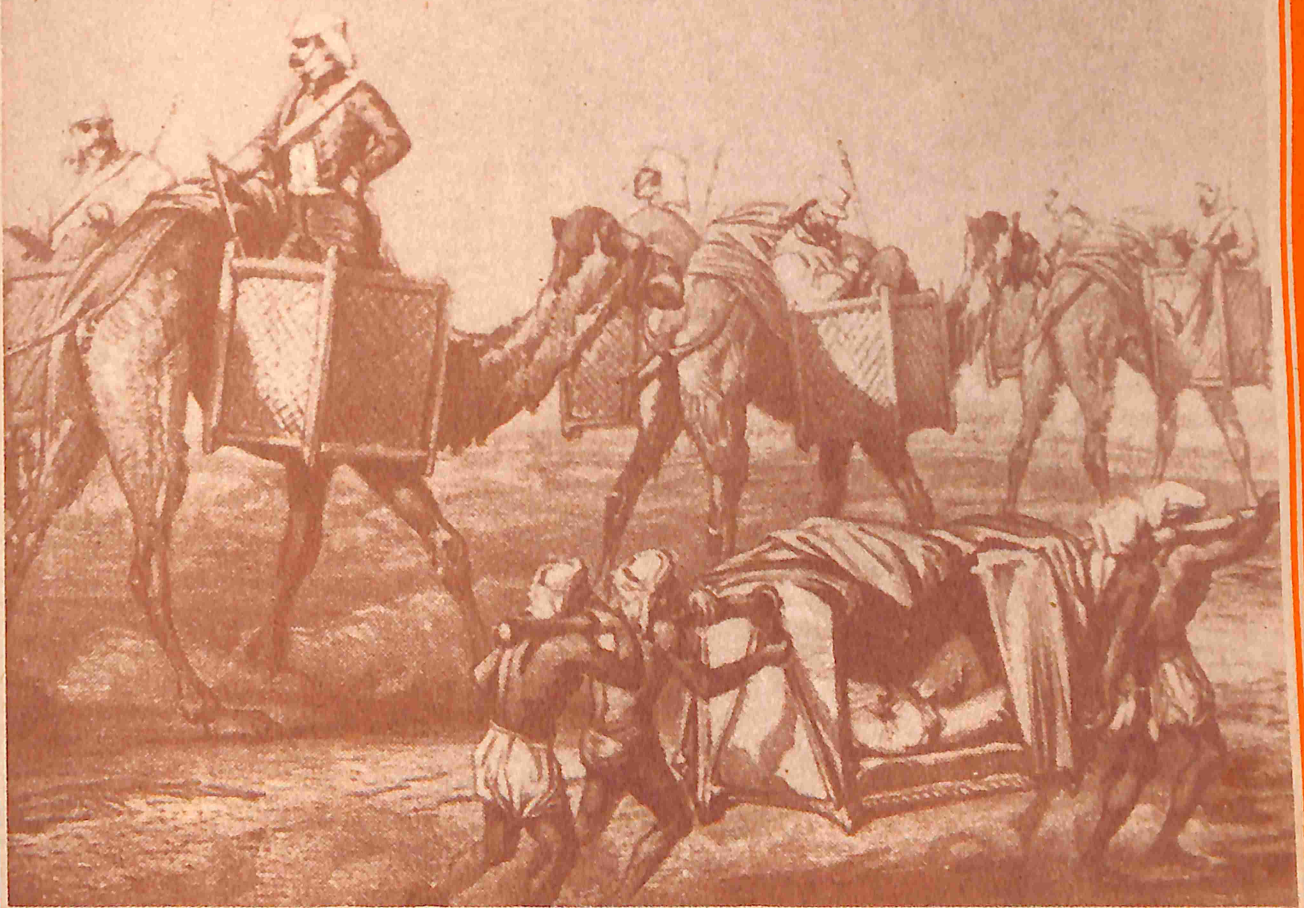
اُنہیں بڑا مہنگا پڑتا۔ اُن کے لئے یہیں پر کلرک پیدا کرنا بہت آسان اور سستا تھا۔

تم جانتے ہی ہو کہ سو میں سے اسّی سے زیادہ ہندوستانی گانوؤں میں رہتے ہیں۔ انگریزوں کے راج میں ہمارے گاؤں والوں کی حالت بہت خراب ہوگئی کیونکہ اُن کا حال پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی مُلک کی آبادی تیزی سے بڑھنے لگی۔ حالت خراب تر ہوتی گئی کیونکہ ہندوستانیوں کے پاس سوائے غریبی اور دُکھ کے اور آپس میں بانٹنے کے لئے تھا ہی کیا۔ ناکافی غذا کی وجہ سے وہ اور کمزور ہوتے گئے اور بیماری کا آسانی سے شکار ہونے لگے۔ ان میں سے بہت سے مقروض تھے اور مشکل سے پیٹ بھر سکتے تھے۔ دیہاتی علاقوں میں وبائیں اور بیماریاں پھیلی ہوئی تھیں۔ لیکن ہسپتال اور ڈاکٹر صرف بڑے شہروں ہی میں تھے۔ حالت اِس قدر خراب تھی کہ اِن چیزوں کے لئے لوگوں کے پاس پیسہ نہیں تھا۔ جانتے ہو اُس وقت ہندوستانی کی اوسط

نے ہندوستانیوں کو اپنی ضرورتوں کا سامان خود تیار کرنے کی اجازت نہیں دی کیوں کہ سارا نفع وہ خود کمانا چاہتے تھے۔ ہندوستان کے جولاہوں اور دست کاروں نے اپنا کام دھندا بند کردیا کیوں کہ کوئی اُن کی چیزیں خرید نہیں سکتا تھا۔

دُنیا ترقی کرتی گئی لیکن انگریزوں نے صرف وہی مشینیں ہندوستان میں آنے دیں جو اُنہیں اس غریب ملک پر اپنا قبضہ جمائے رکھنے میں مدد دے سکتی تھیں۔ مثال کے طور پر یہ مشینیں تھیں۔ ریل کے انجن۔ انگریزوں نے مجبوری کی حالت میں ریلیں، سڑکیں اور پُل بنائے کیوں کہ اُن کے بغیر اُن کے افسر اتنے بڑے ملک پر قبضہ نہیں رکھ سکتے تھے۔

ایک اور بات جو انگریزوں نے کی وہ تھی کچھ ہندوستانیوں کو انگریزی زبان سکھانا تاکہ وہ اُن کے چھوٹے چھوٹے کام انجام دے سکیں۔ اگر انگریز برطانیہ سے کلرک لاتے تو یہ

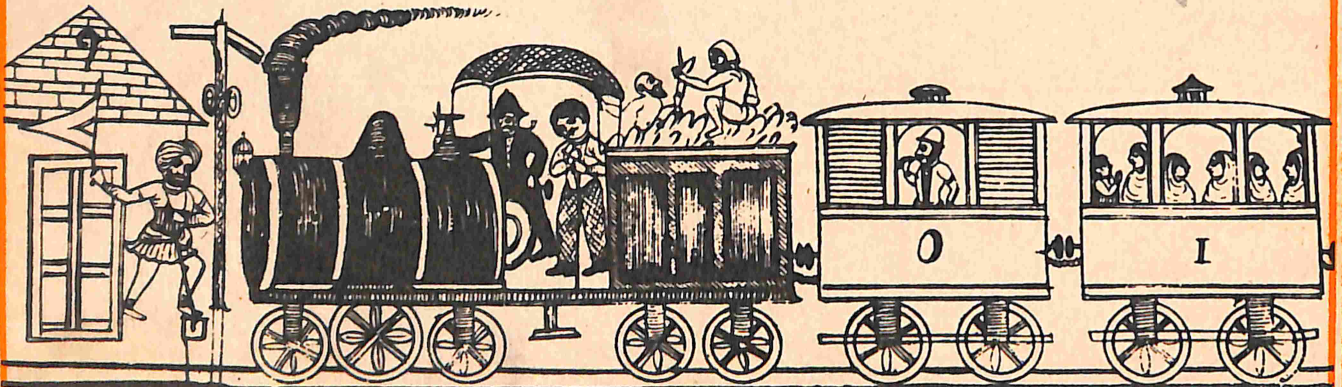




کی عظمت، آزادی اور برابری کے بارے میں۔ وہ سوچنے لگے کہ اگر سب انسان برابر ہیں تو ایک نسل دوسری نسل کو ناجائز فائدے اور لوٹ کھسوٹ کے لئے کیوں استعمال کرے؟ ایک بدیشی قوم ہم سے کیوں بُرا سلوک کرے اور حقارت کی نگاہ سے دیکھئے؟ اور سب سے اہم بات تھی کہ ہم اس بدسلوکی کو کیوں گوارا کریں؟ جونہی لوگوں نے یہ سوچنا شروع کیا اُن میں ہمّت پیدا ہوگئی۔

انگریزوں کے بچھائے ہوئے اس جال نے ہند کے لوگوں میں نئے نئے خیالات پھیلانے میں مدد دی۔ اب ہمارا ملک صحیح معنوں میں بیدار ہونا شروع ہوا۔ لوگوں کے سوچنے کا انداز بدلا۔ زیادہ سے زیادہ لوگ یہ کہنے لگے۔" ہم بھی کوئی ہیں اور ہم بھی اپنے حق رکھتے ہیں۔ ہمیں بھی اچھی زندگی بسر کرنی چاہیئے، عزت اور آزادی کی زندگی کیونکہ ہم کسی سے کم نہیں ہیں"۔ آزادی کی تمنّا اسی احساس کا ایک حصّہ تھی۔ گویا صدیوں سے سوئے ہوئے خاموش ملک کو زُبان مِل گئی تھی۔ پہلے پہل یہ بڑی ہلکی سی آواز تھی، پھر آہستہ آہستہ اُونچی ہوتی گئی اور جب یہ ایک گرج بنی تو اُسے نظر انداز کرنا مشکل تھا۔

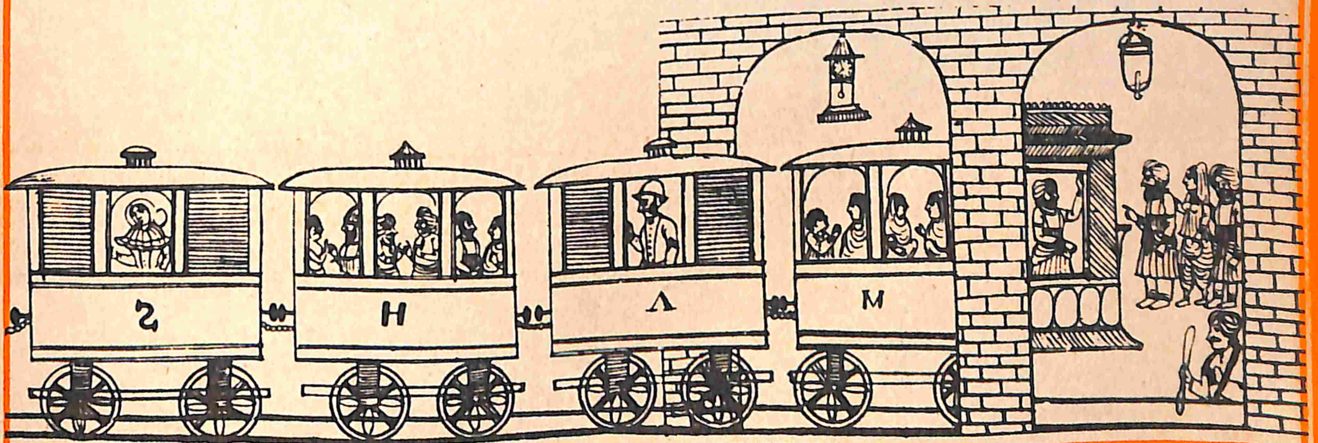
حالیہ وقتوں کی سب سے زیادہ حیرت انگیز جدّوجہد میں ہندوستانیوں کی رہنمائی کے لئے عظیم انسان اُٹھے۔ تلک، وویکانند اور ٹیگور، یہ ایسے بزرگوں

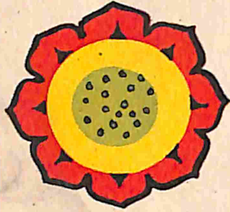
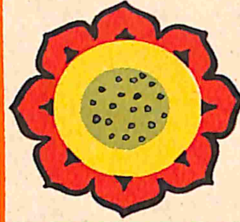
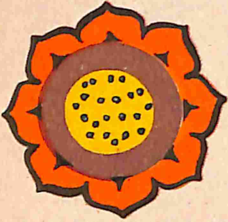
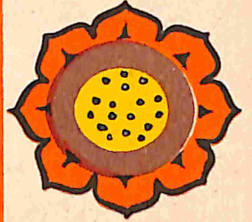
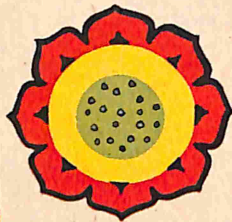


عمر کیا تھی: صرف ۲۷ سال۔ وہ اپنے بچّوں کو پڑھنے کے لئے اسکول بھیجنے کی توفیق نہیں رکھتا تھا۔ مٹّی کے جھونپڑے کے علاوہ اس کا کوئی گھر نہ تھا اور بعض دفعہ تو اُسے پینے کے لئے صاف پانی بھی نہیں ملتا تھا۔ شہروں میں لوگوں کی بھرمار تھی جن کے پاس نہ کام تھا نہ روپیہ۔ ہرطرف اندھیرا تھا اور اُمید کی کوئی کرن دکھائی نہ دیتی تھی۔

ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ برطانوی سرکار نے صرف انگریزوں ہی کے مفاد کی حفاظت کی۔ شکاری کو اپنے شکار کے دُکھ درد کی کہاں پرواہ ہوتی ہے؟ لیکن انسانوں کے حالات بڑے عجیب وغریب ڈھنگ سے بدلتے ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی انگریزوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ہمارے لئے اُن سے چھٹکارا پانا اور آزاد ہو جانا بڑا آسان ہوگیا۔ آؤ دیکھیں کہ یہ کیسے ہوا!

انگریزوں نے ہند پر اپنا راج جمائے رکھنے کے لئے ریلوں، سڑکوں اور ڈاک کا جو بڑا جال بچھایا اُس سے لوگ ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک آگئے۔ کچھ ہندوستانیوں نے انگریزی زبان سیکھ لی۔ اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چاہے وہ مشرق کے تھے یا مغرب کے اور چاہے وہ شمال سے آئے تھے یا جنوب سے، جب مِلتے تھے ایک دوسرے سے آسانی سے بات چیت کر سکتے تھے۔ اخباروں اور کتابوں نے اُنہیں مغربی ملکوں کے نظریوں اور خیالوں سے واقف کرایا۔ یہ خیالات تھے انسان





ہم نے آزادی کیسے جیتی

کے نام ہیں جنہیں ہم ہندوستانی ہمیشہ شکریے اور عزت کے ساتھ یاد کریں گے۔
ان سب نے اپنے ڈھنگ پر یہی نعرہ بلند کیا۔ "ہم ضرور آزاد ہوں گے۔" اور
جب ہندوستان کی جنتا نے اپنی آزادی کی لڑائی لڑی تو وہ ایک انوکھی لڑائی
تھی کیونکہ اُس کے پاس نہ توپیں تھیں اور نہ ہی دُوسرے ہتھیار۔

VISVA-BHARATI
SANTINIKETAN, BENGAL.

# Victim



You seemed from afar
Titanic in your mysterious majesty of terror.
With palpitating heart I stood before your presence.
Your knitted brows boded ill,
and suddenly burst down upon me
your blow with a crash.
My bones cracked,
with bowed head I waited for the final fury to come.
It came,
and I wondered if this was all of the menace?
With your weapon held high in suspense
you looked mightily big.
To ~~threat~~ ~~strike~~ strike me you came down ~~[illegible]~~
to where I crouched low on the ground.
You suddenly became small, and I stood up.
Great you are as death itself,
but your victim is greater than death.
From thence there was only pain for me
but no fear.

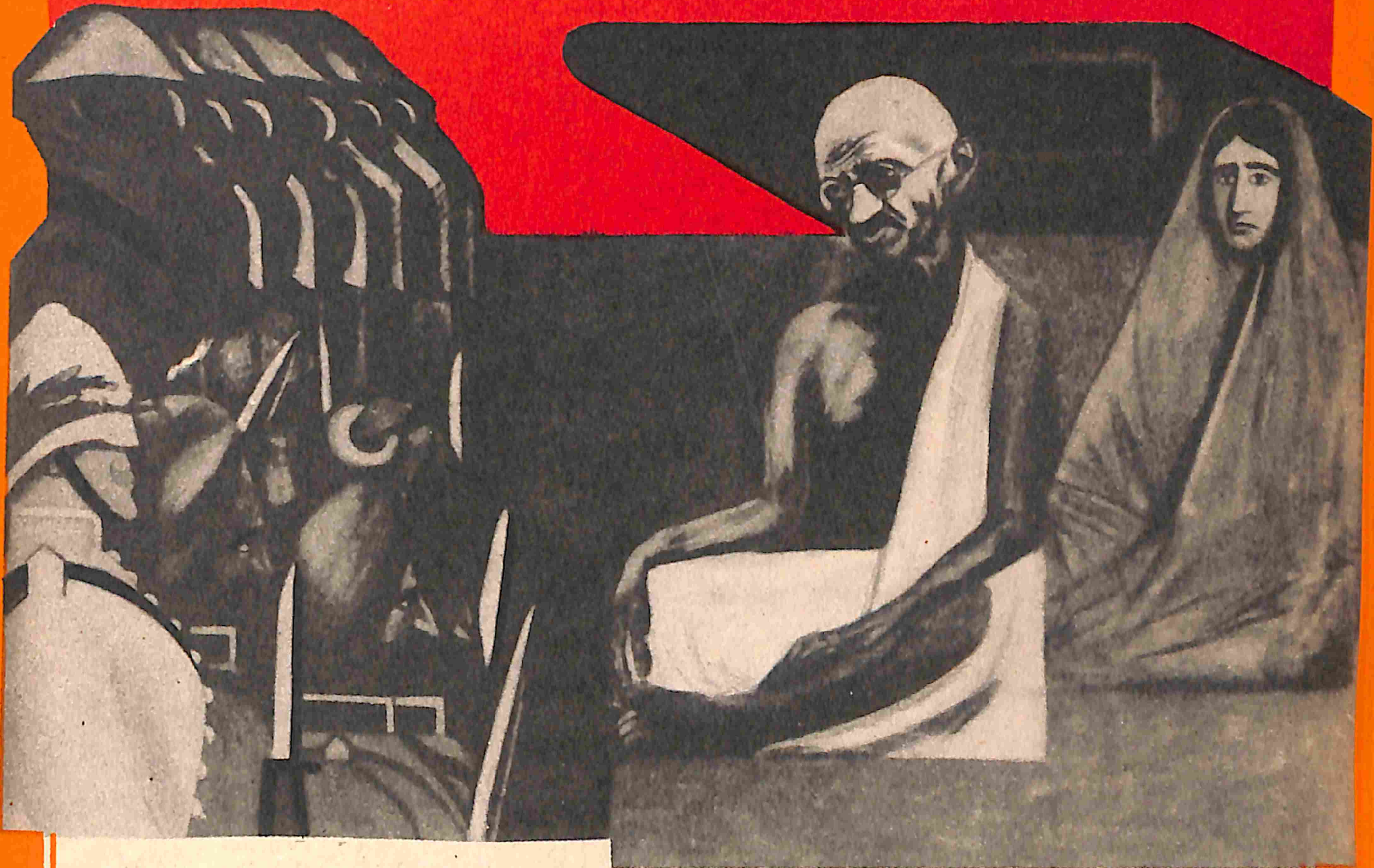
Rabindranath Tagore

گاندھی جی نے فرمایا "پہلی بات : بالکل نہ ڈرو" پھر انہوں نے پوچھا "تم کس سے ڈرتے ہو؟ تمہیں کیا ہو سکتا ہے؟" پھر فرمایا "یہی کہ شاید تم جیل بھیج دیئے جاؤ، تمہارا گھر چھن جائے، تمہاری زمینیں لے لی جائیں، تمہیں سزا دی جائے یا پھر گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ ان سب کی اہمیت کیا ہے؟ اگر تم آزادی کے ایسے ہی متوالے ہو تو آزادی کی خاطر مصیبتیں جھیلنی ہوں گی۔ اُن پر دکھ کی بجائے تمہیں خوش ہونا چاہئے کیونکہ تم جانتے ہو کہ تم نے ایک عظیم اور نیک مقصد کے لئے دکھ سہے اور قربانیاں دیں۔" یہ تھیں باتیں جو گاندھی جی نے لوگوں سے کہیں۔ ہر ایک کو تو ان کی بات پوری طرح سمجھ نہ آئی لیکن اُن کی باتوں اور انداز میں ایسا جادو اور کشش تھی کہ وہ جہاں کہیں گئے ہزاروں اُن کے پیچھے ہو لئے۔

آزادی کی خاطر گاندھی جی کا ساتھ دینے کے لئے ہزاروں لوگوں نے اپنے گھر بار، بیوی بچے، نوکریاں اور پیشے چھوڑ دیئے۔ ہزاروں نوجوان مرد اور عورتوں نے ان کا پیغام اس بڑے ملک کے کونے کونے میں پہنچایا۔ جس کسی نے اُن کا یہ پیغام "ڈرو نہیں"، سُنا ہمت اور جرأت سے تن گیا۔ اُن کی تعلیم کی نئی بات یہ تھی کہ وہ ایک دو یا تین آدمیوں کے لئے نہیں بلکہ ایک ساتھ لاکھوں انسانوں کے لئے تھی۔ بلاشبہ! اس سادہ تعلیم





دیس کی بدتر حالت کا ذکر اب اور زیادہ ہندوستانی کرنے لگے لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کو بدلا کیسے جائے۔ اُس وقت ہمارے درمیان ایک غیر معمولی انسان آیا۔ تم سب نے گاندھی جی کا نام سُن رکھا ہے اگرچہ اُنہیں دیکھا نہیں ہے. گاندھی جی بڑی نرمی سے بولتے تھے اور بڑے حلیم تھے لیکن انہوں نے ہندوستان کی جنتا کو بتایا کہ وہ طاقتور برطانوی سلطنت کے ساتھ "ٹکر" لے سکتی ہے اور جیت سکتی ہے چاہے اس کے پاس توپیں، فوجیں اور دھن دولت نہ ہو۔

SINFUL TO WAIT ANY LONGER

NO SUBMISSION BUT ULTIMA

INDEPENDENCE FLAG KEPT FLYIN

Gandhiji Defends Original Motion

Moves Compromise Proposition

Mr. Iyengar Satisfied

Mahatma's Resolution Carr



نے ہم ہندوستانیوں کو زیادہ بہادر اور بہتر انسان بنایا۔ اِس سے مُلک میں ایک بہت بڑی قوت بھی اُبھر آئی۔ جب لاکھوں آدمی ڈرنا چھوڑ دیں اور اُس چیز کو پانے کے لئے جس کی زبردست تمنّا رکھتے ہیں ایک ساتھ کھڑے ہوکر ہر مصیبت کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو دُنیا کی کوئی بھی طاقت اُنہیں ہرا نہیں سکتی۔

گاندھی جی کا پیغام جنگل کی آگ کی طرح ملک بھر میں پھیلا۔ ہزاروں مرد اور عورتیں اُن کے کہنے پر کوئی بھی قربانی دینے کے لئے اُن کے ساتھ ہو گئے۔ نوجوانوں نے اسکول اور کالج، وکیلوں اور ڈاکٹروں نے اپنے کام اور پیشے اور دیگر بہت سے لوگوں نے اپنی نوکریاں چھوڑ دیں۔ ہمارے بہت سے موجودہ اور گزشتہ لیڈر، جن میں موتی لال اور جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، سردار ولبھ بھائی پٹیل، راجندر پرساد اور سروجنی نائیڈو شامل تھے، گاندھی جی کے پیرو کار تھے۔ مختصر سی مدّت میں ہمارے دیہات میں بھی بیداری کی لہر دوڑ گئی۔ یہاں تک کہ غریب سے غریب کسان اور معمولی اور ادنیٰ ہندوستانی میں بھی جوش، فخر اور امید جاگ اُٹھی۔ اب وہ بھی تن کر کھڑے ہو گئے اور آنکھ مِلا کر بات کرنے لگے جیسے کہ یکسر بدل چکے ہوں۔

گاندھی جی کو آزادی جس قدر پیاری تھی اُسی قدر اُسے حاصل کرنے کا طریقہ بھی اُنہیں بہت عزیز تھا۔ وہ کسی کو دُکھ پہنچانے میں یقین نہ رکھتے تھے بلکہ وہ محسوس کرتے تھے کہ وہ جن کے خلاف لڑ رہے ہیں اُنہیں بھی دُکھ اور نقصان پہنچانا غلط ہے۔ اُنہیں انگریزوں سے نفرت نہیں تھی کیونکہ وہ نفرت کو بھی ایک قسم کا تشدد سمجھتے تھے۔ ایسی حالت میں ہمارے آزادی کے متوالے کیسے اور کن ہتھیاروں سے لڑتے؟

وہ یہی کچھ کر سکتے تھے کہ جن قاعدے قانونوں کو ناواجب سمجھتے تھے اُنہیں ماننے سے انکار کیا، برطانوی حکومت سے تعاون نہ کیا، انگریزی مال نہ خریدا، برطانوی راج

بم پھینکنے کے بعد اس بہادر نے اپنے آپ کو بچانے یا بھاگنے کی کوشش نہ کی اگرچہ اُس کے پاس پستول بھی۔ وہ بمشکل بیس پچیس سال کا تھا جب اُسے موت کی سزا دی گئی۔ وہ جوانمرد، خوشی خوشی خود چل کر پھانسی کے تختے پر گیا اور اپنے ہاتھوں پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیا۔ بھگت سنگھ کی طرح ہندوستان میں بہت سے اور بہادروں نے بھی اپنی جانیں قربان کیں۔

ایک اور بڑے رہنما سبھاش چندر بوس کا نام تمہیں ضرور معلوم ہونا چاہئے۔ اُنہیں نیتاجی بھی کہتے ہیں جب گاندھی جی ملک کے اندر رہ کر انگریزوں کے خلاف لڑ رہے تھے تو نیتاجی ملک سے باہر جاکر اُن سے لڑنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ ایک دن ملک چھوڑ کر چلے گئے اور بدیش


The Hindustan Times

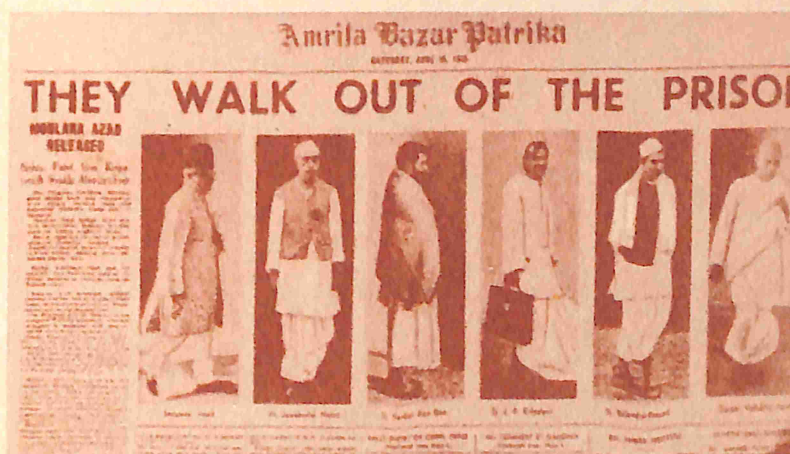
.N.A. TRIAL OPENS IN RED FORT

WOMEN WARRIORS | SHAH NAWAZ | DHILLON | SAHGAL | DEFENCE COUNSEL

میں ایک ہندوستانی فوج بنائی۔ اس فوج میں زیادہ تر وہ سپاہی تھے جو اُس وقت ملک سے باہر جنگی قیدی بنالئے گئے تھے۔ چونکہ برطانیہ اُس وقت جرمنی اور جاپان کے خلاف لڑ رہا تھا اس لئے نیتاجی کی انڈین نیشنل آرمی برطانیہ کے دشمنوں سے جاملی اور برطانوی فوجوں کے خلاف لڑی۔

گاندھی جی، سبھاش چندر بوس اور بھگت سنگھ جیسے انقلابیوں نے انگریزوں کے خلاف لڑنے کے مختلف طریقے سکھائے لیکن دراصل وہ ایک لحاظ سے ایک ہی تھے۔ اُن سب کو اپنے وطن سے بڑی محبت اور لگاؤ تھا اور وہ بڑے بہادر اور باہمت تھے۔

کے خلاف کھلم کھلا لکھتے اور بولتے رہے اور لوگوں کی بڑی تعداد کو اپنی تحریک کی طرف کھینچتے رہے۔ ہزاروں لوگوں پر لاٹھیاں برسائی گئیں، اُنہیں جیل میں ڈال دیا گیا اور طرح طرح کے دُکھ پہنچائے گئے لیکن وہ سب انہیں ہنسی خوشی سہتے رہے۔ انہوں نے مار ضرور کھائی لیکن مارا نہیں کیونکہ گاندھی جی نے اُنہیں یہی تعلیم دی تھی۔ جیسے ہی یہ لوگ جیل سے رہا ہوتے، ویسے ہی اپنی تحریک پھر شروع کر دیتے اور دوبارہ پکڑ لیے جاتے۔ وہ جانتے تھے کہ اُنہیں کسی بُرے یا شرمناک کام کے لیے سزا نہیں مِل رہی ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ حق پر ہیں۔ یہ لوگ بڑے بہادر تھے اور ہندوستانی قوم



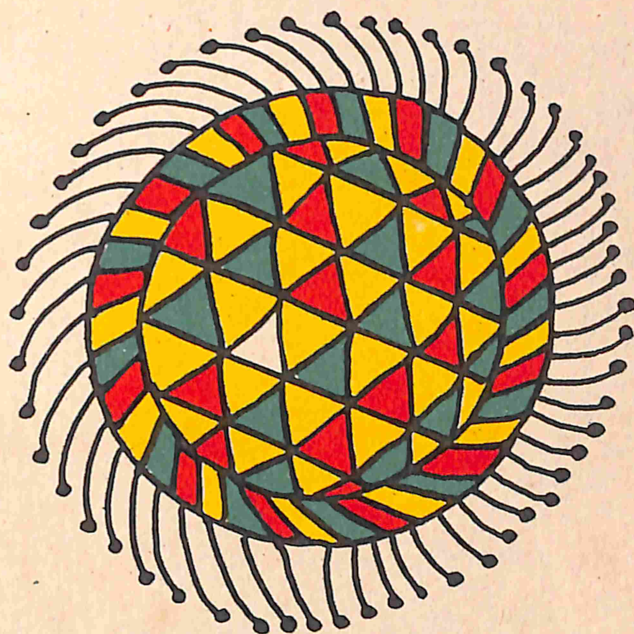

کے نامور سپوت۔ اُنہیں خود اس بات پر خوشی تھی کہ وہ جن اصولوں پر یقین رکھتے تھے اُن کو پانے کے لئے وہ کچھ قربانی دے سکے۔

کچھ ہندوستانی ایسے تھے جو انگریزوں کے ظلم کی وجہ سے اُن سے نفرت کرنے پر مجبور تھے۔ وہ اِس قدر نالاں اور ناراض تھے کہ وہ انگریزوں اور اُن کے افسروں سے اُن کے ہر ظلم کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اِن ہندوستانیوں نے بم پھینکے، ریل گاڑیاں اُلٹ دیں اور قتل کئے کیونکہ اُن کا یقین تھا کہ انگریزوں نے ہندوستان پر جو ظلم ڈھائے ہیں اس کی سزا اُنہیں ضرور مِلنی چاہیئے۔ تم نے بھگت سنگھ کا نام شاید سُنا ہو گا جس نے مرکزی اسمبلی میں بم پھینکا تھا۔

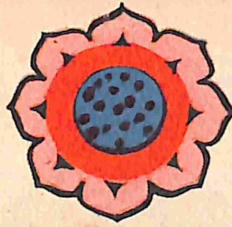
India will find herself again when freedom opens out new horizons and the future will then fascinate her far more than the immediate past of frustration and humiliation. She will go forward with confidence, rooted in herself and yet eager to learn from others and cooperate with them. Today she swings between a blind adherence to her old customs and a slavish imitation of foreign ways. In neither of these can she find relief or life or growth. It is obvious that she has to come out of her shell and take full part in the life and activities of the modern age. It should be equally obvious that there can be no real cultural or spiritual growth based on imitation.

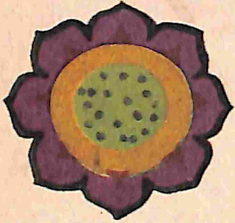
Jawaharlal Nehru

جانتے ہو اُن دنوں بہت سے ہندوستانیوں نے اپنا سب کچھ تیاگ دیا تھا اور وہ ملک کی آزادی کے لئے دُکھ سہہ رہے تھے۔ ہند کے کونے کونے میں بہادری، قربانی اور دیش بھگتی کے قصّے سُنے جانے لگے۔ بہت سے لوگوں نے اپنے پیارے دیس کی خاطر تن، من، دھن کی قربانی دی اور قومی ہیرو کہلائے۔ واقعی! وہ بڑے شاندار دن تھے جن کا بار بار ذکر کرنے کو دل چاہتا ہے۔

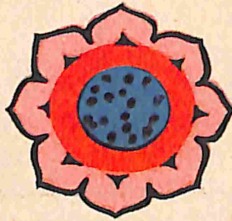


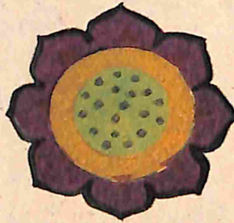
اُن طویل برسوں میں جب ہندوستان اپنی آزادی کا منتظر تھا، نہرو نے ہندوستان کی جنتا کے خوشگوار مستقبل کے خواب دیکھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمارا ملک ایسا ہو جس میں کسان، مزدور اور چھوٹے دکاندار خاص طور پر گاؤں کے دکاندار اچھی زندگی بسر کرسکیں۔ نہرو نے اِن لوگوں کی زندگی کے حالات بہتر بنانے کے لئے پہلے ہی سے بہت سے منصوبے تیار کر رکھے تھے۔ وہ سائنس اور نئے علم کو استعمال میں لانا چاہتے تھے تاکہ اس دیس کے لوگوں کو فائدہ

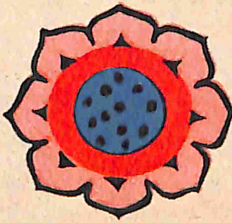


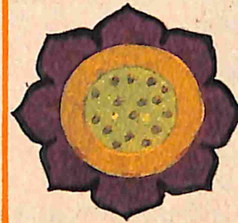


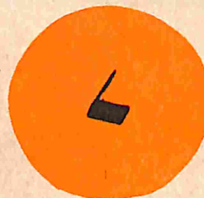










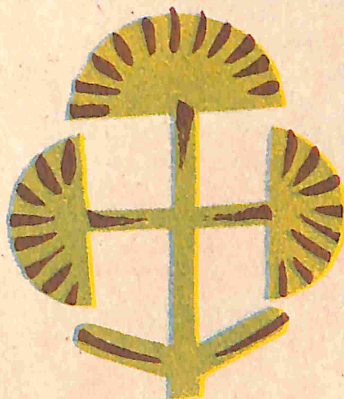



# اپنا گھر

پہونچے۔ نہرو نے کئی اور سپنے دیکھے۔ وہ تھے ایک ایسی دُنیا جس میں ایک دن ہندوستان کو عزت کی جگہ ملے۔ ایک ایسا وقت جب کہ دُنیا کی قومیں ہندوستان کی آواز پر کان دھریں اور اس کے دانش مندانہ مشورے پر عمل کریں۔

جواہرلال نہرو نے سوچا کہ وہ ہندوستان کا جو شاندار مستقبل دیکھنا چاہتے ہیں، غیر مُلکی راج اس میں ایک رکاوٹ ہے۔ اس لئے کسی بھی قیمت پر اس رکاوٹ کو دُور کرنا ہی ہے۔ نہرو، ہندوستان کی جنتا کے ایک بہت بڑے لیڈر بن گئے۔ آج تم اور میں جس مُلک میں رہتے ہیں وہ نہرو ہی کا ہندوستان ہے اور ہماری قوم ابھی تک اُن سپنوں کو پورا کرنے میں مصروف ہے جو نہرو نے دیکھے تھے۔

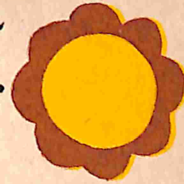
ہندوستان کی ایک پوری نسل نے اپنا سب کچھ تیاگ کر برطانیہ کے خلاف جدوجہد میں اپنی زندگی گزار دی۔ اس جدوجہد میں وہ گاندھی جی کے بتائے ہوئے راستے پر چلے۔ یہ راستہ تھا کسی کو دکھ نہ پہونچانے کا اور تشدد اور نفرت سے کام نہ لینے کا۔ ہندوستان ایک دن آزاد ہوگا، اسی امید نے ان لوگوں کی ہمت بندھائی اور وہ زندگی بھر کٹھن حالات کا سامنا کرتے رہے۔ جب لاکھوں کروڑوں دلوں میں ایک سا جذبہ گھر کرلے تو وہ ایک زبردست قوت بن جاتا ہے جس کے سامنے طاقتور سے طاقتور فوج نہیں ٹھہر سکتی۔ ایک دن ایسا بھی آیا جب برطانیہ کے لئے ہندوستان سے چلے جانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ انگریزوں کو جنتا کے اٹل ارادے نے شکست دے دی اور ہندوستان ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک آزاد مُلک بن گیا۔



جب ہم انگریز سے نجات پانے میں مصروف تھے تو اُس وقت ایک افسوس ناک بات ہوئی۔ کچھ مسلمان راہنماؤں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اس لئے انہیں ایک الگ ملک جسے وہ پاکستان کا نام دیتے تھے، ملنا چاہئے۔ جو پاکستان چاہتے تھے انہوں نے اُن لوگوں کے ساتھ لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا جو ہندوستان کے بٹوارے کے خلاف تھے۔ آپس میں تلخ کلامی ہوتی تھی اور ملک میں افسوسناک فساد بھی ہوئے۔ آخر یہ مان لیا گیا کہ ہندوستان کے کچھ حصّے الگ کر کے پاکستان بنا دیا جائے۔ جب انگریز اس دیس سے چلے گئے تو ہندوستان کا پُرانا نقشہ تین حصّوں میں بٹ چکا تھا۔ بیچ کا بڑا حصّہ تو رہا ہندوستان اور مشرق اور مغرب کے دو ٹکڑے جو ایک دوسرے سے ایک ہزار میل کی دُوری پر تھے پاکستان کی نئی مملکت میں شامل کر دیئے گئے۔ پاکستان کے ان دونوں حصّوں میں جو لوگ اپنے آپ کو پاکستانی نہیں بلکہ ہندوستانی خیال کرتے تھے گھبرا کر اپنے گھر بار چھوڑ کر بڑی تعداد میں ہند آگئے۔ ان کی تعداد کوئی اَسّی لاکھ تھی۔ کچھ لوگ ہند چھوڑ کر پاکستان میں رہنے کے لئے چلے گئے لیکن ان کی تعداد بہت ہی کم تھی۔

پاکستان سے اُجڑ کر آنے والے کہاں جاتے۔ اُن کے لئے نہ گھر تھے، نہ کھانا، نہ کام اور نہ ملازمتیں مختلف طبقوں کے لوگ جن میں امیر، غریب، متوسط الحال، کسان مزدور، تاجر، معلّم اور ڈاکٹر سبھی شامل تھے اپنے گھر جیسے

آزاد ہوجانا ایک بڑا کارنامہ تھا لیکن یہ آزادی ایک سچّے خواب کی ادھوری
تعبیر تھی۔ دیس کو دو حصّوں ہندوستان اور پاکستان میں بانٹ دیا گیا تھا۔ ہمیں
یہ تقسیم ماننا پڑی کیونکہ انگریزی راج سے چھٹکارا پانے کا صرف یہی راستہ
دکھائی دیتا تھا۔



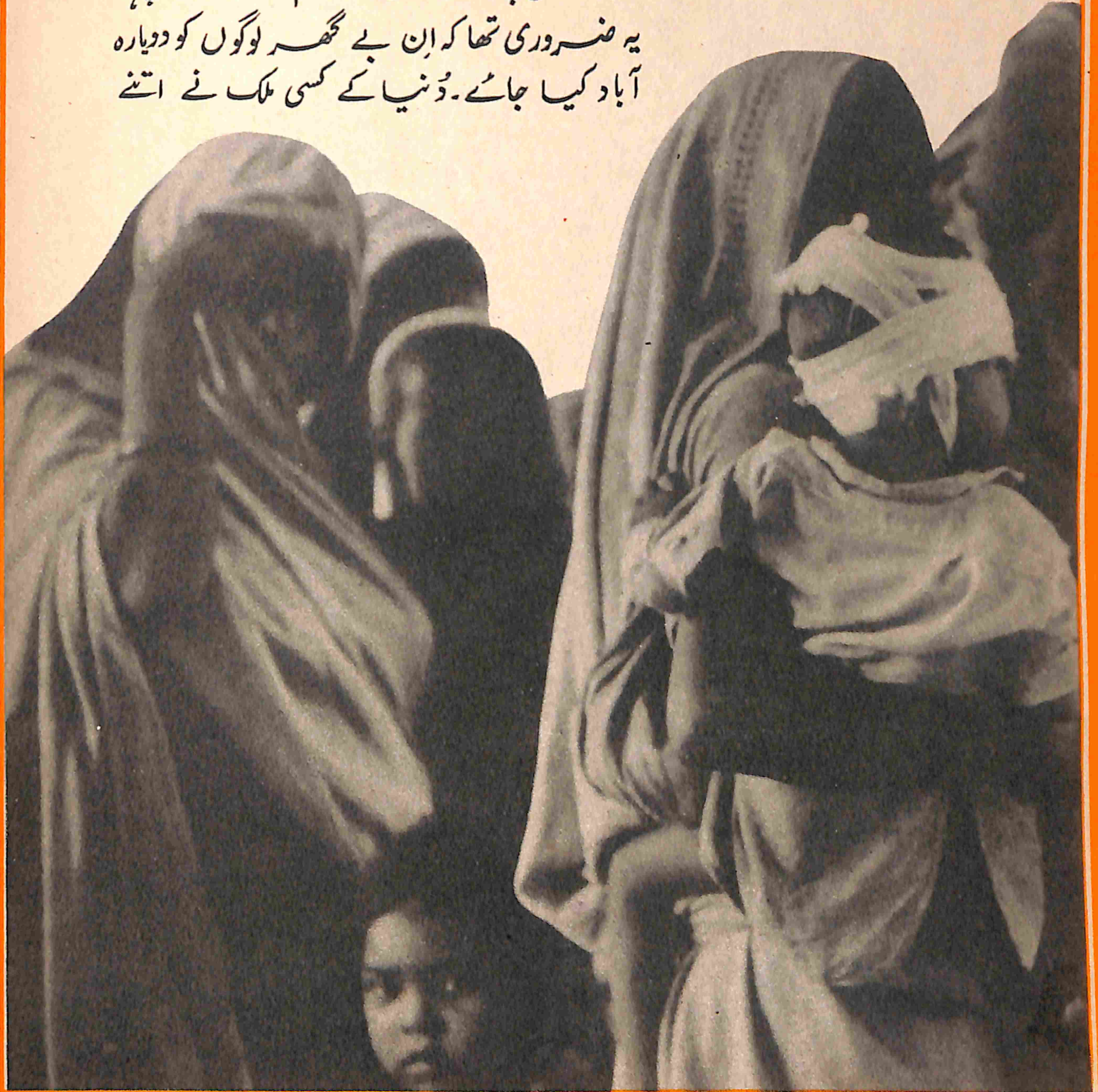
زیادہ بے گھر لوگ پھر سے آباد نہیں کئے جتنے کہ ہند نے کئے

مُلک کے بٹوارے کی وجہ سے صرف یہی ایک مشکل پیش نہ آئی تھی۔ہماری سب سے زیادہ زرخیز زمینوں کے کچھ حصّے اب ایک بدیشی ملک کا حصّہ بن چکے تھے۔اس کا مطلب یہ تھا کہ اب ہندوستان کا رقبہ ہی کم نہیں ہو چکا تھا بلکہ وہ اور غریب بھی ہو چکا تھا۔

ہمیں کسی نہ کسی طرح سے اس کمی کو پورا کرنا تھا۔اگر ہم ایسا نہ کرتے تو آزادی کا سارا مقصد ہی ختم ہو جاتا۔اب جب کہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے تھے ہندوستان کے کروڑوں غریب لوگوں کے بارے میں نہ سوچنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔خالی آزادی اُن کے کِس کام آتی۔وہ کھانے کی بجائے آزادی سے پیٹ نہیں بھر سکتے تھے اور کپڑوں کی جگہ اُسے نہیں پہن سکتے تھے۔یہاں تک کہ آزادی کے بعد جو اچھا احساس پیدا ہوا تھا وہ بھی ہمیشہ کب تک قائم رہتا۔آزادی کی جدّوجہد کے سارے عرصے میں جو معاملہ ہمارے رہنماؤں کو فکرمند رکھتا تھا اب ہم اُسی سے دوچار تھے۔ہم آزاد تو تھے لیکن کیا کرنے کے لئے آزاد ؟

سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ عام لوگوں کی زندگی کو بہتر بنایا جائے۔ اُنہیں کافی اور بہتر خوراک، پینے کا صاف پانی، اچھے گھر، زیادہ آمدنی، ہر بچے کے لئے اسکول اور اونچی تعلیم کے خواہش مند کے لئے کالج، بیماروں کے لئے ڈاکٹر اور ہسپتال، سب کے لئے روزگار اور کچھ آرام اور کچھ وقت کھیل اور تفریح کے لئے مہیّا کرنے کی ضرورت تھی۔اس ملک میں چونکہ تم بہت سے لوگوں کی نسبت زیادہ اچھے حال میں ہو اس لئے تمہیں یہ سب باتیں بڑی معمولی نظر آتی ہیں۔تمہارے اچھے حال کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ تم پڑھ سکتے ہو۔لیکن جب ہم آزاد ہوئے تھے تو اُس وقت سو میں سے صرف پندرہ آدمی ہی لکھ پڑھ سکتے تھے جن میں چھوٹے اور بڑے سبھی شامل تھے۔تمہیں کھانے کو بھی کافی ملتا ہے لیکن جانتے ہو آزادی کے وقت حالت یہ تھی کہ بہت سے ہندوستانی ایک دن میں ایک روپیہ

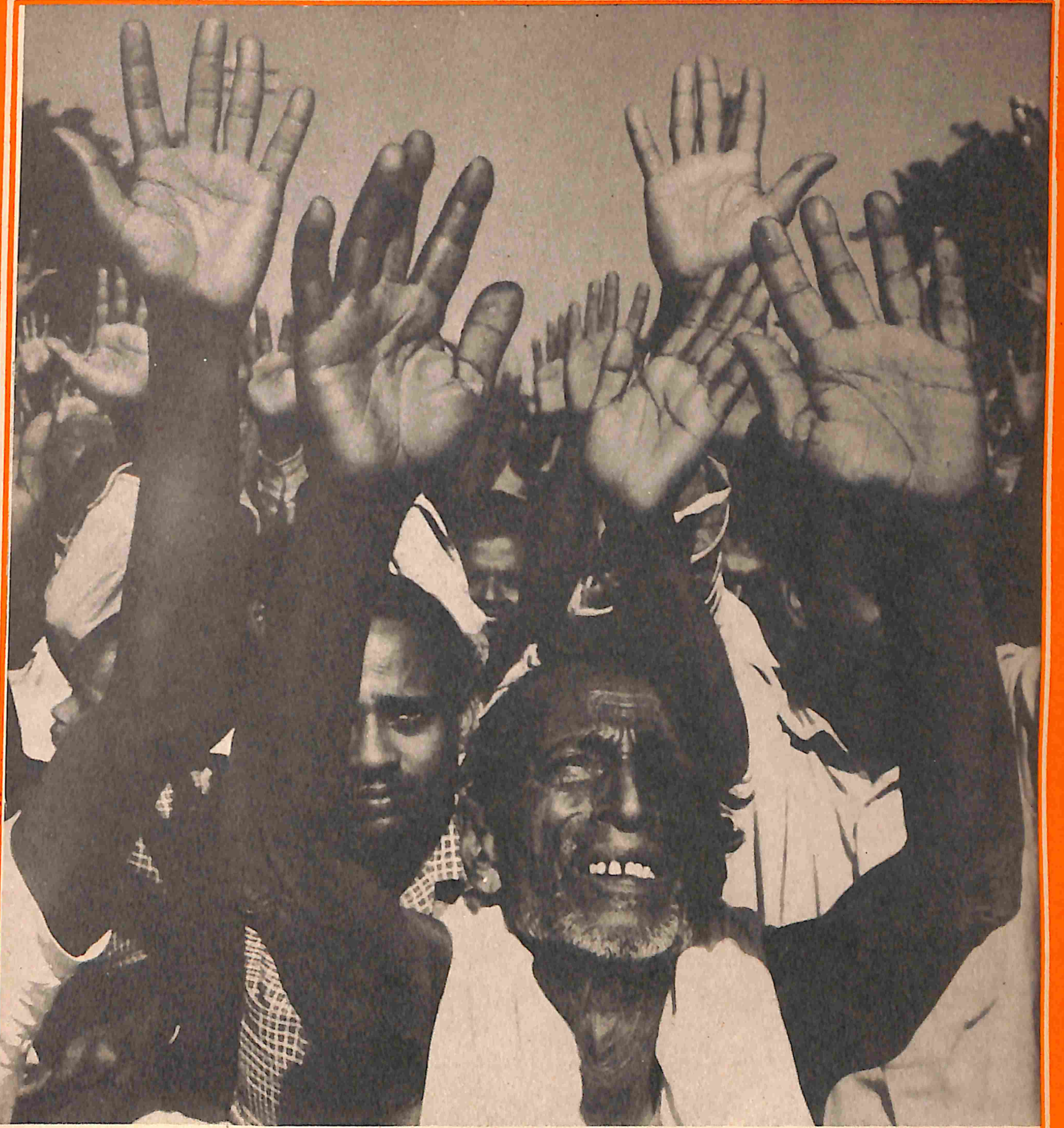
تھے ویسے چھوڑ، پناہ لینے کے لئے بھاگ کر ہندوستان چلے آئے۔ اسی لاکھ لوگوں کو پھر سے آباد کرنا اور انہیں معمول کے مطابق دوبارہ زندگی شروع کرنے میں مدد دینا کوئی معمولی مسئلہ نہ تھا۔ اس کو تو کچھ یوں سمجھو کہ جیسے یک لخت یونان اور بلغاریہ جیسے ملکوں کی ساری آبادی کی دیکھ بھال کا بوجھ آن پڑے۔ کوئی اور کام کرنے سے پہلے یہ ضروری تھا کہ ان بے گھر لوگوں کو دوبارہ آباد کیا جائے۔ دُنیا کے کسی ملک نے اتنے



سے چلے جائیں۔ ہم اپنے کام خود کرنا چاہتے تھے کیونکہ صرف اسی طرح ہی ہم اُنہیں اپنے ڈھنگ سے کر سکتے تھے اور جب تک ہم انہیں اپنے ڈھنگ سے نہیں کرتے، ہند کے عوام تعمیر اور ترقی کی کوششوں میں حصّہ نہیں لے سکتے تھے۔ پھر اگر ہند کی جنتا اس کام میں شریک نہیں ہوتی تھی تو ملک زیادہ آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ آزادی کی لڑائی کے دوران ہماری واحد طاقت تھی ہمارے لوگ اور ان کا اٹل ارادہ۔ یہ بات جنگِ آزادی کے دوران جتنی سچ تھی اتنی ہی سچ وہ زندگی کو بہتر بنانے کی جدوجہد میں بھی تھی۔

ہم جب آزاد ہوئے تو ملک اس حالت میں نہیں تھا کہ زندگی کی نعمتیں ہر ایک میں بانٹی جا سکتیں۔ بانٹنے سے پہلے یہ ضروری تھا کہ ہمارے پاس وسیلے زیادہ ہوں۔ صرف وہی لوگ جو کام کر سکتے تھے ملک کو زیادہ دولت دے سکتے تھے اور یہ دولت دی جا سکتی تھی زیادہ پیداوار کے ذریعے، چاہے وہ زمین سے کی جاتی یا کارخانوں اور ورکشاپوں سے۔

ہندوستان ہمارا گھر تھا جس میں ہم رہتے تھے اور اس کی حالت سدھارنے کا ہم نے تہیہ کر رکھا تھا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم اس کی صفائی اور مرمّت کریں یا محنت سے حاصل کئے ہوئے آرام کے سامان اس میں مہیّا کریں، ہمیں کچھ اور بھی کرنا تھا۔ پہلی بات تو ہمیں یہ دیکھنا تھی کہ ہمارے گھر کی عمارت مضبوط بُنیادوں پر کھڑی ہو اور دوسری بات یہ کہ اس میں کوئی کمرہ بند نہ ہو۔ جس وقت ہندوستان آزاد ہوا اُس وقت ہمارے مُلک میں کوئی چھ سو ریاستیں تھیں جن پر برطانیہ کی سرپرستی کے تحت راجے، مہاراجے اور نواب حکومت کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ بڑی بھی ریاستیں تھیں مثلاً حیدرآباد اور کشمیر۔ دوسری کچھ ہی مربع میل علاقے پر مشتمل چھوٹی چھوٹی جاگیریں تھیں۔ ریاستوں کے بہت سے حکمراں بڑے عیش و عشرت میں زندگی گزارتے تھے جبکہ اِن ریاستوں کے لوگوں کو پیٹ بھر کھانا بھی مُشکل سے ملتا تھا۔ ہر ریاست کے قانون اور ضابطے الگ اور جُدا تھے۔ ہر حکمراں، جو چاہے فیصلہ دے سکتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اِن ریاستوں میں جو ہندوستانی رہتے تھے اُن کی زندگی مُلک کے باقی لوگوں سے



اپنی خوراک پر خرچ نہیں کر سکتے تھے۔

چونکہ انگریز ہمیں حکومت چلانے نہیں دیتے تھے اس لئے اس سے ہماری خودداری اور غیرت کو ٹھیس پہنچتی تھی۔ یہی ایک اور وجہ تھی کہ ہم چاہتے تھے کہ انگریز اس ملک

اختیاروں کا خاتمہ تھا۔ ہند سرکار کے لئے انہیں رضامند کرنا ایک مشکل کام تھا لیکن دو ہی برسوں میں تمام ریاستیں آزاد ہندوستان کا حصّہ بن گئیں۔ مجموعی طور پر کوئی لڑائی یا تلخی نہیں ہوئی۔

ریاست کشمیر کو ہند یا پاکستان میں سے کسی ایک میں شامل ہونے کا اختیار تھا کیونکہ اس کی سرحدیں دونوں ملکوں سے ملتی تھیں۔ آخر میں کشمیر نے ہند میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ پاکستان کو پسند نہیں آیا اور اُس نے وادیٔ کشمیر پر ہلہ بولنے کے لئے ہزاروں حملہ آور بھیج دیئے۔ اُسے اُمید تھی کہ اس حملے سے لوگوں پر اثر پڑے گا اور طاقت کے بَل بوتے پر وہ کشمیر ہتھیا لے گا۔ یہ آزاد ہندوستان پر پہلا حملہ تھا لیکن ہم حملہ آوروں کو مار بھگانے کے قابل تھے۔

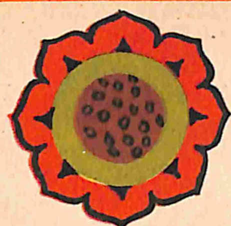
پاکستان سے آئے ہوئے بے گھر لوگوں کو پھر سے آباد کرنا، ریاستوں کو ہندوستان میں شامل کرنا اور کشمیر کی حفاظت یہ تین بڑے کام تھے جن پر بہت سی طاقت، وقت اور روپیہ خرچ ہوا۔ ہمارا اصل کام تھا ہندوستان کے لوگوں کے لئے ایک مناسب گھر تعمیر کرنا جس میں وہ امن، آرام اور خوشی سے رہ سکیں لیکن ہم یہ بڑا کام اتنی جلدی ہاتھ میں نہ لے سکے جتنی جلدی کہ ہم اُسے کرنا چاہتے تھے۔

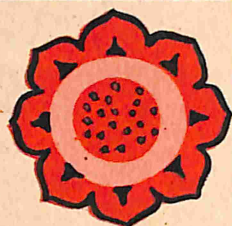
ہند کے لوگوں کے لئے ایک مناسب گھر کی تعمیر شروع ہی سے ایک بہت بڑا کام تھا لیکن یہ اور بھی مشکل ہو چکا تھا۔ ہمیں جتنے لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا تھا ان کی تعداد انگریزی راج کے دنوں کے مقابلے میں دوگنا ہو چکی تھی۔ ہمارے پاس جو دولت اور پونجی تھی ڈیڑھ سو سال کے انگریزی راج کے دَوران اس کا بڑا حصہ لے جایا جا چکا تھا۔ ہمارے لوگ غریب اور اَن پڑھ تھے اور اُنہیں خاص کام اور پیشے کی تربیت حاصل نہ تھی۔ وہ مختلف زبانیں بولتے تھے اور ایک وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اِن میں سے زیادہ تر

مختلف تھی۔ ہم چاہتے تھے کہ سب ہندوستانی ایک ہوں، برابر ہوں اور ایک سی زندگی میں شریک ہوں۔ اپنے گھر ہندوستان میں ہم یہ اجازت نہیں دے سکتے تھے کہ کچھ کمرے بند رہیں۔

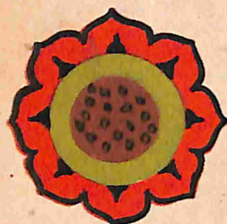
ریاستوں کے بہت سے حکمرانوں کو اپنی ریاستوں سے دست بردار ہونا پسند نہیں تھا کیونکہ اس کا مطلب اُن کی عیش و عشرت کی زندگی اور ریاستوں کے لوگوں پر ان کے





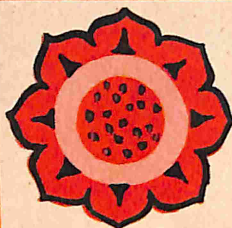




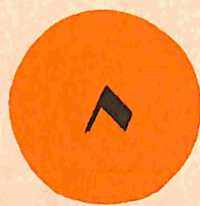








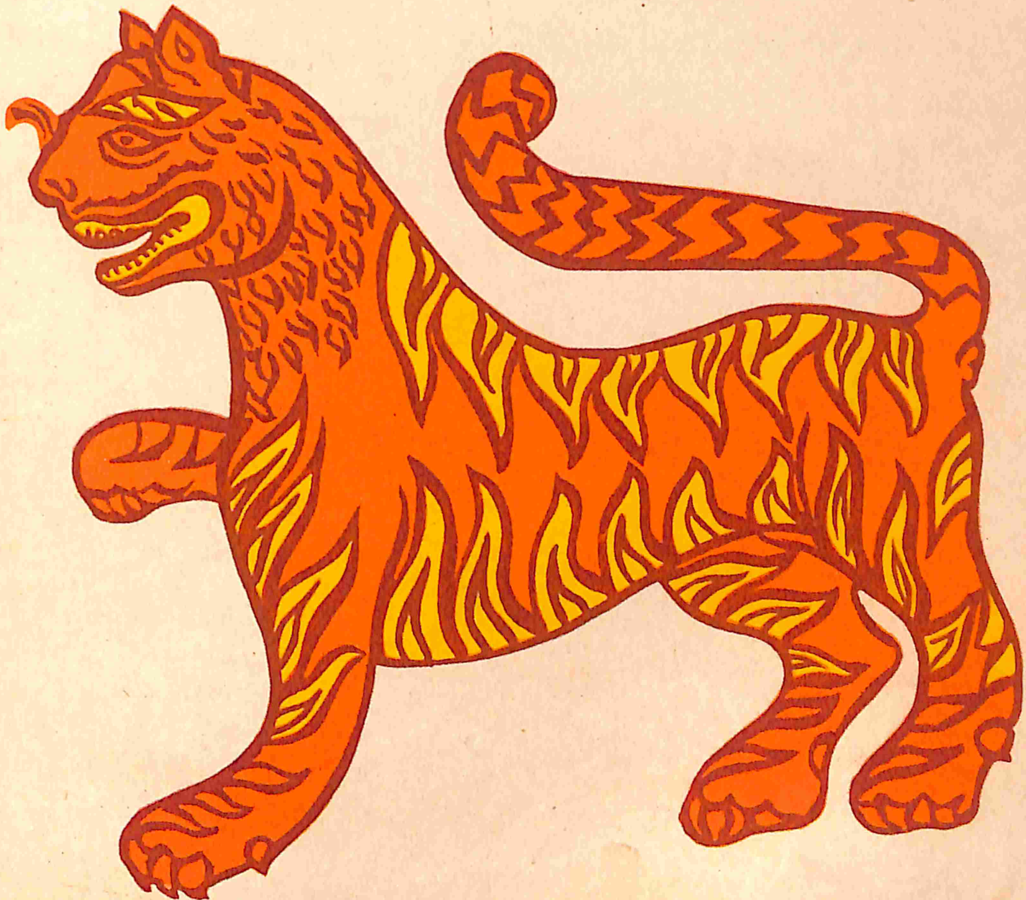





چراغِ راه

کھیتی باڑی کرتے تھے لیکن ان کی زمینوں کی زرخیزی جاتی رہی تھی اور کم سے کم پیداوار ہوتی تھی۔ ہماری راہ میں یہ سب بڑی مشکلیں تھیں لیکن ہم جانتے تھے کہ اگر ہم ٹھان لیں تو ہم کسی بھی مسئلے کو حل کر سکتے تھے۔ ہم کڑی آزمائشوں میں سے گزر چکے تھے۔ کیا ہم نے اس سے پہلے مشکل کام انجام نہیں دیئے تھے؟ ہم نے انگریزوں سے آزادی حاصل کی تھی، ریاستوں کو ہند کا حصّہ بنایا تھا، کشمیر کی کامیابی سے حفاظت کی تھی اور اسّی لاکھ پناہ گزینوں کو پھر سے آباد کیا تھا۔ ان کاموں کے بعد دُوسرے کام انجام دینا مشکل ضرور تھا لیکن ناممکن ہرگز نہ تھا۔

بہت سے ہندوستانیوں کے دلوں میں یہی جذبہ اور احساس تھا لیکن کچھ تھے جو پُرامید نہیں تھے۔ دوسرے ملکوں میں بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ ہندوستان کے لئے ترقی کی راہ پر بڑھنے کا امکان بہت کم ہے اور صرف کوئی معجزہ ہی انہیں کامیاب بنا سکتا ہے۔



کے مینار استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہم شہروں اور قصبوں میں سڑکوں کے نشانوں، عمارتوں اور دُوسری چیزوں کو پہچان کر صحیح راستہ پا لیتے ہیں۔ جنگل میں تنہا مسافر ستاروں، سورج یا چاند کی جانب دیکھ کر یہ اندازہ کر لیتا ہے کہ وہ ٹھیک جانب جا رہا ہے یا نہیں۔ گاؤں سے شہر جانے والی بیل گاڑی کا ہانکنے والا بھی بعض دفعہ سو جاتا ہے کیونکہ اُسے پکا یقین ہوتا کہ جو سڑک اُس نے پکڑ رکھی ہے وہ اُسے منزل تک لے جائے گی۔ لوگوں کے لئے یہ جاننا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں ضروری ہوتا ہے۔ ہر آدمی جو ایک جگہ سے دُوسری جگہ جاتا ہے کسی نہ کسی طرح یہ بات پکی کر لیتا ہے کہ اُس نے جو سمت اختیار کی ہے ٹھیک ہے یا نہیں۔ اُس شخص کے لئے جس کے پاس گنوانے کے لئے نہ وقت ہے نہ قوت، یہ پکا کر لینا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔

ایک بار آزاد ہو جانے کے بعد ہندوستان کو ایک لمبا سفر طے کرنا تھا۔ یہ تھا افسوس ناک غریبی سے ایک ایسے مقام تک کا سفر جہاں ہر ہندوستانی ضرورت سے بے نیاز ہو۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوستان اس حالت میں نہیں تھا کہ وہ اپنی طاقت اور وقت گنوا دے۔ تم سب جانتے ہو کہ روپیہ کمانے کے بہت سے طریقے ہیں۔ روپیہ چوری سے، لوٹ سے، کام کر کے، بھیک مانگ کر، اُدھار لے کر، دھوکہ دے کر، لاٹری جیت کر، یا گڑھا خزانہ ڈھونڈ کر پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ مسئلہ صرف ایک آدمی کا ہوتا تو وہ خود یہ فیصلہ کر سکتا تھا کہ وہ ان میں سے کون سا طریقہ اپنا کر روپیہ کمانا چاہے گا لیکن ستاون کروڑ لوگوں کے مُلک کا کیا کیا جائے؟ کیا اس ملک کے لوگوں کو خود یہ فیصلہ نہیں کرنا ہوگا کہ وہ دولت مند بننے کے لئے کون سا طریقہ اپنانا چاہیں گے؟ اگر تم درجن بھر بچے ایک بڑے پتھر کو ہٹانا چاہو لیکن اُسے مختلف سمتوں سے دھکیلو تو وہ پتھر نہیں ہلے گا۔ لیکن اگر تم مل کر یہ فیصلہ کر لو کہ کس طرف سے سب زور لگائیں گے اور "ایک دو تین" کہہ کر اُسے دھکیلو تو یہ پتھر تیزی سے لڑھک جائے گا۔ اسی لئے ہم ستاون کروڑ ہندوستانیوں کے لئے مل کر ایک راستہ چننا اور اُس پر مل کر آگے بڑھنا نہایت ضروری تھا۔

لوگوں کو بہتر زندگی مہیا کرنے کے لمبے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ہی



کیا کبھی تم راستہ بھولے ہو ؟ اگر نہیں تو تم انوکھے انسان ہو کیونکہ بہت
سے لوگ کبھی نہ کبھی راستہ بھول ہی جاتے ہیں۔ وہ اگر بھولے سے غلط
راستے پر مُڑ جائیں تو اُنہیں ٹھیک جگہ تلاش کرنے میں بڑی دِقّت آتی ہے۔ رات میں
جب سمندر میں طوفان آتا ہے تو جہازوں کو خطرے سے خبردار کرنے کے لئے روشنی

اور اس کے اس حق کی نگہداشت حکومت کرے گی۔ ہر ایک کے وقار کا خیال رکھا جائے گا اور احترام کیا جائے گا اور حکومت، لوگوں میں بھائی چارے کے جذبے کو بڑھاوا دے گی تاکہ قوم کا اتحاد اور ایکتا ہمیشہ بنی رہے۔

آئین کا ایک اہم حصّہ بنیادی حقوق ہیں۔ یہ وہ حق ہیں جو ہر ہندوستانی شہری کو پیدائش ہی سے حاصل ہیں۔ نہ تو انہیں چھینا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان سے محروم رکھا جاسکتا ہے۔ تمہارا یہ بنیادی حق ہے کہ تم جس طرح



हम भारत के लोग भारत को
समस्त नागरिकों को
विश्वास धर्म और उ
प्त कराने तथा उन
ने वाली बंधुता बढ़
सभा में एतद्‌द्वारा इस संविधान

چاہو سوچو، اور جس مذہب کو چاہو مانو۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ کوئی شخص تم سے اس لئے ناواجب سلوک نہیں کرسکتا کہ تم کسی خاص ذات سے تعلق رکھتے ہو، کام یا ملازمت سے اس لئے محروم نہیں رکھ سکتا کیونکہ تم مرد نہیں محض عورت ہو

ہندوستان نے اپنا راستہ چُن لیا تھا۔ ہند کے لوگوں نے ایک مشعل جلائی تاکہ بھٹکنے پر انہیں صحیح راہ مِل جائے اور انہیں ہمیشہ یہ یاد رہے کہ وہ کیا کرنے نکلے تھے۔ یہ مشعل یا راستہ دکھانے والا ستارا تھا ہمارا آئین۔ اس اہم دستاویز میں ہم نے وہ سب باتیں درج کیں، جن میں ہم یقین رکھتے تھے، جو کام انجام دینا چاہتے تھے اور انہیں جس خاص ڈھنگ سے کرنا چاہتے تھے۔ اُس میں یہ درج ہے کہ مُلک کا انتظام کیسے چلایا جائے گا۔ تم ہند کے آئین کو جدید ہندوستان کی مقدس کتاب کہہ سکتے ہو۔ یہ کتاب، ہر بات اور معاملے میں ہمیں راہ سُجھاتی ہے اور ماں باپ کی طرح ہماری ویسی ہی دیکھ بھال کرتی ہے جیسی کہ ہم چاہتے ہیں۔

क सम्पूर्ण प्रभुत्व सम्पन्न लोकतंत्रात्मक गणराज्य बनाने तथा उसके
ामाजिक आर्थिक और राजनैतिक न्याय, विचार अभिव्यक्ति
ासना की स्वतंत्रता, प्रतिष्ठा और अवसर की समता प्रा-
बमें व्यक्ति की गरिमा और राष्ट्र की एकता सुरक्षित कर
ने के लिये दृढ़ संकल्प होकर अपनी इस संविधान
ो अंगीकृत, अधिनियमित और आत्मार्पित करते हैं।

ہمارا آئین کہتا کیا ہے؟ پہلی بات تو وہ یہ کہتا ہے کہ اِس مُلک میں ہر فیصلہ لوگ کریں گے اور اُن کی مرضی اور رائے ہی ہمیشہ اہم اور مقدم ہوگی۔ دوسری یہ کہ ہند کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اُسے انصاف، آزادی اور برابری ملے

ساتھ من مانا سلوک کرتے تھے۔ مختلف مذہبوں کے لوگ بھی بلا روک ٹوک ایک دوسرے سے گھُلتے ملتے نہیں تھے۔ بعض لوگوں کے ساتھ جنہیں "اچھوت" سمجھا جاتا تھا دوسرے ہندوستانی بُرا برتاؤ کرتے تھے۔ اگر ایک شخص غریب پیدا ہوتا تھا تو اس کے لئے اپنی حالت سُدھارنے کے موقعے بہت ہی کم ہوتے تھے۔ بہت سے لوگ جو تھوڑا کچھ اُن کے پاس تھا اُسی پر قناعت کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اُن کی قسمت میں یہی



یا تمہیں اسکول میں داخلہ دینے سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ تم کسی خاص مذہب کے ماننے والے ہو۔ قانون ہر ایک کے لئے ایک سا ہے، چاہے وہ بڑا ہے یا چھوٹا، اہم ہے یا غیر اہم، امیر ہے یا غریب۔

اگر کوئی شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ سرکار نے اُس سے بے انصافی کی ہے تو معاملہ وہیں پر ختم نہیں ہو جاتا۔ اگر اس سے واقعی بے انصافی ہوئی ہے تو وہ قانونی عدالت میں جاکر اپنا حق واپس لے سکتا ہے۔ عدلیہ پر جس کے سبھی ریاستوں میں ہائی کورٹ ہیں سرکار کا اثر و رسوخ نہیں چلتا۔ ہائی کورٹ سے اونچی ہے سپریم کورٹ جو اپیل دائر کرنے پر کسی بھی مقدمے کی پھر جانچ پڑتال کر سکتی ہے۔ سینکڑوں ایسے مقدمے ہوئے ہیں جن میں عدالتوں نے ایک عام آدمی کے حق میں اور سرکار کے خلاف فیصلے دیئے ہیں۔ ہمارے آئین کے ہوتے ہوئے کسی کو ضرورت نہیں کہ وہ اپنے کو لاچار سمجھے۔

تم خوب جانتے ہو کہ ہندوستان میں ہمیشہ ایسی صورتِ حال نہ تھی۔ انگریز جب اس مُلک میں تھے تو انہوں نے ہندوستانی ججوں کو یہ اجازت نہ دی کہ وہ انگریزوں کے مقدمے سُنیں۔ بہت ہی کم ہندوستانیوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل تھا۔ لوگوں کو اپنے ملک کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے کا اختیار نہ تھا اور نہ ہی وہ کھلم کھلا اپنے من کی بات کہہ سکتے تھے۔ اگر وہ کہتے تھے تو انہیں جیل میں ڈال دیا جاتا تھا۔

انگریزوں کے آنے سے پہلے بھی اس لحاظ سے حالات بڑے خراب تھے۔ بلاشبہ سبھی ہندوستانی برابر نہ تھے۔ بعض کے پاس دوسروں کی نسبت دولت اور طاقت زیادہ تھی۔ اُس زمانے میں بھی امیر، غریبوں سے ناجائز فائدے اُٹھاتے تھے۔ ملک کے ہر حصے کے قانون اور ضابطے مختلف تھے۔ جو لوگ اونچے عہدوں پر تھے، غریبوں کے

قومی نظریہ رکھنا ہوگا۔ اسے ہم کہتے ہیں سیکولر یعنی مذہبی امتیاز سے بالاتر رویہ۔

تمام بڑے عقیدوں اور اُن لوگوں کے جذبات کو ہمارے آئین میں جگہ دی گئی ہے جنہوں نے جنگ آزادی میں ہماری رہنمائی کی اور جو چاہتے تھے کہ یہ مُلک تیزی سے ترقی کرے۔

ہم مغربی ملکوں کے مفکروں کے ذریعے جنہوں نے ڈیڑھ سو سال کے دوران آزادی کی بہت سی تحریکوں میں رُوح پھونکی تھی، آزادی، برابری، انصاف اور انسانی وقار کے نظریوں سے بھی روشناس ہوئے۔ ہم نے اپنے آئین میں وہ سب باتیں شامل کرلیں جنہیں ہم نے سب سے زیادہ اچھا، نیک، ٹھیک اور ضروری سمجھا۔ آئین تیار کرنے میں کوئی تین برس لگے۔ اس کے بعد جب یہ سارے نظریئے ایک جگہ اکٹھے کرلئے گئے تو لوگوں نے باقاعدہ فیصلہ کیا کہ آیندہ یہی ہندوستان کے لئے مشعلِ راہ ہوں گے۔ ہندوستان کا آئین ۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء کو لاگو ہوگیا اور ہندوستان ایک جمہوریہ بن گیا۔ ہماری تاریخ میں یہ بڑا اہم دن تھا اور ہم ہر سال اپنی جمہوریہ کی سالگرہ بڑی خوشی اور دھوم دھام سے مناتے ہیں۔

ہمارے آئین کا خاص پہلو اُس کے مملکتی پالیسی کے اصول ہیں۔ جس طرح باقی آئین ہمیں راہ سجھاتا ہے اُسی طرح یہ اُصول اس منزل کی نشان دہی کرتے ہیں جہاں ہمیں بالآخر پہنچنا ہے۔ مقصد کی تصویر سامنے ہو تو مستقبل کی پالیسیاں ڈھالنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

ہدایتی اصولوں میں حکومت سے کہا گیا ہے کہ وہ ایک ایسے ہندوستان کے لئے کام کرے جس میں سب سے زیادہ توجہ لوگوں کی بھلائی کی طرف دی جاتی ہو اور جس میں سبھی ہندوستانیوں کو سبھی معاملوں میں برابری حاصل ہو، چاہے وہ معاملے ہوں دولت، طاقت یا حالات سُدھارنے کے موقعے۔ دوسرے لفظوں میں ہم ایک ایسا ہندوستان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں جس میں طبقے، ذاتیں اور تفرقے نہ ہوں

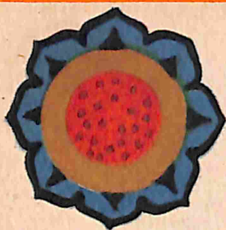
کچھ لکھا ہے۔

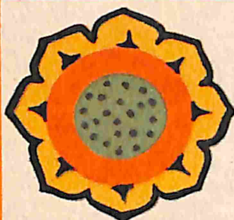
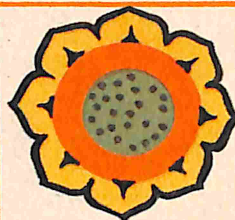
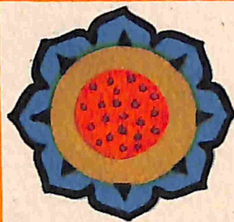
ہمارا آئین اِن سب باتوں کو بدلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اب ہند کے لوگوں کی قسمت ویسی ہی ہوگی جیسی کہ وہ خود بنائیں گے۔ ہم جس قسم کا ہندوستان بنانا چاہتے ہیں اُس میں اُن کی تمنائیں اور خواب اتنے ہی اہم ہوں گے جتنی کہ اُن کی ضرورتیں۔ کسی بھی ہندوستانی کو چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا اور حقیر کیوں نہ ہو، نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔

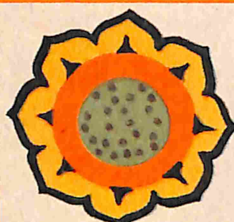
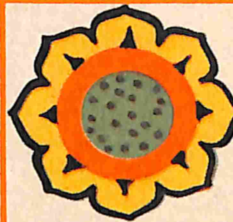
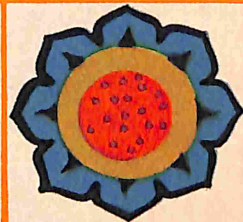
آزادی، برابری، انصاف، ایک سا برتاؤ اور بھائی چارے کے اچھے اور نیک نظریئے اور خیال کہاں سے آئے؟ یہ خود ہمارے اندر سے یعنی ہمارے اپنے تجربے سے اور باہر سے یعنی دوسرے ملکوں کے تجربے سے آئے۔

جس طرح پیاسا پانی کو ترستا ہے اُسی طرح انگریزی راج کے دنوں میں ہم آزادی کے لئے ترستے تھے۔ درحقیقت آزاد ہونے سے کئی سال پہلے ہمارے رہنماؤں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ دوسری قوموں کی طرح ہندوستان کے لوگوں کو بھی حق ہے کہ وہ آزاد ہوں، اپنی محنت کا پھل کھائیں اور اُنہیں زندگی کی تمام بنیادی آسائشیں میسر ہوں تاکہ انہیں بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقعہ مل سکے۔ ہمارے رہنما شدّت سے محسوس کرتے تھے کہ ملک ترقی اور تعمیر کے راستے پر آگے جانے کی بجائے پچھڑتا جا رہا ہے۔ اِس ملک کے لوگوں کی خراب حالت کے متعلق گاندھی جی کو سخت تشویش تھی۔ اسی لئے انہوں نے کہا تھا کہ میں جب تک ہر آنکھ سے ہر آنسو پونچھ نہیں لیتا، چین سے نہیں بیٹھوں گا۔

آزادی سے ذرا ہی پہلے جواہر لال نہرو نے ہمیں یاد دلایا تھا کہ ہندوستان ہمیشہ بہت سے مذہبوں اور عقیدوں کا دیس رہا ہے اور آیندہ بھی ویسا ہی رہے گا۔ اس ملک میں سبھی مذہبوں اور عقیدوں کی ایک سی عزت اور احترام کیا جائے گا لیکن ہر ہندوستانی کو چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا کیوں نہ ہو، قوم کا وفادار ہونا ہوگا اور ایک سا



۹

ہمارا اپنے ڈھنگ کا منصوبہ

اور جس میں سب لوگ برابر کے شریک ہوں۔ قدر کے قابل بہت سی چیزوں کی مانند ان اُونچے مقصدوں کا ذکر آسان تو ہے لیکن ان کو پانا سہل نہیں۔ پھر بھی ان کا ذکر، ان کا قبول لنا اور آدرش سمجھ کر اُن پر عمل کرنا آگے لے جانے والا ایک بہت بڑا قدم ہے۔

ہمارے آئین میں کہا گیا ہے کہ لوگوں کی مرضی سب سے بالاتر ہوگی۔ لوگ اپنی رائے اور مرضی کا اظہار کیسے کرتے ہیں؟ وہ یوں کرتے ہیں کہ ایک شخص کو اپنا نمایندہ چُن لیتے ہیں جو اُن کی طرف سے بولتا ہے۔ یہ چناؤ گاؤں پنچایت سے لے کر پارلیمنٹ تک ہوتے ہیں۔ ہر بالغ کو یہ رائے دینے کا حق ہے کہ ملک کی حکومت اور انتظام کو کیسے چلایا جائے۔ جب تک بہت سے لوگ کسی معاملے میں اپنی مرضی ظاہر نہیں کرتے اس کے بارے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک ایسے مُلک کے لئے جس کو اکثر بادشاہوں اور بدیشی حکمرانوں نے دبائے رکھا ایک بہت بڑی بات ہے۔

ہمارے نئے آئین کے تحت ہمارا پہلا عام چناؤ بیس سال پہلے ہوا تھا۔ ہمیں کُل مِلا کر چار ہزار چار سو نمایندے پارلیمنٹ اور ریاستی اسمبلیوں کے لئے چننا پڑے تھے۔ سترہ کروڑ ساٹھ لاکھ لوگوں نے ووٹ ڈالے۔ ان میں سے بہت سے ووٹر نہ لکھ سکتے تھے اور نہ پڑھ سکتے تھے۔ دنیا میں اِس سے پہلے کبھی ایسا چناؤ نہیں ہوا تھا جس میں اتنے زیادہ لوگوں نے ووٹ ڈالے ہوں۔ جس پُرامن اور بے لاگ طریقے پر یہ چناؤ ہوا اس کی سب نے تعریف کی۔ پانچ سال بعد جب پھر چناؤ کرانے کا وقت آیا تو ووٹ ڈالنے والوں کی گنتی دو کروڑ اور بڑھ چکی تھی لیکن چناؤ پھر بڑی آسانی اور امن کے ساتھ ہوئے۔

اب یہ واضح ہو چکا تھا کہ ہم اپنے ملک میں جمہوریت کے بیج کامیابی سے بو چکے ہیں۔

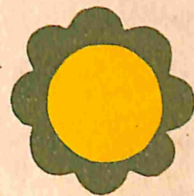
اگر کنبے کے لوگ اپنا سارا روپیہ اس بچے کی بیماری پر خرچ کردیں تو وہ کہاں سے کھائیں گے؟ اگر بیمار بچہ صحت پانے پر بھوکا رہتا ہے تو وہ پھر بیمار پڑ سکتا ہے۔ اگر باپ بھوکا رہتا ہے تو وہ کام نہیں کرسکتا یا اپنے بال بچوں کے لئے کما کر نہیں لاسکتا۔ اگر ماں کو کھانا نہیں ملتا تو وہ پکا نہیں سکتی، صفائی نہیں کرسکتی یا اپنے خاوند اور بچوں کی دیکھ بھال نہیں کرسکتی۔

اس لئے ان سب کو کھانا ضرور ملنا چاہیئے۔ انہیں کپڑے بھی ضرور ملنے چاہئیں۔ اگر کچھ بچے سکول جاتے ہیں تو اُن کے لئے کتابیں بھی ضروری ہیں۔ باپ کے پاس کچھ پیسے بھی ہونے چاہئیں۔ فرض کرو کہ اُسے دُور نہیں بھی جانا ہے تو بھی اس کے پاس کچھ روپیہ ہونا چاہیئے تاکہ وہ اپنے کام میں استعمال آنے والے اوزار وغیرہ خرید سکے۔

اسی طرح ہر کنبے کو اور سینکڑوں چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً جوتے، دریاں، صابن، کنگھی، ٹرانزسٹر ریڈیو، سائیکل، کمبل، جھاڑو، اخبار، کھانا پکانے کے برتن، نئے کپڑے وغیرہ۔ کبھی کبھی باپ چاہتا ہے کہ وہ اپنے بال بچوں کو سینما دکھانے لے جائے۔ ماں اپنا گھر زیادہ خوبصورت بنانے کے لئے پھولدان چاہتی ہے یا بچے ایک نیا فٹ بال یا اپنے دوست کے لئے تحفہ یا کسی نئی جگہ کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔

یہ سبھی چیزیں جو ایک کنبہ چاہتا ہے اہم ہیں لیکن اتنی اہم نہیں ہیں۔ ان میں سے کچھ تو بالکل ضروری ہیں اور فوراً چاہئیں اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جن کے لئے کچھ دیر انتظار کیا جاسکتا ہے اگرچہ مل جائیں تو فائدہ مند ہوسکتی ہیں۔ باقی چیزیں ایسی ہیں جن کے بغیر بھی کام چل جاتا ہے لیکن اگر پاس ہوں تو خوشی ہوتی ہے۔ اُن چیزوں کو جن کے بغیر کام چل سکتا ہے ہم آرام اور آسائش کی چیزیں کہتے ہیں۔ غریب لوگوں کے پاس آرام و آسائش کی چیزوں کے لئے پیسہ نہیں ہوتا۔

ضروریات یا وہ چیزیں جن کے بغیر کام نہیں چلتا سب ان تھوڑے سے روپوں میں



ایک ایسے غریب کنبے کے بارے میں سوچو جس کا ایک بچہ بیمار پڑ
گیا ہو۔ ڈاکٹروں اور دوائیوں پر بڑا روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے لیکن
بیمار بچے کو پھر صحت دلانا قدرتی طور پر اس کنبے کے لئے سب سے
اہم بات ہے۔

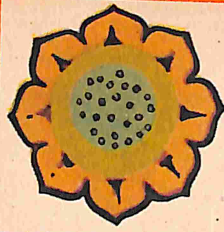
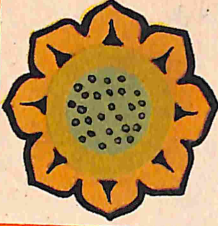
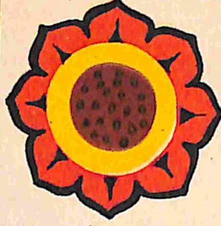
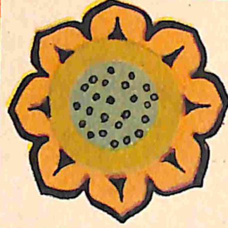
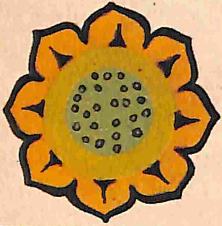
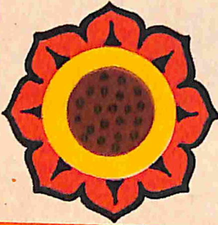
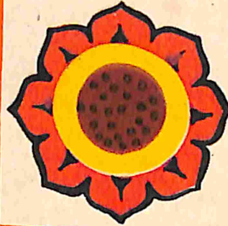
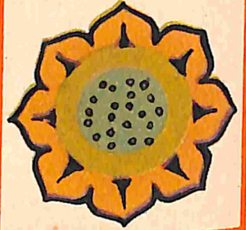
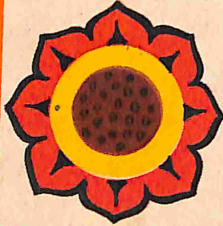
کریں گے" تو انہیں نہ صرف یہ سوچ لینا چاہیئے کہ وہ کتنی سبزی خود اُگاتے ہیں یا بازار سے خریدتے ہیں بلکہ کتنا تیل کھانا پکانے میں خرچ ہوگا، کتنا ایندھن چولھے میں جلے گا، کتنے برتن درکار ہوں گے، کتنا وقت صرف ہوگا اور یہ بھی کہ کون کون شخص اِن میں سے کون سا کام کب اور کیسے کرے گا۔ احتیاط برتنے والے بہت سے گھروں میں بھی کئی دفعہ کھانا جل جاتا ہے یا خراب ہوجاتا ہے اور پھینکنا پڑتا ہے۔ اگر گھر والے اپنی اسکیم بناتے وقت اس قسم کے نقصان کو دھیان میں نہیں رکھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ اُنہیں غذا پر خرچ کی جانے والی علیحدہ رکھی ہوئی رقم سے زیادہ روپیہ خرچ کرنا پڑے۔

ہم دو طرح کے پلان یعنی منصوبے بنا سکتے ہیں۔ ایک منصوبہ تو یہ ہوسکتا ہے کہ ہم ایسا انتظام کرلیں کہ سب سے زیادہ ضرورت کی چیزیں برابر ملتی رہیں۔ ہم ابھی جس کنبے کا ذکر کررہے تھے وہ کھانے، کپڑوں اور دوائیوں کے بغیر گزارہ نہیں کرسکتا۔ اس لئے وہ لوگ ہر مہینے حساب لگاتے ہیں اور یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ ہر چیز پر کتنا خرچ کریں گے۔ اُن کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ وہ اُن چیزوں کے متعلق سوچ بھی سکیں جو اُن کی زندگی کو زیادہ آرام دہ اور خوش گوار بنا سکتی ہیں۔ اس لئے وہ اِن چیزوں کے خرچ کو اپنے تخمینے میں شامل ہی نہیں کرتے۔ وہ سال بہ سال ہر مہینے یہی کچھ کرتے رہتے ہیں۔ ان کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ وہ کسی نئی جگہ سیر کے لئے نہیں جاتے۔ کوئی نیا کھلونا نہیں خریدتے اور نہ ہی نئی کتابیں خرید کر پڑھتے ہیں۔ یہ کنبہ بمشکل گزارہ کرتا ہے اور ان کے حالات کسی بھی طرح اچھے نہیں ہوتے۔ یہ تو ہے ایک منصوبہ جو ایک کنبہ بنا سکتا ہے۔

دُوسرا پلان وہ ہے جس میں یہ مقصد سامنے ہو کہ کچھ نہ کچھ کیا جائے تاکہ آج سے کل حالت بہتر ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ شاید تم اپنا مقصد فوراً نہ پاسکو لیکن تم ایسے منصوبے تو بنا سکتے ہو جو بعد میں تمہیں اپنے حالات بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہوں۔ حالت بہتر

سے خریدنا پڑتی ہیں جو ایک کنبہ ہر مہینے کماتا ہے۔ کوئی اہم چیز رہ نہ جائے، یہ بات پکّی کرنے کے واسطے گھر والوں کو ضرور ایک اسکیم بنا لینی چاہیئے اور پہلے ہی سے فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ وہ اپنا روپیہ کیسے خرچ کریں گے۔ خوراک پر کتنا، کپڑوں پر کتنا، مکان کے کرائے پر کتنا اور دُوسری چیزوں پر کتنا۔ جتنا زیادہ تفصیل سے وہ سوچیں گے اور پہلے سے فیصلہ کر لیں گے اتنی ہی اُن کی اسکیم اچھی ہوگی۔ مثلاً جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم "خوراک پر اتنا روپیہ خرچ





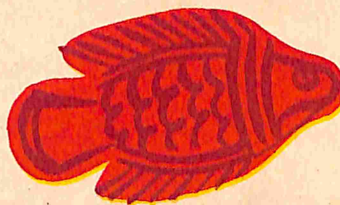

عوام کی بادشاہت

بنانے کے لئے تمہیں کتنی دیر انتظار کرنا ہوگا اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ تم اس وقت کتنے غریب ہو، اپنا مقصد پانے کے لئے کتنی سخت محنت کر سکتے ہو، دوسرے تمہاری کتنی مدد کر سکتے ہیں اور تم کتنی قربانی دینے کے لئے تیار ہو۔

اگر آج کوئی چیز خریدنے کی تم توفیق نہیں رکھتے تو تمہیں چاہئے کہ تم پیسہ پیسہ بچانا شروع کر دو تاکہ ایک روز تمہارے پاس اتنی رقم ہو جائے کہ تم اس چیز کو خرید سکو۔ اس سے بھی اچھا یہ ہوگا کہ شاید تم اسے خود اپنے ہاتھ سے بنا سکو۔ اگر تم ایسا کر سکو تو بلاشبہ تمہیں اپنا کچھ روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں شاید تمہیں اُس جگہ جانا پڑے جہاں پر تم اس کو بنانا سیکھ سکتے ہو اور وہ سامان لے سکتے ہو جس کی کہ تمہیں ضرورت ہے۔

اگر تم کامیاب ہو جاؤ تو شاید تم یہی چیز دوسروں کے لئے بھی بنا سکو۔ وہ بھی تمہارے اس دلچسپ کام میں شامل ہو جائیں گے اور تم سے سیکھیں گے کہ وہ خود اس کو کس طرح بنائیں۔ اِس طرح سے جلد ہی اس چیز کو حاصل کرنا بڑا آسان ہو جائے گا اور اس پر لاگت بھی کم آئے گی۔ تم نے اس چیز کو پانے کے لئے جتنے پیسے خرچ کئے تم سے کم عمر کے بچّوں کو اس کے لئے بہت کم پیسے خرچ کرنے پڑیں گے۔ اگر بہت سی چیزوں کے بارے میں یوں ہو جائے تو اس کا مطلب کیا یہ نہ ہوگا کہ کسی نہ کسی لحاظ سے بہت سے لوگوں کی زندگی بہتر ہو گئی؟

یہی وہ دوسری قسم کا منصوبہ ہے جو ہندوستان نے آزادی کے فوراً بعد اپنے لئے بنایا۔ ہندوستان کے لوگ آزادی کے وقت جس سطح اور معیار پر زندگی بسر کر رہے تھے وہ اسی پر نہیں بلکہ اُس سے بہتر معیار کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔



کسی کام کو کرانے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ حکم دے دیا جائے جس طرح کہ ایک فوجی کمانڈر حکم جاری کرتا ہے بعض دفعہ کنبے کا مکھیا تک یہ حکم دے سکتا ہے کہ فلاں اہم معاملے میں "تم یہ کروگے" اور "تم یہ نہیں کروگے"۔ بہت سے کنبوں میں اِس قسم کے حکم بلا چوں چرا مانے جاتے ہیں۔ ہم بھی ہندوستان میں اِسی طریقے پر عمل کرکے کام کرا سکتے تھے۔ ہماری حکومت ایک ڈکٹیٹر ہوسکتی تھی۔ اور وہ جو کام کرانا چاہتی اس کے لئے لوگوں کو صرف حکم دے سکتی تھی۔ حکم نہ ماننے پر وہ سزا دے سکتی تھی۔ اِس طرح سے حالت تیزی کے ساتھ سُدھر جاتی اور ہمارے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی خرابی پیدا نہ ہوتی لیکن ہمارے لوگوں نے سوچا کہ یہ طریقہ ہمارے لئے اچھا نہیں۔ ہم ڈر اور مجبوری کے تحت کام کرنے کے قایل نہ تھے۔

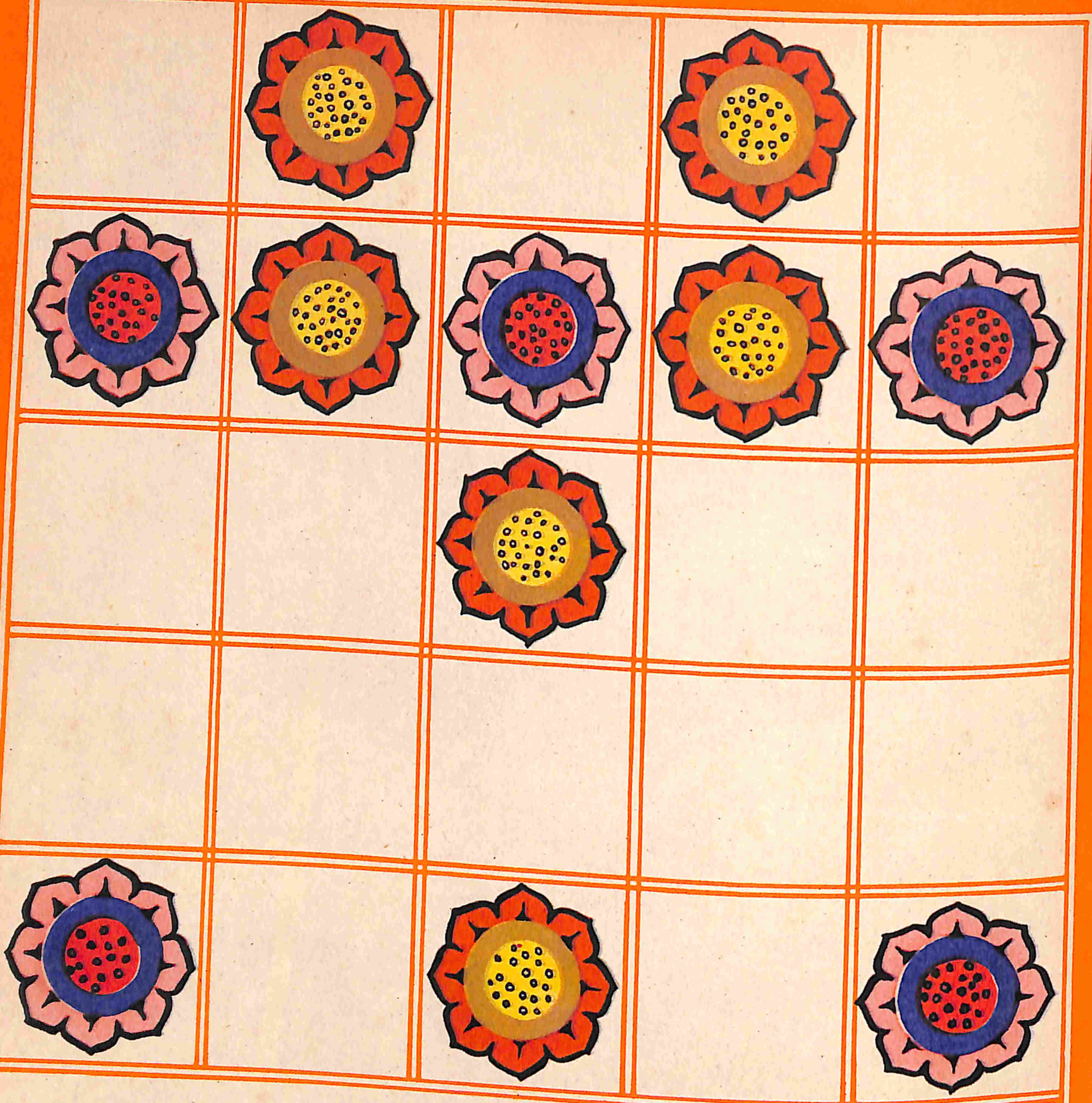
تم ہی بتاؤ! کیا تم یہ بات پسند کروگے کہ تمہیں اپنے گھر والوں کے لئے کام کرنے کا حکم دیا جائے؟ کیا تم یہ پسند نہیں کروگے کہ یہ کام تم ہی پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ تم خود اُسے کرنا چاہتے ہو؟ اگر تم سے ایک بڑی عمر کے آدمی کا سا برتاؤ کیا جائے اور تمہیں گھر کے مسئلوں سے آگاہ کردیا جائے تو یقیناً تمہیں خوشی ہوگی۔ ایسی حالت میں تم سے جتنا بن سکے گا تم ضرور مدد کروگے کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ گھر والے تمہارے ہیں اور اس لئے یہ مسئلے بھی تمہارے ہیں۔ ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ تم وہ کام نہ کر پاؤ۔ ممکن ہے





تم جانتے ہی ہو کہ ہم جس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے ہم اس سے کہیں دُور تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے لوگوں کو بنیادی ضرورت کی چیزیں تک حاصل نہ تھیں جو انسان کو صرف زندہ اور صحت مند رہنے کے لئے درکار ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں ہندوستان میں لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کی دیکھ بھال کرنا تھی جن کی گنتی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ ہمارا دیس بڑا غریب تھا اور ہمارے پاس لوگوں میں بانٹنے کے لئے دولت کے انبار نہیں تھے۔ سوچو کہ اگر ہوتے بھی تو یہ کب تک چلتے؟

واقعی ہمیں جو کام آن پڑا تھا وہ بڑا مشکل تھا۔ اس لئے ہمارا پلان یعنی منصوبہ پیچیدہ ہونا لازمی تھا۔ یہ واضح تھا کہ ہر شخص کو ایک خاص کام کرنا ہوگا اور نہایت اچھے طریقے سے انجام دینا ہوگا۔



## ۱۱

# مانگ اور اس کی اہمیت

تم خود غرض نکلو اور کسی اور کی پرواہ نہ کرو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم فیصلہ کرنے میں دیر لگا دو
اور ایک اچھا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہے۔ لیکن اگر تمہارے گھر والے یہ یقین رکھتے ہوں کہ تم
اُن ہی میں سے ایک ہو اور انہیں تم پر بھروسہ ہے تو وہ یہ خطرہ خوشی سے مول لے لیں
گے بلکہ وہ اسے خطرہ سمجھیں گے ہی نہیں۔

یہی وہ راستہ ہے جو ہندوستان نے بھی چنا ہے۔ ہمارا فیصلہ ہے کہ کام کرنے کا
بہترین طریقہ یہی ہے کہ ملک کے سبھی مسئلوں پر لوگوں کو آپس میں بات چیت کرنے دی جائے
اور وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ وہ اِن مسئلوں کو کیسے سلجھانا چاہتے ہیں۔ کسی بات کو قطعی شکل
دینے سے پہلے اگر ہر ہندوستانی کو فیصلہ کرنا ہے تو بے شک اس میں وقت زیادہ لگے گا لیکن ہم
یہی سمجھتے ہیں کہ وقت بھلے ہی زیادہ لگے، بہترین طریقہ ہے یہی۔ ہم نے اپنے ملک کو آگے لے
جانے کے لئے جو یہ راستہ چُنا ہے، اُسے جمہوری منصوبہ بندی کہتے ہیں کیونکہ اس میں
عوام کی مرضی ہی ملک کی اصل حکمراں ہے۔

ہم اسے کیوں بہترین راستہ اور طریقہ سمجھتے ہیں؟ اس لئے کہ ہم محض فوری کامیابی
نہیں چاہتے۔ اپنے لوگوں کو زیادہ چیزیں دینے سے کیا فائدہ اگر وہ یہ سمجھتے رہیں کہ ان
کی کوئی حیثیت نہیں، کوئی اُن کی رائے کی پرواہ نہیں کرتا اور یہ کہ ابھی تک ان پر حکومت
کی جاتی ہے؟ آزادی اور منصوبہ بندی کا سارا مقصد ہندوستان کے لوگوں کو ان کی
بھلائی اور بہبودی کا احساس دلانا ہے۔ چاہے ہم اس قابل نہیں کہ اتنی تیزی سے کارخانے،
پُل اور باندھ تعمیر کر سکیں جتنی تیزی سے کہ ہم کوئی اور راستہ اختیار کر کے کر سکتے تھے لیکن پھر
بھی ہم ایک بہت اہم تعمیری کام انجام دے رہے ہیں اور وہ ہے: اپنے عوام کو آگے لے
جانا۔ اگر ہمارے لوگوں کو اہم فیصلے خود کرنے پڑیں گے تو وہ پھولے پھلیں گے اور وہ اندرونی
طور پر مضبوط بنیں گے۔ یہی اندرونی طاقت اور مضبوطی کسی بھی ملک کا سب سے قیمتی سرمایہ
اور خزانہ ہوتی ہے۔

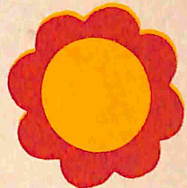
جگہ اور گھونسلے بناتے ہیں۔ لیکن انسان کی ضرورتیں اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

تم نے کبھی کوئی ٹیڑھا سا درخت دیکھا ہوگا جو اس لئے سیدھا نہ اُگ سکا کیونکہ کوئی چیز اس کی راہ میں حائل تھی۔ یا تم نے ایسا پودا دیکھا ہوگا۔ جس میں پھول نہ آسکے کیونکہ اس پودے کو اچھی زمین، کافی دھُوپ یا پانی نہ مِل سکا۔ اگر لوگوں کو کھانے، کپڑے اور سر چھُپانے کی جگہ کے علاوہ دوسری ضروریات کی چیزیں نہ ملیں تو اُن کی حالت بھی ٹیڑھے درخت یا اُس پودے کی سی ہوسکتی ہے جس میں پھول نہیں آتے۔ ایسا ہوسکتا ہے اور ہمارے دیس کے لاکھوں لوگوں کے ساتھ یہی کچھ ابھی تک ہو رہا ہے۔

وہ دوسری چیزیں کیا ہیں جن کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے ؟ لوگوں کو آرام کے لئے فرصت کے لمحے اور سوچنے کے لئے وقت چاہئے ہوتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ انہیں کتابیں پڑھنے، سنگیت سُننے، خوبصورت چیزیں دیکھنے اور ایک دوسرے کے خیالات جاننے کا موقعہ ملے۔ وہ ہنسنا اور رونا چاہتے ہیں یا محض اکیلے خاموش بیٹھنا چاہتے ہیں تاکہ زندگی اور موت کے مسئلوں کو کرید سکیں۔ اِن سب باتوں کے بغیر انسان پنپ نہیں سکتا۔ اگر انسان کو خاموشی، فرصت کے لمحے اور سوچنے کا وقت نہیں ملتا تو اس کی حالت اسی ٹیڑھے درخت اور پودے کی ہوگی جس کا ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے۔

لوگوں کو پوری طرح پنپنے اور پھولنے پھلنے کے لئے جس قسم کی چیزیں درکار ہوتی ہیں وہ اپنے آپ پیدا نہیں ہوتیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ لوگوں کے پاس فرصت یا فالتو وقت ضرور ہونا چاہئے، وہ صحت مند ہونے چاہئیں اور اُن کے پاس کچھ زائد روپیہ ہونا چاہئے تاکہ وہ اُسے کتابوں اور سنگیت جیسی چیزوں پر خرچ کرسکیں۔

یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ کوئی شخص قیمت ادا کئے بغیر کوئی چیز نہیں لے سکتا ؟ کھانے اور کپڑوں پر تو خرچ ہوتا ہی ہے۔ اسی طرح فرصت کے لمحوں اور ہر دوسری چیز پر، جو لوگوں کو



ہر آدمی کے پاس یہ تین چیزیں ۔ کھانا، کپڑا اور رہنے کی کوئی جگہ
ضرور ہونی چاہئیں. جنگلی جانور تک کھاتے اور رہتے ہیں۔ وہ اپنا کھانا
خود تلاش کرتے ہیں۔ اپنی کھال، سمور اور پروں سے اپنا بدن ڈھانپتے ہیں اور رہنے کے لئے

اگر سرکار ہر ایک کو اس کی ضرورت کی ہر چیز مہیّا کرنا بھی چاہے اور اس کے لئے کتنی بھی کوشش کیوں نہ کرے وہ صرف وہی کچھ دے سکتی ہے جو اس کے پاس ہے۔ جو چیز اس کے پاس نہیں وہ اُسے دینے سے تو رہی۔ کوئی بھی ملک صرف ایک حد تک دولت بانٹ سکتا ہے اور کام اور نوکریاں دے سکتا ہے۔ پھر دولت بانٹنے اور کام دلانے کا دارومدار بھی اس بات پر ہے کہ وہ ملک کتنی ترقی کر چکا ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں وہ ابھی تک اپنے لوگوں کے لئے کیا کچھ کر پایا ہے۔ ہندوستان جیسے غریب ملک سے جس نے ترقی کی طرف ابھی پہلا قدم بڑھایا ہے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ہر شخص کو فوراً ہی اس کی ضرورت کی چیزیں مہیا کر سکتا ہے۔

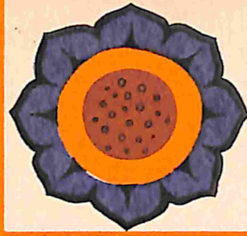
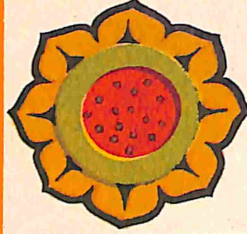
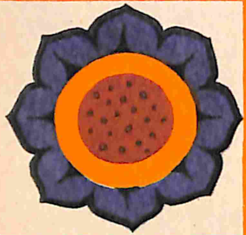
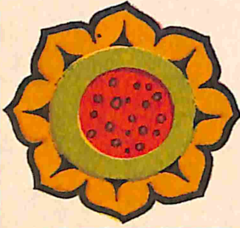
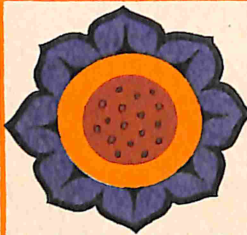
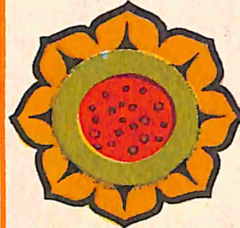
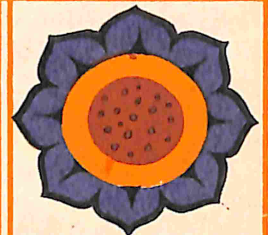
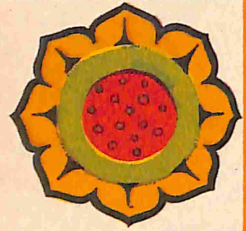
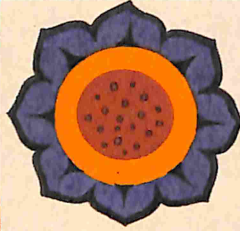
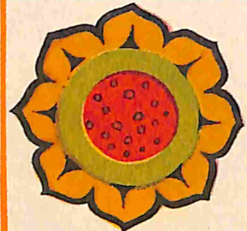
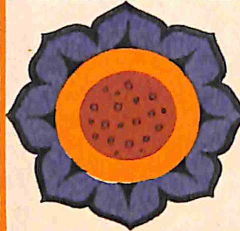
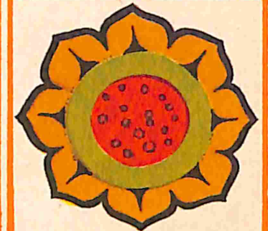
تم کہو گے لیکن کچھ لوگوں کے پاس دوسروں سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیوں نہ ان سے کچھ لے لیا جائے اور لوگوں میں واجب طریقے پر بانٹ دیا جائے تاکہ سب کے پاس تقریباً ایک سا ہو جائے؟ ٹھیک ہے! ہم بعض طریقوں سے یہی کچھ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن صرف اسی سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ یہ تو وہی بات ہوگی کہ ایک پیالہ بھر پانی ایک ہزار پیاسے لوگوں میں برابر برابر بانٹ دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت زیادہ دولت مندوں کے مقابلے میں اُن لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے جن کے پاس کچھ نہیں۔ اس لئے اگر ہم امیروں کی تمام دولت جمع کر لیں اور غریبوں میں بانٹ بھی دیں تو بھی ہندوستان غریب ہی رہے گا۔ جب تک یہ دولت سب ہندوستانیوں میں برابر برابر بٹے گی، یہ اتنی کم رہ جائے گی کہ اس سے کوئی فرق پڑنے کا نہیں۔ یاد رکھو کہ امیروں نے کتنی بھی دولت کیوں نہ جمع کر رکھی ہو، تمہیں اس ساری دولت کو ستاون کروڑ انسانوں میں بانٹنا ہوگا تب کہیں جا کر تمہیں معلوم ہو سکے گا کہ ہر ہندوستانی کو کیا کچھ ملے گا۔ نہیں! اس طرح سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

کیا کوئی طریقہ اس مسئلے کو حل کرنے کا ہے؟ خوش نصیبی سے ہے لیکن شرط یہ ہے ہم میں سے ہر ایک سخت کوشش کرے۔ تمہیں اور مجھے اور ہم سب کو ہر چیز کی پیداوار بڑھانے میں ملک کی جو کچھ بھی ہم سے بن پڑے مدد کرنا چاہئے۔ ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم جو کچھ پیدا کریں اُسے پہلے

درکار ہوتی ہے روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ چیزیں جن کا جسمانی ضرورتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا زیادہ مہنگی ہوتی ہیں۔ جب تم ذرا اور بڑے ہوجاؤ گے تو اس بات کو سمجھ پاؤ گے کہ کیوں یہ چیزیں زیادہ مہنگی ہوتی ہیں۔ مت بھولو کہ یہ چیزیں بھی مہیّا کرنی ہی ہیں۔ یہ چیزیں تو اُن چیزوں کے علاوہ ہیں جو زندہ رہنے کے لئے ضروری ہیں۔ جب ہم ایسا کرپائیں گے تب ہی کہہ سکیں گے کہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کی جارہی ہیں۔ ابھی تک ہمارے دیس میں کروڑوں لوگ ایسے ہیں جنہیں پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا۔ چونکہ ہم نے پہلے کام پہلے کرنے ہیں اس لئے سوچو کہ جب تک ہر ہندوستانی پوری طرح پنپ نہیں پاتا اور انسان کی زندگی بسر نہیں کرتا ہمیں قدم بہ قدم ابھی کتنا لمبا راستہ طے کرنا ہے۔

گاندھی جی نے ایک دفعہ کہا تھا کہ ایک غریب آدمی کے پاس خدا صرف روٹی کی شکل ہی میں آسکتا ہے۔ اِس کہنے سے مراد یہ ہے کہ ایک بھوکے شخص سے یہ توقع رکھنا کہ وہ بھوکے پیٹ دوسری باتوں کا سوچ سکے گا، ایک بے معنی سی بات ہے۔ اگر انسان کو کھانا، کپڑا اور مکان مِل بھی جائے تو بھی اُس کی ضرورتوں کی ایک لمبی فہرست ہوگی۔ یہ ضرورتیں ہیں بچّوں کے لئے اسکول، بیماروں کے لئے ہسپتال، سواری، سڑکیں، خبریں حاصل کرنے کے ذریعے اور دیگر بہت سی چیزیں۔ ہم ابھی تک پہلے مرحلے میں ہیں اور اِس کوشش میں ہیں کہ اس ملک میں کوئی بھوکا نہ رہے۔ دوسری چیزیں بعد میں آئیں گی چونکہ ہم اس بات میں یقین رکھتے ہیں کہ اِس ملک میں سب کو برابر کے موقعے ملنے چاہئیں اس لئے ہمیں اپنے ستاون کروڑ لوگوں میں سے ہر ایک کی ضرورتوں کا دھیان رکھنا ہوگا۔

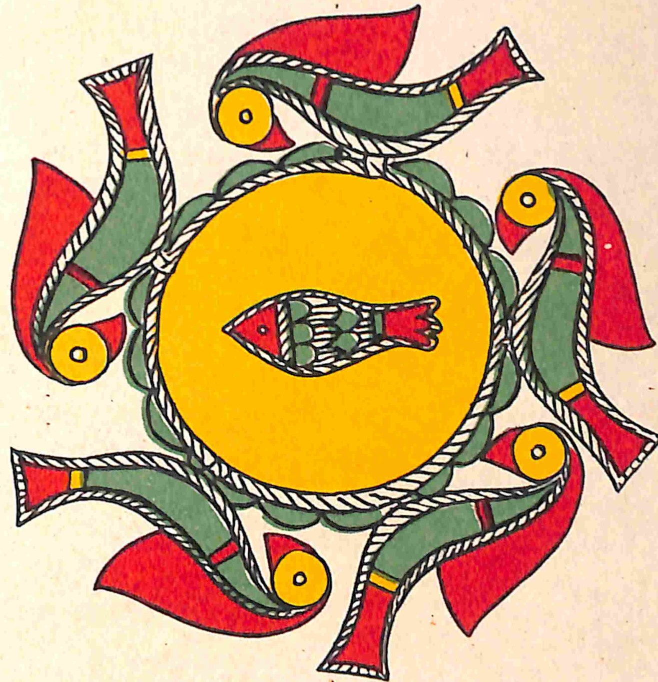
غیر ملکوں سے ہند میں سیر کے لئے آنے والے بہت سے لوگ جب یہاں کے بازاروں میں بھک منگوں اور چیتھڑے پہنے سڑک کے کنارے بیکار بیٹھے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں "کیوں تم لوگوں سے کام نہیں لیتے ؟" "کیوں سرکار ان کے لئے مناسب کام نہیں ڈھونڈتی یا انہیں روپیہ نہیں دیتی ؟" ممکن ہے اسی قسم کے خیال تمہارے دِل میں بھی آئے ہوں۔ اُن کا جواب کیا ہے؟



خاندان کا سربراہ

کے مقابلے میں کم استعمال کریں۔ ایسا کرنے سے ہی ہمارے مُلک کے ذخیرے بڑے ہو سکتے ہیں۔
اُسی صورت میں یہ ذخیرے یا جنہیں ہم زائد چیزیں کہتے ہیں زیادہ لوگوں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں۔ یہی
ایک واحد طریقہ ہے جس کے ذریعے ہمارے انتہائی غریب لوگوں کو کچھ زیادہ مِل سکتا ہے۔ تم نے
دیکھا کہ دراصل اس حل کے دو حصّے ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ ہمیں اپنے قومی کیک کو یا تم چاہو تو اُسے
قومی لڈّو بھی کہہ سکتے ہو بڑے سائز کا بنانا ہے تاکہ زیادہ لوگ اُسے چکھ سکیں۔ دوسرے حصّے میں
یہ دیکھنا ہے کہ پہلے کی بہ نسبت اس لڈّو کو زیادہ منصفانہ طریقے پر بانٹا جائے۔ یہ دونوں بڑے
اہم ہیں۔ اگر ہم ان میں سے کسی ایک میں ناکام رہے تو ہندوستان کے لوگ پہلے کی طرح بھوکے ہی رہینگے۔



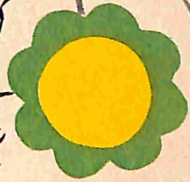
ملیں۔ اسی واسطے ہماری خواہش ہے کہ ہر ہندوستانی اتنا ہی امیر ہو جتنا کہ ملک کا کوئی اور شہری۔ وہ نہ تو کم امیر ہو اور نہ زیادہ۔

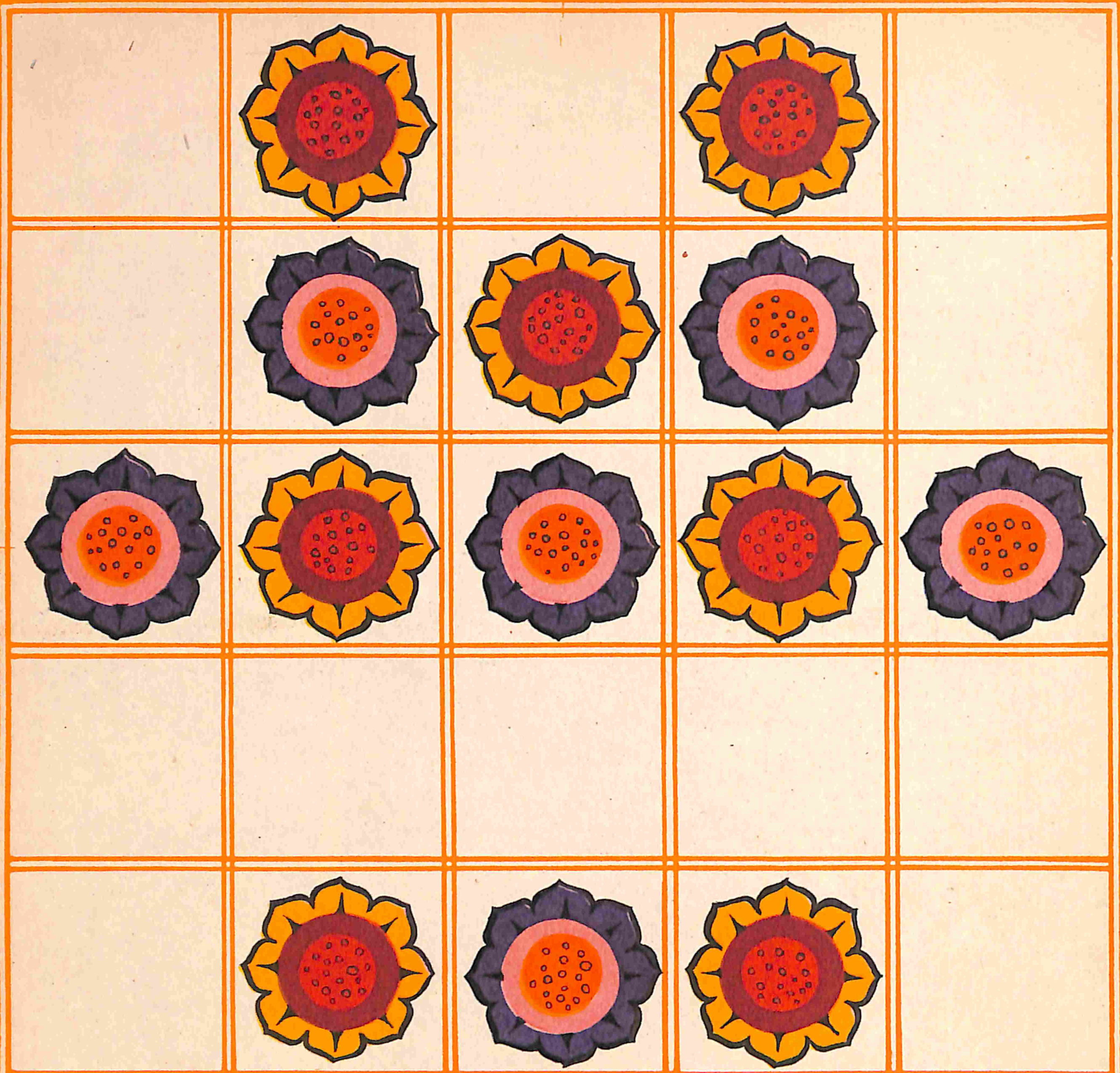
تم بازاروں میں دکانوں پر رکھی ہوئی چیزیں ضرور دیکھتے ہو گے۔ جانتے ہو وہ وہاں پر کس لئے ہیں؟ اس لئے کہ لوگوں کو ان کی ضرورت ہے اور وہ انہیں روپیہ دے کر خریدنے کو تیار ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں کے پاس روپیہ ہوتا ہے انہیں مکانوں، ہسپتالوں اور اپنے بچوں کے لئے اسکولوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یوں یہ مکان، ہسپتال اور اسکول تعمیر کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کی مانگ ہوتی ہے اور ان پر خرچ کرنے کے لئے روپیہ بھی ہوتا ہے۔ غریب ماں باپ کو بھی اپنے بچوں کے لئے اسکولوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن چونکہ اُن کے پاس دولت نہیں اس لئے اُنہیں روپیہ دینے کے لئے نہیں کہا جاتا۔ اُن کو رہنے کے لئے مکانوں اور بیماری کی صورت میں ہسپتالوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ مکان اور ہسپتال اپنے آپ نہیں بن جاتے کیونکہ غریبوں کے پاس انہیں تعمیر کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہوتا۔

بعض ملکوں میں حکومت ہر کام خود انجام دینے کی کوشش کرتی ہے۔ حکومت خود ہی فیصلہ کرتی ہے کہ ملک میں کیا پیدا کیا جائے اور اس میں سے کس کو کتنا بیچا جائے۔ لیکن بعض اور ملکوں میں یوں نہیں ہوتا۔ وہاں اگر زیادہ لوگ چاہتے ہیں کہ کتابوں کی بجائے سینما گھر بنائے جائیں تو حکومت سینما گھر بننے دیتی ہے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ کتابیں لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہوں۔ ہم نے ہندوستان میں جو راستہ اختیار کیا ہے وہ اِن دونوں کے بیچ کا راستہ ہے۔ ہم کسی حد تک دونوں طریقوں سے کام کرتے ہیں کیونکہ یہی ہمارے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے۔

ایک ندی کو مزے سے اپنی راہ گزر پر بہنے دیا جا سکتا ہے یا پھر اُس پر پشتے اور باندھ بنا کر اُس کے بہاؤ کو مکمل طور پر ایک خاص جانب موڑا جا سکتا ہے۔ یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس جس جگہ ندی تباہی نہیں ڈھاتی اُسے کھلے بندوں بہنے دیا جائے لیکن جہاں جہاں اُس میں طغیانی آتی ہے اور وہ تباہی لاتی ہے وہاں پر باندھ تعمیر کر کے اس کا بہاؤ موڑ دیا جائے۔

کوئی شخص اپنی زندگی میں کتنا کامیاب ہے، اس کا فیصلہ اکثر یہ دیکھ کر کیا جاتا ہے کہ اُس کے پاس اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کافی دھن دولت ہے یا نہیں۔ ہندوستان میں ہم چاہتے ہیں کہ زندگی میں ہر ایک کو ایک سے موقعے





۱۳

پانچ برسوں کا ٹائم ٹیبل

ہندوستان میں ہم اپنا کام کاج کچھ اسی طرح چلاتے ہیں۔

سرکار کو بعض معاملے اپنے ہاتھ میں لینے ہی پڑتے ہیں تاکہ سوچ سمجھ کر ان میں تبدیلی لائی جاسکے۔ اب تم ذرا دھن باد کا خیال کرو۔ یہ شہر کوئلے کی کانوں کے لئے مشہور ہے۔ وہاں ہزاروں غریب مزدور گندی اور تاریک بستیوں میں رہتے ہیں۔ اگر اُس شہر کا ایک امیر شخص مزدوروں کے لئے مکان بنانے کے بجائے سینما گھر بنوائے تو وہ زیادہ دولت پیدا کرسکتا ہے لیکن سرکار یہ کرنے نہیں دیتی اور کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے۔ وہ مزدوروں کے لئے مکان بنوانے اور ہوسکتا ہے ہسپتال اور اسکول بنوانے کا بھی حکم دے۔ اگر اُسے مزدوروں کے لئے مکان اور سینما گھر میں سے ایک کو چُننا ہو، تو سینما گھر ہرگز نہیں بننے دے گی۔ لیکن اگر دوسری طرف امیر لوگ اپنے آپ ہی مکان بنوائیں یا وہ چیزیں تیار کرنا اور بیچنا شروع کردیں جن کی دھن باد کے شہریوں کو واقعی ضرورت ہے تو سرکار ان کی حوصلہ افزائی کرے گی۔ اِس صورت میں وہ دھن دولت کے اپنے وسیلے اشد ضرورت کی چیزوں پر جن کے خرچ کا بوجھ لوگ خود نہیں اُٹھا سکتے، صرف کرے گی۔

اِس طریقے سے کام کرنے سے سرکار کے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہوجاتا ہے کہ کون کون سے کام زیادہ اہم اور ضروری ہیں اور اُنہیں پہلے کرنا چاہئے یا ترجیح دینی چاہئے۔ اِن کاموں کو کرنے کا دارومدار زیادہ تر اُس مدد پر ہوگا جو لوگ دے سکتے ہیں کیونکہ یہ کام انہی کے فائدے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

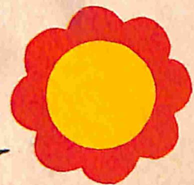
جہاں لوگ صحیح کام کرنا چاہتے ہیں وہاں سرکار مخل نہیں ہوتی اور جہاں وہ اپنی ضرورتیں خود پوری کرنے کے قابل نہیں ہوتے وہاں سرکار اُن کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے۔ ہندوستان اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لئے اسی طرح کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔

ہوتا ہے اور شاید پہاڑے اور قاعدے یاد کرنے ہوتے ہیں۔ اگر تمہارے پاس دو ماہ کا وقت ہے اور تم چاہتے ہو کہ ہر مضمون کی پوری تیاری ہو جائے تو بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم ایک ٹائم ٹیبل یعنی پڑھائی کے اوقات کا ایک نقشہ بناؤ۔ اس سے تمہیں پتہ چلتا رہے گا کہ ہر روز تمہیں کون سا مضمون کتنے گھنٹے پڑھنا ہے۔ ٹائم ٹیبل تیار کر کے اصل میں تم نے یہ کیا کہ دو مہینے کی پڑھائی کو ہر روز تھوڑے تھوڑے وقت میں بانٹ دیا تاکہ تمہیں یہ جانچنے میں آسانی ہو کہ کس مضمون کی کتنی پڑھائی ہو چکی ہے۔ بلاشبہ تمہارا آخری مقصد تو یہی ہے کہ دو مہینے کے بعد ہونے والے امتحان میں کامیاب رہو۔

اگر تم ہر روز ٹائم ٹیبل کے مطابق لمبے عرصے تک پڑھتے رہو گے تو تم دیکھو گے کہ ہر سال کے آخر میں تمہیں پہلے کی نسبت بہت کچھ آتا ہے۔ کیا تمہیں وہ دن یاد ہیں جب تم فقط جمع کے آسان سے سوال کر سکتے تھے؟ اب تو تم زیادہ مشکل اور پیچیدہ سوال حل کر سکتے ہو بلکہ تم نے تو الجبرا اور جیومیٹری جیسے نئے مضمون بھی شروع کر دیئے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم دو جمع دو برابر چار جیسے چھوٹے بچوں کے سوالوں سے مساوات کے سوال حل کرنے کی سطح پر کیسے پہنچے؟ بلاشبہ! روزانہ ٹائم ٹیبل کے مطابق پڑھائی کر کے ہی۔ اس طرح تم اپنے علم میں تھوڑا تھوڑا اضافہ کرتے رہے ہو۔

ہندوستان کے پانچسالہ پلان یعنی منصوبے، جن کے بارے میں تم اکثر سنتے رہے ہو، ملک کے روزانہ ٹائم ٹیبل کی مانند ہیں۔ تم پوچھ سکتے ہو "پانچ سال ہی کیوں؟" "کیوں نہیں دس، بیس، تیس یا سو سال؟" "بھئی! بات یہ ہے کہ اپنے ملک کی حالت کو دیکھتے ہوئے پانچ سال کا عرصہ نہ تو بہت لمبا ہے اور نہ ہی مختصر۔ یہ تو بلکہ ٹھیک ہی ہے۔ ہندوستان کے لئے پانچ سال کا عرصہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تم جیسے نوعمر بچے کی زندگی کا ایک دن۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ایک مہینے کا پروگرام بنانے کی بجائے ایک دن کا پروگرام بنانا آسان ہوتا ہے؟ اسی طرح ہندوستان کے لئے ایک وقت میں پانچ پانچ سال کے منصوبے بنانا آسان ہے بجائے اس کے کہ ہم ایک ہی دفعہ سو سال کا منصوبہ بنالیں۔

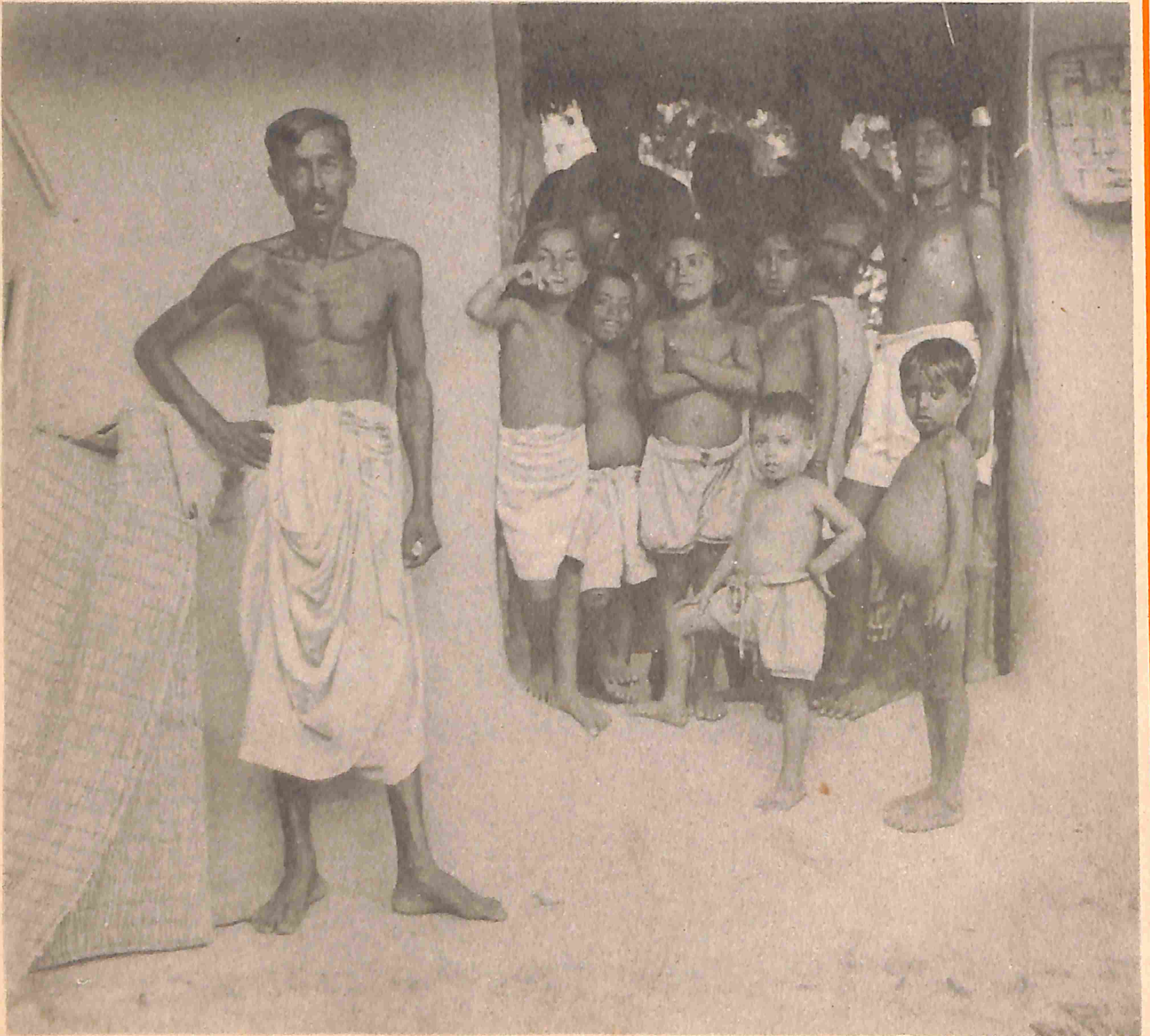
پنڈت نہرو کے دائیں ہاتھ کا نشان



جب تم کو اپنے امتحان کی تیاری کرنا ہوتی ہے تو تمہیں بہت کچھ کرنا پڑتا
ہے۔ تمہیں بہت سی کتابیں پڑھنی ہوتی ہیں، پہلے پڑھے ہوئے کو پھر دیکھنا

کو اپنی قومی آمدنی بڑھانا ہوگی اور اُسے زیادہ برابر بانٹنے کی کوشش کرنا ہوگی۔ پچھلے پچیس برسوں یا اُس سے پہلے بھی ہوتا یوں ہی رہا ہے کہ ہم مُلک کی آمدن تھوڑی سی بڑھا پاتے رہے ہیں لیکن ہندوستان کی آبادی اتنی تیزی سے بڑھتی رہی ہے کہ ہر ایک کا حصّہ تقریبًا جوں کا توں ہی رہا۔

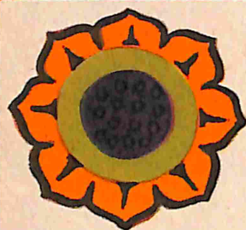
اگر تم چار بچوں کو آپس میں ایک کیلا بانٹنا ہے تو ظاہر ہے کہ تمہیں صرف ایک

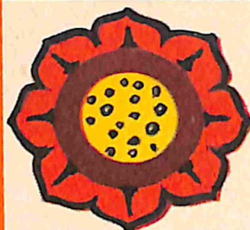
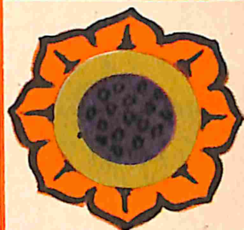
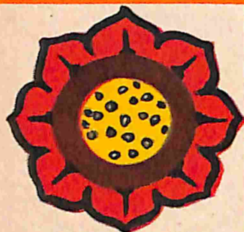
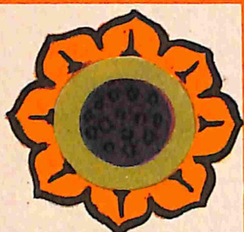


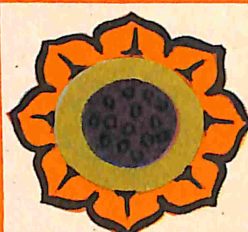
اگر ہندوستان کے پانچسالہ منصوبے روزانہ ٹائم ٹیبل کی طرح ہیں تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ملک کا آخری امتحان لوگوں کے زندگی کے معیار کو اونچا کرنا ہے۔ جب ایک پانچسالہ پلان مکمل ہو جاتا ہے تو ہم جان جاتے ہیں کہ ہم اپنے مقصد اور منزل کے اور قریب پہنچ گئے ہیں۔ تم شاید اپنے ٹائم ٹیبل میں تھوڑی سی تبدیلیاں بھی کرو کیونکہ تمہارے تجربہ نے تمہیں سکھایا ہے کہ ریاضی پہلے کرنا آسان ہے اگرچہ ٹائم ٹیبل میں پہلے جغرافیہ لکھا ہے۔ تم یہ بھی دیکھو گے کہ بعض مضمونوں کی پڑھائی پر تمہارے اندازے سے زیادہ وقت لگتا ہے اور بعض پر کم یا کسی مضمون کے کچھ حصّے زیادہ مشکل یا زیادہ آسان ہوتے ہیں۔ جوں جوں تم پڑھتے جاتے ہو تمہاری سہولت کے لئے ٹائم ٹیبل میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں لیکن بڑا مقصد وہی رہتا ہے امتحان میں کامیابی۔

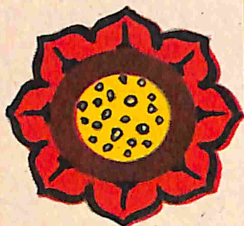
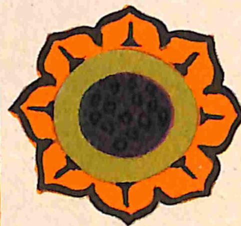
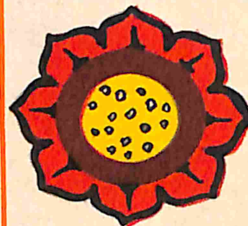
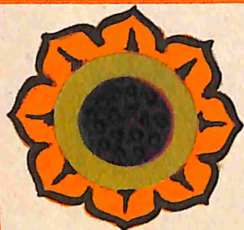
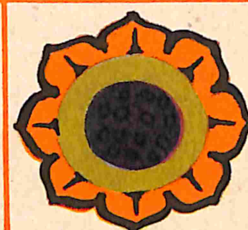
اسی طرح ہندوستان کے پانچسالہ منصوبوں میں موٹے طور پر بتایا گیا ہے کہ ایک مقررہ مدّت میں کون کون سے کام کئے جائیں گے۔ ہم اس ٹائم ٹیبل پر سختی سے عمل نہیں کرتے کیونکہ ٹائم ٹیبل سے مقصد کام کو آسان بنانا ہے نہ کہ مشکل۔ اپنے پانچسالہ پلانوں کے دوران ہم جو بہت سے کام ہاتھ میں لے رہے ہیں وہ نئے مضمونوں کی مانند ہیں۔ ہم جب تک وہ کام ہاتھ میں نہیں لیتے ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کتنے مشکل یا کتنے آسان ہیں۔ البتہ ہم اگلے پانچسالہ پلان میں ان کاموں کے بارے میں زیادہ مطمئن ہو سکتے ہیں لیکن اگلے پلان میں نئے مضمونوں کی مانند نئے کام بھی شامل ہوں گے۔ پس ہمیں ایک لحاظ سے برابر تجربے کرتے رہنا ہوگا اور جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے اپنے منصوبوں میں مناسب تبدیلیاں کرتے رہنا ہوگا۔ یہ ہندوستان کی منصوبہ بندی کا ایک اور خاص پہلو ہے۔

جس طرح ایک مزدور روپیہ کماتا ہے اُسی طرح ایک ملک بھی کماتا ہے۔ اِسے ہم قومی آمدنی کہتے ہیں۔ یہ وہ کُل رقم ہے جو ملک اپنے کھیت کھلیانوں، کارخانوں اور خدمات سے پیدا کرتا ہے۔ یہی کُل رقم سب ہندوستانیوں کو آپس میں بانٹنی ہے۔ اگر ہر شخص زیادہ روپیہ چاہتا ہے تو ملک





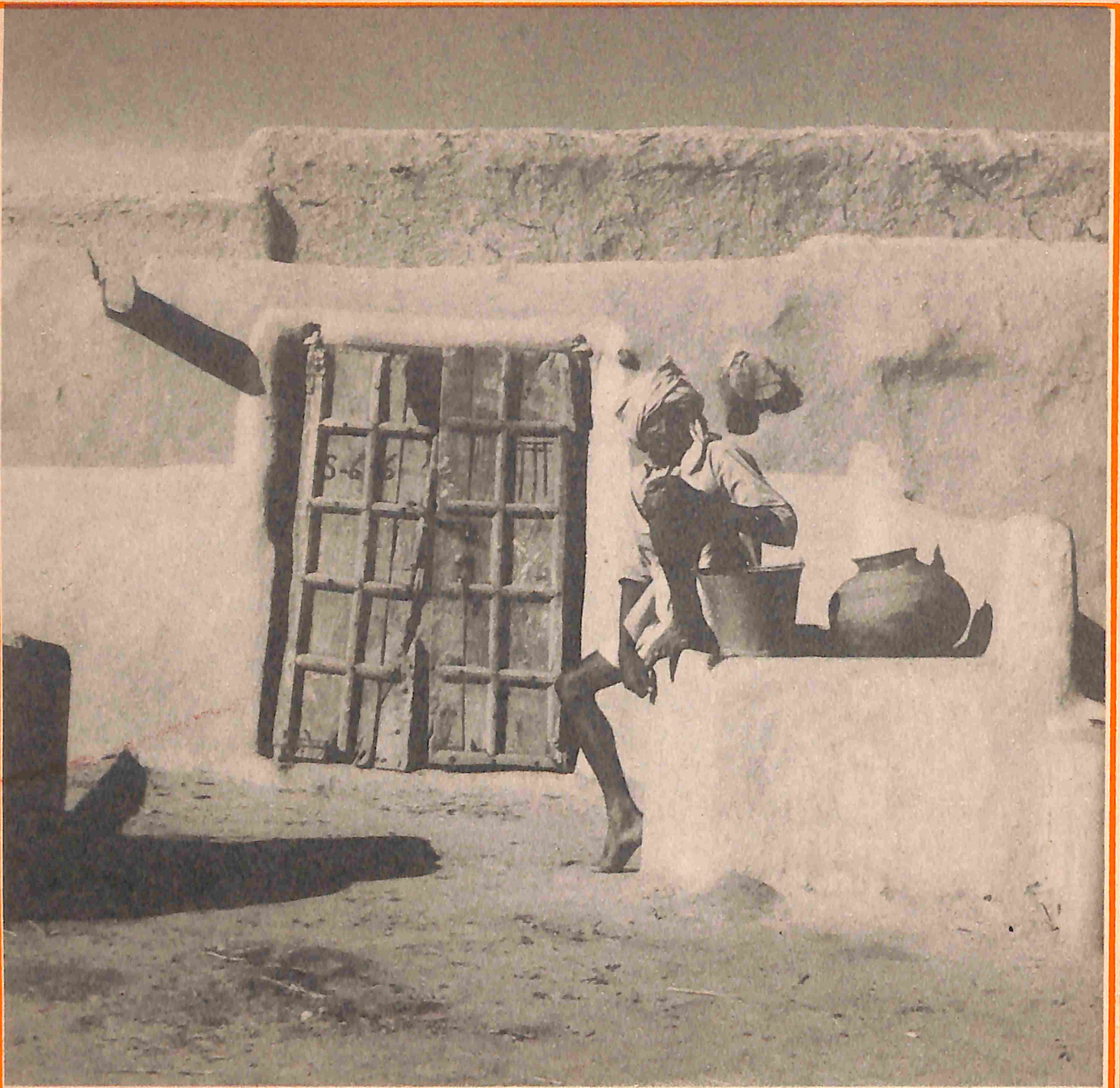


زمین سے روزی

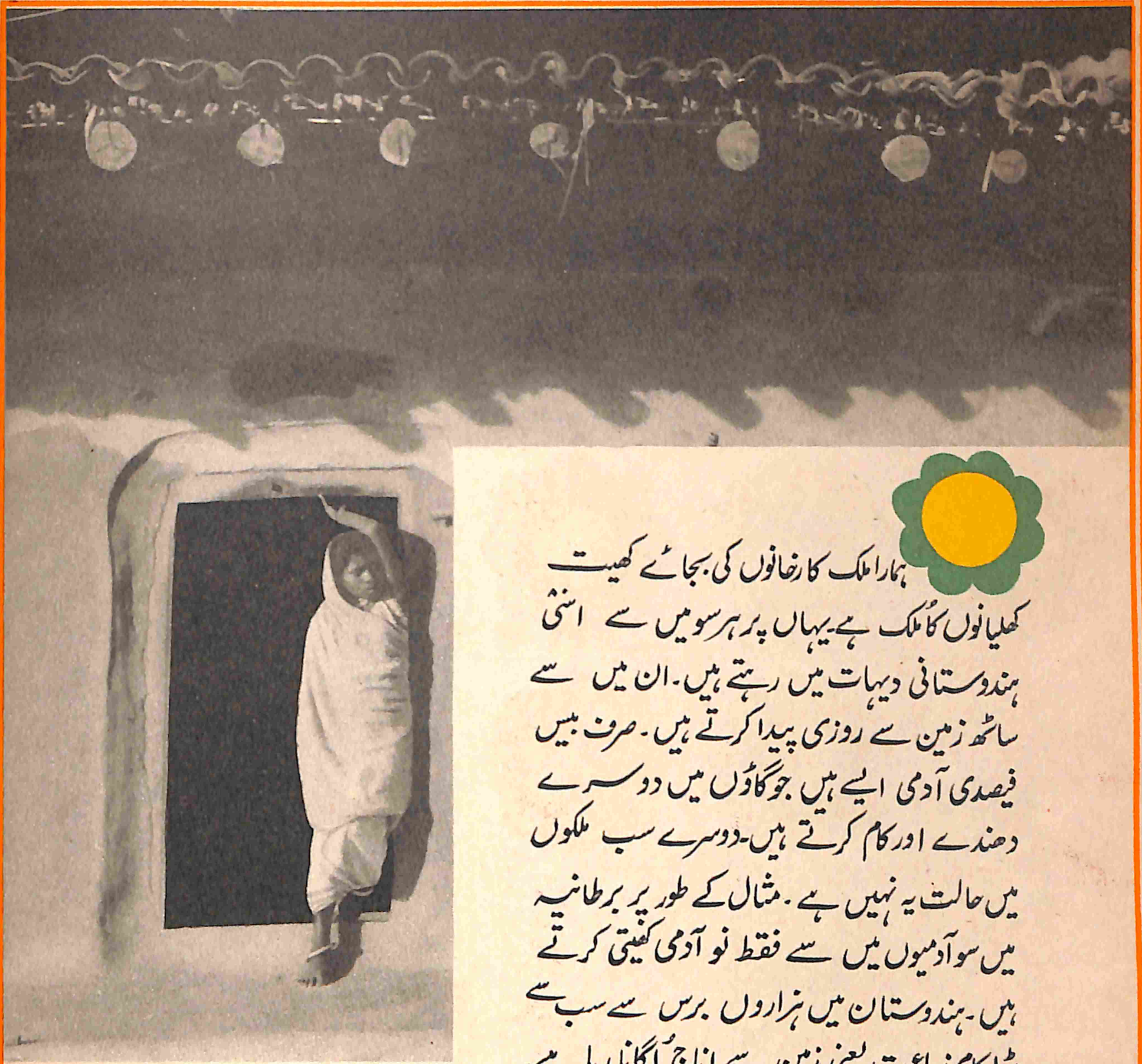
چوتھائی حصہ ملے گا۔ چونکہ یہ کافی نہیں ہوگا اس لئے تم کوشش کرکے بڑی مشکل سے ایک اور کیلا حاصل کروگے لیکن اب تمہارے چار اور دوست شریک ہوجاتے ہیں۔ اب بھی حالت وہی رہی یعنی ہرایک کے حصے میں ایک چوتھائی کیلا ہی آیا۔ اس طرح تم نے دیکھا کہ اگرچہ تمہارے پاس دوگنا یعنی ایک کی بجائے دو کیلے تھے لیکن وہ ناکافی تھے۔ اب سوچو کہ اگر یہی دو کیلے آٹھ کے بجائے دس آدمیوں میں بانٹنے پڑیں تو کیا ہوگا؟ یہی کہ ہرایک کا حصہ ایک چوتھائی سے بھی کم ہوجائے گا۔ یہی کچھ ہندوستان میں بھی ہوتا آیا ہے۔ ہمیں چاہئے تو یہ تھا کہ ہمارے آدمی کم ہوتے اور کیلے زیادہ، تب ہی صحیح معنی میں کچھ فرق پڑسکتا تھا۔

ہم نے ہر ہندوستانی کی دولت کو کیلے کے ایک حصے سے تشبیہ دی ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ جب ایک ہندوستانی اپنا حصہ کھالے گا تو کیا ہوگا؟ کیا اس کی حالت ویسی ہی نہ ہوگی جیسی کہ پہلے تھی؟ لیکن ہم تو یہ چاہتے تھے کہ اُسے اتنے کیلے نصیب ہوں کہ اگر وہ چاہے تو سارا وقت کھاتا رہے۔ شاید اسی سے اس کی زندگی میں کوئی فرق پڑسکتا تھا۔ پیٹ بھر کیلے مہیا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اور زیادہ کیلے پیدا کئے جائیں۔ جیساکہ تم جانتے ہو، چیزیں پیدا کرنے پر روپیہ خرچ ہوتا ہے اور بعض دفعہ تو چیز کی قیمت سے اس کی پیداوار پر لاگت زیادہ آتی ہے۔ یہ روپیہ تو صرف بچتوں سے آسکتا تھا۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے اگر ہم اُسے کھالیں تو کبھی کوئی بہتری نہیں ہوسکتی۔

اس لئے ہمیں اپنے پلانوں میں تین اہم باتیں کرنا تھیں۔ پہلی تو یہ کہ پیداوار بڑھائی جائے۔ دوسری، جو کچھ پیدا کیا جائے، اُس میں سے کم کھایا جائے اور جتنا ہم بچا سکتے ہیں، بچایا جائے اور تیسری بات یہ کہ پہلے کی طرح ہندوستانیوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ نہ ہو۔



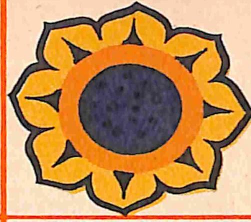
کروڑ آدمی رہتے تھے۔ آج ہماری آبادی کوئی ستاون کروڑ ہے۔ پچھلے پچیس برسوں میں ہمارے
لوگوں کی تعداد میں بائیس کروڑ کا اضافہ ہوا ہے جو امریکہ جیسے ایک بہت بڑے ملک کی
تقریباً کُل آبادی کے برابر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری آبادی ہر سال کوئی نوے
لاکھ بڑھتی رہی۔ ذرا سوچو کہ یہ کتنا بڑا اضافہ ہے جبکہ سویڈن جیسے ملک کی ساری آبادی

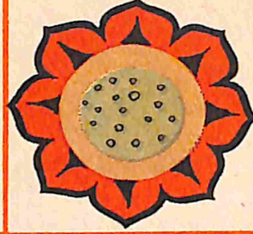
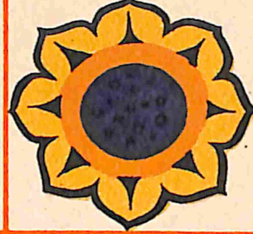
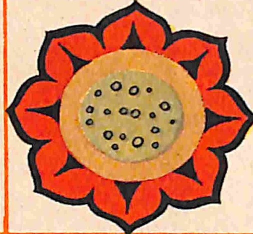


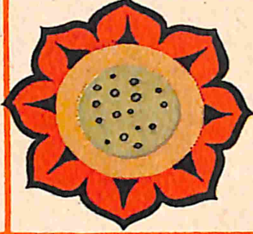
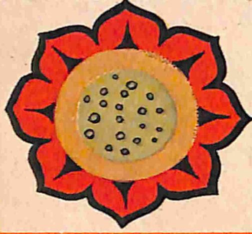
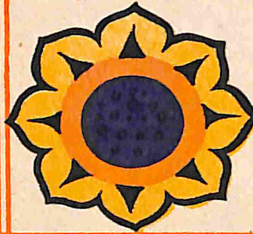
ہمارا ملک کارخانوں کی بجائے کھیت کھلیانوں کا ملک ہے۔ یہاں پر ہر سو میں سے اسی ہندوستانی دیہات میں رہتے ہیں۔ ان میں سے ساٹھ زمین سے روزی پیدا کرتے ہیں۔ صرف بیس فیصدی آدمی ایسے ہیں جو گاؤں میں دوسرے دھندے اور کام کرتے ہیں۔ دوسرے سب ملکوں میں حالت یہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر برطانیہ میں سو آدمیوں میں سے فقط نو آدمی کھیتی کرتے ہیں۔ ہندوستان میں ہزاروں برس سے سب سے بڑا کام زراعت یعنی زمین سے اناج اُگانا رہا ہے۔

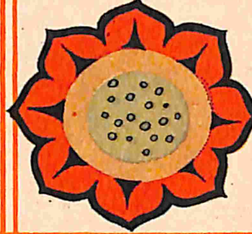
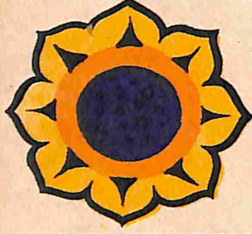
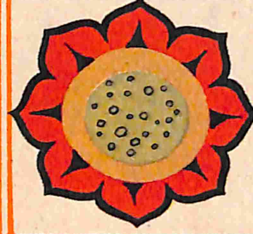
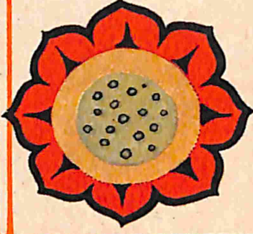
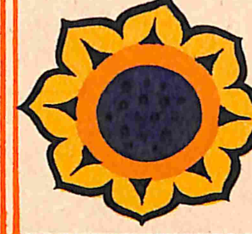
جب ہم نے پیداوار بڑھانے کا پہلے ذکر کیا تھا تو ہمیں معلوم تھا کہ یہ پیداوار کسی اور طریقے سے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کے ذریعے ہی بڑھانا ہوگی۔ ہم نے اپنے پہلے پنجسالہ پلان میں زیادہ تر روپیہ اپنی زراعت کی بہتری پر خرچ کیا کیونکہ ہم چاہتے تھے کہ ہر کاشتکار چپہ چپہ زمین سے زیادہ سے زیادہ فصل پیدا کرے۔

جب ۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہوا تو اُس وقت اس دیس میں کوئی پینتیس



۱۵

کھیتی کے سینکڑوں معنی

اس سے کم ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہمارے ملک کی اتنی بڑی آبادی تیزی کے ساتھ برابر بڑھتی جارہی ہے۔ ہماری اناج اگانے والی زمین تو بڑھی نہیں جب کہ اتنے زیادہ لوگوں کو کھلانے اور اُن کی نگہداشت کی ذمہ داری موجود ہے۔ اس لئے زندہ رہنے کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ ہم اپنے کھیتوں کی پیداوار زیادہ سے زیادہ بڑھائیں۔ یہی وجہ تھی کہ ہم نے اپنے پہلے پلان میں اوّل ترجیح کھیتی باڑی کو دی۔

زمین کی پہلی ضرورت پانی ہوتا ہے۔ اُسے مناسب وقت پر صحیح مقدار میں پانی ملنا چاہیئے۔ ہندوستانی کسان ہمیشہ آس لگائے آسمان تاکا کرتا تھا کیونکہ اس کا دارومدار صرف بارش پر رہی تھا۔ اگر بارش نہ ہوئی یا دیر سے ہوئی تو اس کی ساری محنت اکارت چلی جاتی تھی اور اسے بھوکوں بھی مرنا پڑتا تھا۔ اگر بارش ضرورت سے زیادہ ہوگئی تو ندی نالوں میں باڑھ آجاتی تھی جو تباہی مچاتی ہوئی اس کی فصل بہا کرلے جاتی تھی۔ بعض دفعہ تو غریب کسان کا گھر، اس کے مویشی اور مال واسباب سب طغیانی کی نذر ہو جاتا تھا۔ دُور دُور تک زمین کھیتی کے قابل نہ ہوتی تھی کیونکہ یا تو وہ دریاؤں سے بہت دُور ہوتی تھیں یا کافی بارش نہ ہوتی تھی۔ اب ہندوستان اس حالت میں نہ تھا کہ وہ سب کچھ قدرت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتا۔

پہلے پنج سالہ پلان میں ہمارا بڑا کام دریاؤں پر باندھ تعمیر کرنا تھا تاکہ پانی اکٹھا کیا جاسکے اور ضرورت پڑنے پر استعمال میں لایا جاسکے۔ پہلے پلان کے دوران ہند نے کئی بڑی بڑی دریائی گھاٹی اسکیموں پر کام شروع کیا۔ ان میں سے ہر ایک اسکیم پر ایک ارب روپے سے دو ارب روپے تک لاگت آتی ہے۔ ہم نے کچھ کم لاگت کے ترقیاتی کام بھی ہاتھ میں لئے۔ مثال کے طور پر کوئیں کھودنا، اور تالاب تعمیر کرنے کے کام تاکہ کھیتوں کو پانی پہنچایا جاسکے۔ لیکن یہ ایک بہت معمولی سی ابتدا تھی اور اِس سے صرف کچھ ہی کسانوں کے مسئلے حل ہو پائے۔

وہ لوگ جو کیمیاوی کھاد یا کیڑے مکوڑے مارنے والی دوائیں استعمال کرتے ہیں انہیں تو صرف یہ سیکھنا ہوتا ہے کہ انہیں کیسے استعمال میں لائیں۔ اگر ہمارا واحد مقصد خوراک کی پیداوار ہی بڑھانا ہو تو بھی ہم اس مقصد کو پا نہیں سکتے جب تک کہ ہم ملک میں تعلیم بڑھانے کا انتظام نہیں کرتے۔

اسی طرح کھیتوں کو پانی مہیا کرنے کی بات ہے۔ نہروں کی تعمیر اور باندھوں کے ڈیزائن کون تیار کر سکتا ہے؟ کوئیں کہاں اور کیسے کھودے جائیں، یہ کون بتا سکتا ہے؟ یہ سب باتیں صرف انجینئر ہی کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ہی ان کو سمجھتے اور جانتے ہیں۔ اس طرح تم نے دیکھا کہ ہم پھر اسکولوں اور کالجوں کی بات پر آ گئے۔

اگر ہمیں زمین کی پیداوار بڑھانا ہے تو ہمیں مٹی، بیجوں اور فصلوں کے بارے میں زیادہ واقفیت اور علم کی بھی ضرورت ہے۔ یہ علم بھی کالجوں، تجربہ گاہوں اور کھیتوں میں تجربے کر کے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ کام صرف تربیت پائے ہوئے لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

کوئیں اور باندھ تعمیر کرنے کے لئے ہمیں جو اینٹیں اور سیمنٹ چاہئے اور مٹی کی زرخیزی بڑھانے کے لئے جو کیمیاوی کھاد چاہئے وہ تو کارخانوں ہی سے آ سکتی ہیں۔ ہم اسکولوں اور کارخانوں کے بغیر کسان کو اس کی ضرورت کی بنیادی چیزیں مہیّا نہیں کر سکتے۔

ان کے علاوہ ہمیں اور بہت سی چیزیں چاہئیں۔ ہم گہرے کوئیں سے پانی اوپر کھینچ کر کیسے لائیں؟ ایک بالٹی یا رسّی یا پھر رہٹ سے ہمارا کام نہیں چلے گا۔ ایک تو ان پر وقت زیادہ صرف ہوگا اور دوسرے جو پانی ملے گا وہ ہماری ضرورتوں کے لئے ناکافی ہوگا۔ لیکن اگر ہم بجلی کی مشینیں استعمال میں لا کر پانی کو باہر کھینچ لائیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن بجلی پیدا کرنا اور اسے استعمال میں لانا بڑا مشکل اور پیچیدہ معاملہ ہے۔ اس کے لئے ہمیں بڑے بڑے ٹربائن (چرخاب)، بجلی پہنچانے کے تار اور دوسرا سامان بھی چاہئے۔ اس سامان کو تیار کرنے کے لئے بھی ہمیں کارخانوں اور انجینئروں کی ضرورت ہے۔



اچھی فصل اُگانے کے لئے کسان کو صرف پانی ہی درکار نہیں ہوتا ہے۔ کتنی زیادہ چیزیں زمین کی پیداوار بڑھانے میں مدد دیتی ہیں، ان کی تعداد جان کر تم کو حیرانی ہوگی۔ مثال کے طور پر زرخیزی بڑھانے کے لئے کیمیاوی کھاد اور فصل تباہ کرنے والے کیڑے مکوڑوں کو مارنے کے لئے دوائیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ دوائیاں اور کیمیاوی کھاد تو وہی لوگ تیار کر سکتے ہیں جو ان کو بنانے کی ترکیب اور علم سے واقف ہوں۔ اس قسم کے لوگوں کو تربیت دینے کے لئے ضروری ہے کہ تکنیکی کالج اور تجربہ گاہیں ہوں۔ وہ کون لوگ ہیں جو واقعی ان کالجوں اور تجربہ گاہوں میں سیکھ سکتے ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو پہلے کسی اسکول میں تعلیم پا چکے ہیں۔

تندرست آدمی کر سکتا ہے۔ دس صحت مند مزدور پچاس بیماروں کی بہ نسبت کہیں زیادہ کام کر سکتے ہیں اسی لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لوگوں کی صحت بہتر ہو۔ اس کی دو وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ تندرستی خود ایک بہت بڑی نعمت ہے اور ہندوستان چاہتا تھا کہ اس کے لوگ صحت مند اور تندرست ہوں کیونکہ صحت مند لوگ عموماً خوش رہتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ابھی سخت محنت کے بہت سے کام کرنے تھے اور صرف صحت مند لوگ ہی انہیں کر سکتے تھے۔

جب ایک کسان اپنی پیداوار بڑھانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو تم سمجھ ہی سکتے ہو کہ وہ اُسے بیچنا بھی چاہے گا۔ چونکہ اس کی پیداوار شہروں اور قصبوں میں بیچی جا سکتی ہے اس لئے اُسے وہاں پہنچانے کے واسطے سڑکیں، ٹرک اور اگر راستہ لمبا ہے تو ریل گاڑی کی سہولتیں درکار ہیں۔ دراصل ہمیں دو طرفہ ترقی کی ضرورت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اچھے بیجوں، کیمیاوی کھاد اور کھیتی کے بہتر اوزاروں کے ساتھ ساتھ کسان کو نئے نئے طریقوں سے واقف کرایا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب گاؤں میں ضرورت سے زیادہ پیداوار ہونے لگے تو اُسے وہاں بھیجنے کا مناسب انتظام بھی ہونا چاہئے جہاں اس کی ضرورت ہے اور بیچی جا سکتی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو کسانوں کی محنت سے حاصل کی ہوئی پیداوار کھیتوں میں دھری رہ جائے گی اور ضائع اور خراب ہو جائے گی۔ اگر سڑکیں اور ریل گاڑیاں دستیاب نہیں تو پیداوار بڑھانے سے کسی کو کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا۔

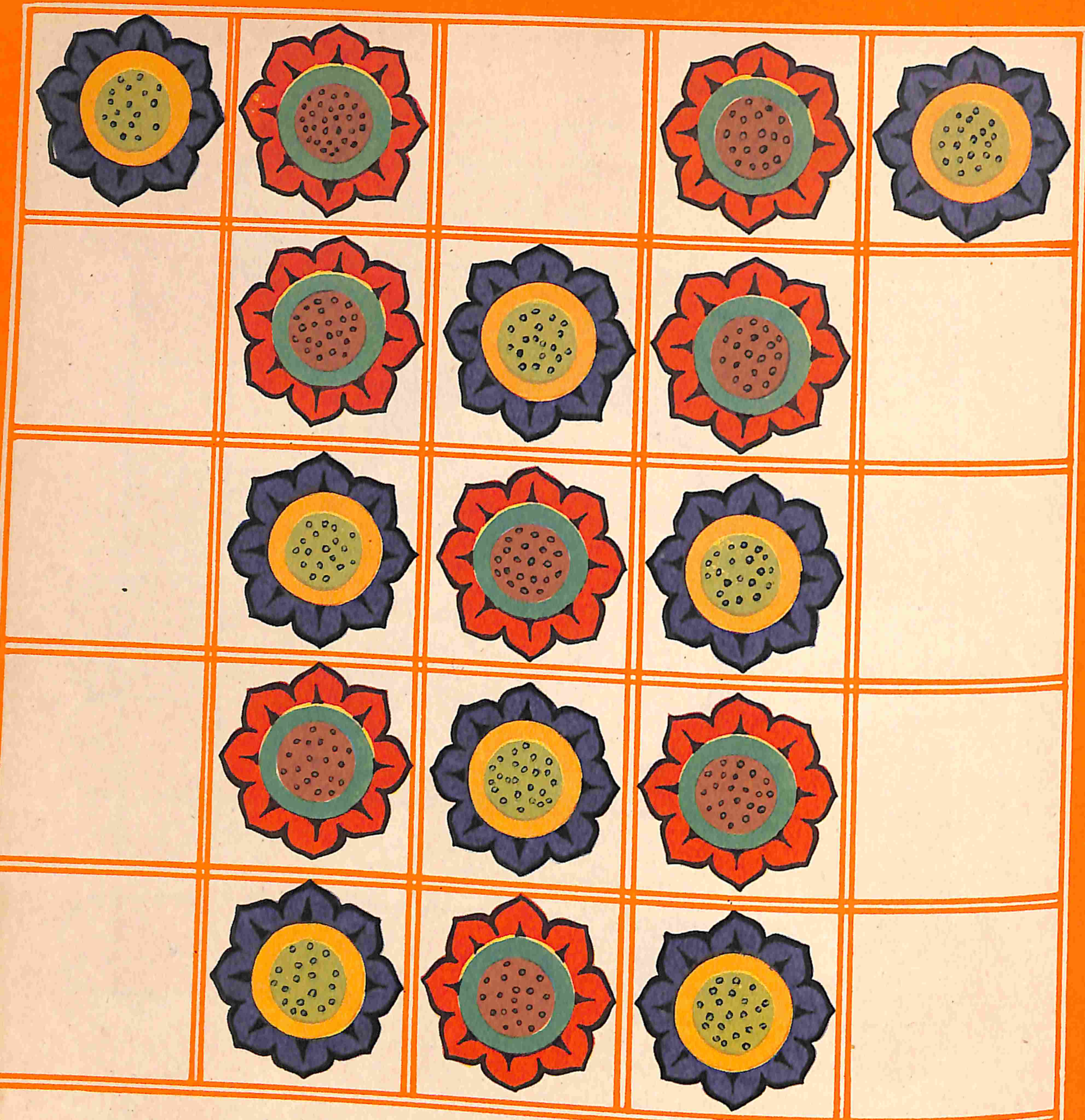
جب کسان اپنی ضرورت سے زیادہ اناج پیدا کرنے کے قابل بن جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ پہلے کی نسبت زیادہ امیر ہے کیونکہ اپنے کنبے کی ضرورتوں کے پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچ جاتا ہے وہ اُسے بیچ سکتا ہے۔ وہ جتنا زیادہ پیدا کرتا ہے اتنا زیادہ امیر ہوتا جاتا ہے۔ لیکن زیادہ امیر ہونے سے کیا فائدہ اگر اُسے زیادہ سہولتیں اور آرام نصیب نہیں؟ آزادی کے بعد ہندوستان نے جو کچھ کیا ہے اس کا سارا مقصد ایک عام آدمی کی زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ جب کسان کی

ان کے علاوہ، کھیتی کے اچھے اوزار، مشینی ہل اور دیگر زراعتی مشینیں بھی کارخانوں کے بغیر تیار نہیں کی جاسکتیں۔

کسان کے لئے ایک اچھا اور مفید ہل تیار کرنے کے لئے ہمیں فولاد کی ضرورت ہے اور فولاد کے لئے ہمیں لوہا اور کوئلہ چاہئے۔ ان کو حاصل کرنے کے لئے ہم نے ہندوستان میں کان کنی کے کام کو بڑھایا اور بہتر بنایا بھی ہے لیکن ان سب چیزوں کی تیاری کے لئے بجلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح تم نے دیکھا کہ جب ہم فقط ایک چیز یعنی زراعت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کے لئے بھی ہمیں سو سو طرح کی چیزیں درکار ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایک کے ساتھ دوسری چیز کچھ یوں بندھی ہوئی ہے کہ ہمیں یہ قدرے عجیب سی بات کہنا ہی پڑتی ہے کہ "ترقی ہی ہمیں ترقی کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔"

آؤ! اب اسی معاملے کے بارے میں کچھ اور سوچیں۔ بہت سے ہندوستانی کسانوں کو اسکول جانے کا موقعہ نہیں ملا اور وہ پڑھ لکھ نہیں سکتے۔ ایسی حالت میں کیا اُن سے یہ توقع رکھنا ممکن ہے کہ وہ اچھی قسم کے بیج، کیمیاوی کھاد اور کھیتی باڑی کے بہتر اوزار استعمال کریں اور ایک خاص طریقے سے فصل اُگانے کی کوشش کریں؟ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ دیہات سدھار کارکن گھر گھر جائیں اور ہر کسان کو سبھی باتیں بتائیں اور سمجھائیں۔ لیکن کیا یہ زیادہ آسان نہ ہوگا کہ یہی کام ریڈیو کے ذریعے کیا جائے؟ اب جب ریڈیو کی بات چھڑ گئی ہے تو ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ٹرانزسٹر اور ریڈیو سیٹ بنانے کے لئے ہمیں برقیات کے ماہروں کی ضرورت ہوگی، مختلف پُرزے تیار کرنے کے لئے کارخانے چاہیئے ہوں گے اور تربیت یافتہ لوگوں کی ایک تعداد درکار ہوگی جو ریڈیو پر کسانوں کو بتاسکیں کہ وہ اپنا کام اچھا اور بہتر کیسے کرسکتے ہیں۔

تم تو جانتے ہی ہو کہ ایک تھکا ماندہ یا بیمار شخص اُتنی محنت نہیں کرسکتا جتنی کہ ایک



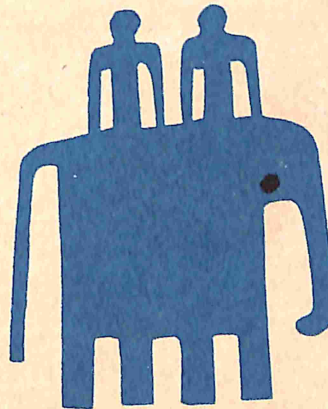
# ۱۶

## ایک جنگی منصوبہ

آمدنی بڑھ جاتی ہے تو وہ بہت سی چیزیں کپڑے، جوتے، ریڈیو، سائیکل، فرنیچر، کھلونے، دوائیاں مٹھائیاں، چائے، لیمپ اور ان کے علاوہ اور بہت سی چیزیں خریدنا چاہتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کو پُرلطف اور آرام دہ بنا سکے۔ جب بہت سے لوگ ان چیزوں کو مانگنے لگیں اور انہیں خریدنے کے لئے کافی روپیہ بھی کمانا شروع کردیں تو ہندوستان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں کو بنانے اور تیار کرنے کے انتظام کرے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو لوگوں کو زیادہ محنت کرکے اپنی پیداوار بڑھانے سے کیا ملے گا؟ یہ چیزیں مہیا کرنے کے لئے ہمیں بڑی بڑی صنعتوں کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی صنعت اس وقت تک قائم نہیں کی جاسکتی جب تک کہ مشینوں، عمارت اور کچے مال کے لئے روپیہ نہ ہو اور یہ روپیہ صرف بچتوں ہی کے ذریعے آسکتا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ نہایت ہی ضروری ہوگیا کہ ہم جو کمائیں اس سب کو خرچ نہ کریں۔

اب تم سمجھ گئے ہوکہ جب ہم ایک آسان سی چیز یعنی زراعت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہماری دوسری ضرورتوں کی فہرست کتنی لمبی ہوجاتی ہے۔ ہمیں بجلی، مشینیں، لوہا اور فولاد، ایندھن اسکول، کالج، تجربہ گاہیں، ہسپتال، سڑکیں، ریلیں، کارخانے اور بہت سی دوسری چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

کیا یہ تمام باتیں یاد نہیں دلاتیں کہ تمہارا جسم کس طرح بڑھتا ہے؟ اگر تم چاہو کہ تمہاری ٹانگیں اور لمبی ہوجائیں تو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ تمہارے جسم کے دوسرے حصّوں کا بڑھنا لازمی ہے۔ اگر سارا جسم بڑھے گا تو ہر عضو خود بخود بڑھے گا۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے اس کی ترقی کی راہیں لمبے عرصے کے لئے بند رہیں۔ اسی لئے ہمیں خاص کوشش کرنا پڑی کہ ہم ترقی کے عمل کو کہیں نہ کہیں سے پھر شروع کریں۔

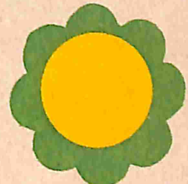


معلوم ہوتی ہے لیکن یہ اُس رقم سے بھی کہیں کم ہے جو امریکہ کی ایک ریاست نیویارک ایک سال میں خرچ کرتی ہے۔ وہ ریاست یہ رقم بہت تھوڑے لوگوں پر خرچ کرتی ہے جبکہ ہندوستان کی آبادی اس کے مقابلے میں بہت ہی زیادہ ہے۔ لیکن ہم تو اتنا ہی روپیہ خرچ کر سکتے تھے۔ ہم نے اس میں سے آدھی رقم تو زراعت کو بہتر بنانے پر صرف کی اور باقی کو صنعتوں، کان کنی، رسل و رسائل، تعلیم اور صحت پر خرچ کیا۔

ہم اپنے پلان سے کچھ زیادہ ترقی نہ کر سکے کیونکہ ہمیں اپنا بہت سا وقت، طاقت اور روپیہ اپنے اقتصادی جھمیلوں کو سلجھانے پر صرف کرنا پڑا۔ جب ملک آزاد ہوا تو ہماری اقتصادی حالت خراب تھی کیونکہ آزادی سے چند ہی برس پہلے برطانیہ نے ہندوستان کو زبردستی دوسری عالمگیر جنگ میں جھونک دیا۔ اگرچہ ہندوستان کا اس جنگ سے نہ کوئی واسطہ تھا اور نہ ہی یہ ہماری سرزمین پر لڑی گئی تھی۔ چونکہ جنگ پر روپیہ بہت خرچ ہوتا ہے اس لئے انگریزوں نے ہمارے ملک کی رہی سہی دولت بھی نچوڑ لی۔

ہمارے پاس جو کچھ تھا جنگ کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ انگریزوں نے ذرا بھی نہ سوچا کہ ہندوستان کے غریب لوگوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ انگریزوں نے تو یہاں تک کیا کہ ہماری قلیل ضروریات زندگی کی کوئی بھی چیز نہ چھوڑی۔ بنگال میں سخت قحط پڑا اور تیس لاکھ انسان بھوکوں مر گئے۔ ملک کے دوسرے حصّوں میں بھی اناج کی سخت قلت تھی۔

ابھی ہندوستان اس زبردست بوجھ سے سنبھلا نہ تھا کہ ۱۹۴۷ء میں ملک کا ایک کافی بڑا حصّہ کاٹ کر پاکستان بنا دیا گیا۔ تم ملک کے بٹوارے کی داستان تو جانتے ہی ہو۔ ہماری کچھ نہایت سرسبز اور زرخیز زمینیں چھن گئیں۔ روئی اور پٹ سن کے کارخانے تو اِدھر رہ گئے جبکہ کپاس اور پٹ سن کے کھیت پاکستان کے قبضے میں چلے گئے۔ اس کا کروڑوں لوگوں کی روزی اور زندگی پر اثر پڑا۔ اس پر ایک اور بڑی مصیبت یہ آن پڑی کہ اسی لاکھ لوگ پاکستان میں اپنے گھر بار چھوڑ کر ہند چلے آئے۔ جیسا کہ تم جانتے ہی ہو ہمیں ان کی دیکھ بھال



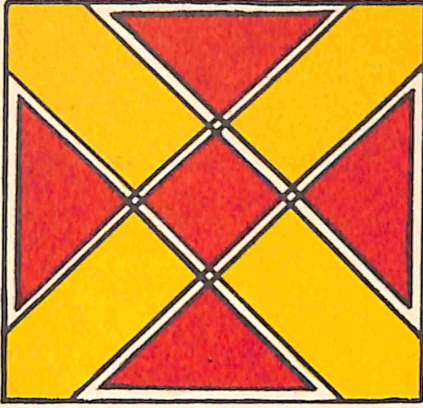
اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ ہم باندھوں، بجلی، کارخانوں، کان کنی، رسل و رسائل، صحت اور تعلیم کے بغیر کھیتی باڑی تک کو بڑھاوا نہیں دے سکتے تھے۔ چونکہ ہمارے پاس بہت ہی کم روپیہ تھا اس لئے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ہم سبھی کام ایک ساتھ شروع کر دیں۔ ہم نے پہلے پلان میں تیئس ارب اٹھہتر کروڑ روپیہ خرچ کرنے کے لئے الگ کر دیا۔ ویسے تو یہ رقم بہت بڑی

اس لئے ہم اپنے آپ پر بھروسہ چاہتے تھے۔ لیکن اگر دوسرے ملکوں پر دارومدار نہیں رکھنا چاہتے تھے تو ہمیں وہ تمام ضروری چیزیں، جن میں دوسرا سامان بنانے والی مشینیں بھی شامل تھیں، خود اپنے ملک میں پیدا کرنا تھیں۔ لیکن اگر تم اس بات کو سوچو کہ جب ہند آزاد ہوا تو اس وقت ہم روزمرّہ کی ضرورتوں کی معمولی سی چیزیں مثلاً سائیکلوں کے ٹائر، سٹوو اور گیس لیمپ تک بھی نہیں بناتے تھے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ ہمیں کتنا بڑا کام انجام دینا تھا۔

ایک گہرے کوئیں سے پانی کھینچ کر باہر لانا ایک بڑا مشکل کام ہے لیکن اگر ایک دفعہ یہ پانی باہر زمین پر آجائے تو یہ ہر طرف پھیل جاتا ہے۔ ہم نے اپنے ملک کی ترقی کے لئے یہی طریقہ اپنایا تاکہ ہماری پہلی بڑی کوشش کے بعد پیداوار خود بخود بڑھے۔

چونکہ ہم ایک غریب ملک تھے اور ہمارے پاس کچھ زیادہ تھا نہیں اس لئے ہمارے لئے ضروری تھا کہ ہم اپنی پونجی صرف اُن چیزوں اور کاموں پر خرچ کریں جس سے ہماری اقتصادی ترقی اپنے آپ ہوتی رہے۔ ہم آرام اور آسائش کی چیزوں پر خرچ نہیں کر سکتے تھے۔ فرض کرو کہ اگر ہم نے یہ سوچا ہوتا کہ ہم لوگوں کے روزمرہ کے استعمال کی ہی چیزیں۔ خوراک اور کپڑا وغیرہ ہی زیادہ پیدا کریں گے تو ہم جو کچھ پیدا کرتے وہ جلد ہی ختم ہو جاتا اور ہماری حالت بالکل ویسی ہی ہو جاتی جیسی آزادی سے پہلے تھی۔ ہمیں اپنی حالت بہتر بنانے کے لئے بار بار کوشش کرنا پڑتی۔

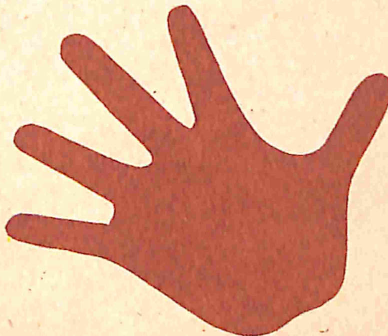
اس کے بجائے ہم نے یہ سوچا کہ سب سے زیادہ عقلمندی کی بات ہوگی کہ ہم اپنی دولت اُن مشینوں پر جو دوسری مشینیں بنانے میں مدد دیتی ہیں، اور فولاد، بجلی، سیمنٹ، کیمیاوی کھاد اور ایسی ہی دوسری چیزوں پر لگائیں۔ یہ سب بھاری صنعتیں کہلاتی ہیں اور ان پر بڑا روپیہ خرچ ہوتا ہے اور اِن سے آمدنی اور فائدہ لمبے عرصے کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ صنعتیں چالو ہو جاتی ہیں تو اُن میں جو مشینیں اور مال تیار ہوتا ہے وہ فوراً ہی



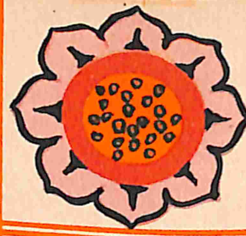
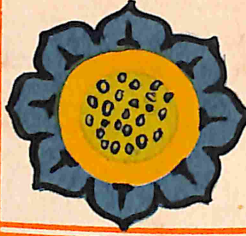
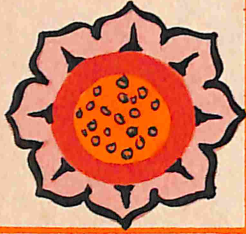
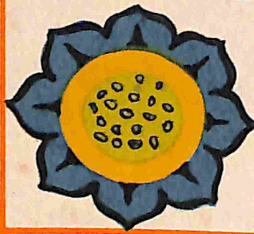
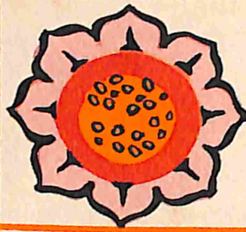
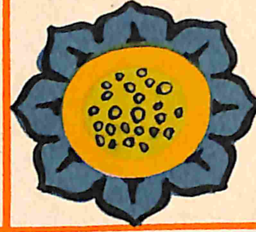
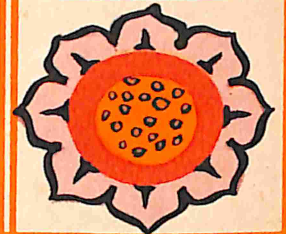
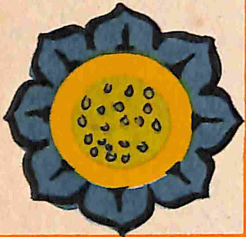
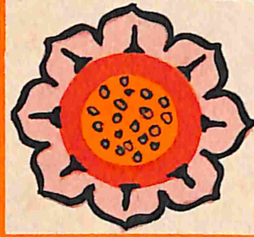
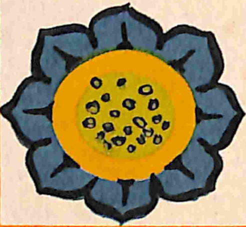
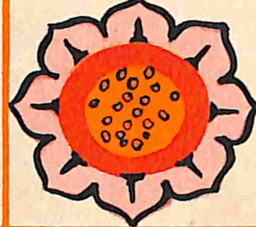
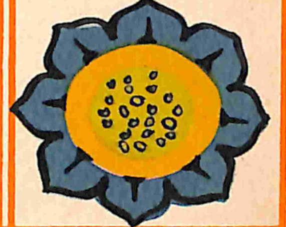
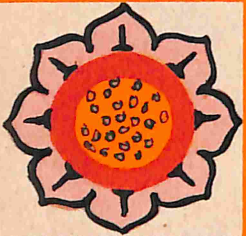
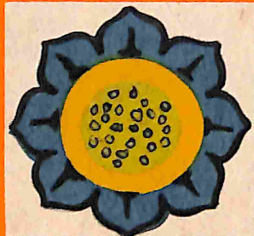
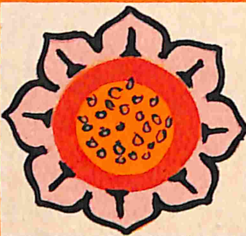
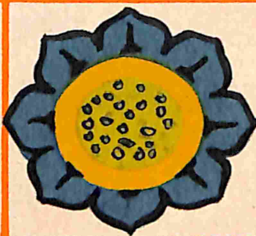
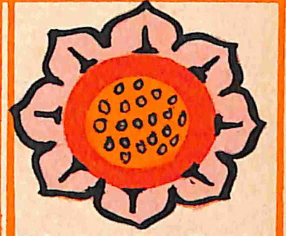


کا بوجھ بھی اٹھانا پڑا۔ پیشتر اس کے کہ ہم آگے بڑھیں، ہمیں ان زخموں کو بھرنا تھا۔ اس لئے پہلے پنجسالہ پلان میں جس پر ۱۹۵۱ء میں عمل شروع ہوا، ہمارا پہلا کام یہ تھا کہ ملک میں حالات معمول پر لائے جائیں۔

جب ہم نے دوسرے پلان پر عمل شروع کیا تو ہم بڑی حد تک اپنے مسئلوں سے نپٹنے کے قابل ہوسکے۔ اس وقت ہمارے دیس میں منصوبہ بندی کے مسئلے پر لمبی چوڑی بحث ہوئی۔ ہندوستانی ماہر بڑی دیر تک اس بارے میں غور کرتے رہے کہ اس پلان میں کون کون سے کام انجام دیئے جائیں۔ ہم نے دُنیا بھر کے اُن ٹیکنیکل جانکاروں اور اقتصادیات کے ماہروں سے بھی مشورے کئے جو ہندوستان کی خاص ضرورتوں کو سمجھتے تھے۔ ہمارا مقصد ہمیں بخوبی معلوم تھا۔ ہم جو بات سب سے زیادہ چاہتے تھے وہ یہ تھی کہ ہم کسی دوسرے پر نہیں اپنے آپ پر بھروسہ اور دارومدار رکھیں خاص کر اُن چیزوں کے لئے جو ہمارے لئے اہم تھیں۔





۱۷

"ہر آنکھ سے ہر آنسو پونچھنا"

لوگ استعمال میں نہیں لا سکتے۔ مثال کے طور پر کیمیاوی کھاد ہی کو لو۔ اس سے فوراً فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ کچھ وقت انتظار کرنا پڑتا ہے تب کہیں اچھی اور زیادہ فصل پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کی صنعت سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ لمبے عرصے کے بعد ہی لوگوں تک پہنچتا ہے۔ جن کی زندگی کو زیادہ آرام دہ بنانا ہی ہمارا آخری مقصد ہے لیکن اس قسم کا انتظار فائدے مند اور کار آمد ہوتا ہے کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ جب ایک دفعہ اس قسم کی صنعت قایم ہو جاتی ہے تو یہ دولت برابر پیدا کرتی رہتی ہے۔

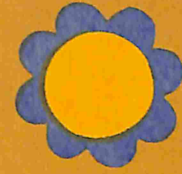
ہمارے پاس اتنی دولت نہیں تھی کہ ہم جتنی زیادہ چاہتے اور جہاں کہیں چاہتے اس قسم کی قیمتی صنعتیں قائم کر لیتے۔ ہمیں تو پوری احتیاط کے ساتھ یہ سوچنا تھا کہ کن بھاری صنعتوں کو پہلے لگایا جائے اور کس جگہ قائم کیا جائے تاکہ وہ فائدہ مند ثابت ہو سکیں۔ جنگ کے دوران بھی فوج کا جرنیل اپنے سپاہیوں کو ایک پوری طرح سوچی سمجھی ہوئی اسکیم کے تحت خاص اور اہم جگہوں پر تعینات کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی فوج کی تعداد محدود ہوتی ہے اور اُسے انہیں ایسے مورچوں پر کھڑا کرنا ہوتا ہے جہاں وہ اُن کا بہترین استعمال کر سکتا ہے۔ ہمیں بھی اپنے وسیلوں سے اسی طرح کام لینا تھا تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکیں۔ اسی لئے تم نے اکثر "پلان کی حکمتِ عملی" جیسے الفاظ سُنے ہوں گے۔

ہم اگرچہ بھاری صنعتیں قائم کرنے میں مصروف تھے لیکن ہم اپنی زراعت کو بہتر بنانے کے کام میں کوتاہی نہیں کر سکتے تھے۔ لوگ ایک اچھے مکان یا ایک اچھی نوکری کے لئے تو کچھ دیر انتظار کر سکتے ہیں لیکن وہ خوراک کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اناج ایک فوری ضرورت ہے۔ اس لئے جب ہم اپنی صنعتیں بڑھانے میں لگے ہوئے تھے ہم اپنی کھیتی باڑی کی ضرورتوں سے غافل نہیں رہ سکتے تھے

لیا اور کچھ دوسرے ملکوں سے قرض لیا گیا۔ کچھ اسکیموں کے لئے روپیہ نہ ہوتے ہوئے بھی ہم نے جرأت برتی اور کام شروع کر دیا۔ ہمیں امید تھی کہ جب یہ پروجیکٹ مکمل ہو جائے گا تو اُس سے ہونے والی آمدنی ہی سے اس کی لاگت نکل آئے گی۔ بہت سا روپیہ ٹیکسوں کی شکل میں اکٹھا کیا گیا جو امیر اور دولت مند لوگوں نے ادا کئے۔ بہت سے پروجیکٹ اور صنعتیں غریب اور زیادہ پچھڑے ہوئے علاقوں میں قائم کی گئیں تاکہ ان علاقوں کے لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے۔ نئے ٹیکس اور یہ فیصلے کہ یہ پروجیکٹ کس علاقے میں شروع کئے جائیں ہمیں ایک اور طریقے سے بھی مددگار ثابت ہوئے۔ ان سے امیر اور غریب کا فرق کچھ کم ہو گیا اور ہم اپنے اِس نصب العین کے قریب تر پہنچ گئے کہ سب ہندوستانی برابر ہوں۔ مختصر لفظوں میں یہ تھی ہندوستانی منصوبہ بندی کی حکمتِ عملی۔

تیسرا پلان بہت بڑا تھا۔ سرکار نے ایک کھرب سولہ ارب روپیہ خرچ کرنے کا منصوبہ بنایا جو پہلے اور دوسرے پلانوں کے کُل خرچ سے تین ارب روپے زیادہ تھا۔ ہم اسی حکمتِ عملی پر عمل کرتے رہے لیکن تیسرے پلان کے دوران ہمیں کچھ مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ تیسرے پلان کے پہلے ہی برس، چین نے اور تین سال بعد پاکستان نے ہندوستان پر حملے کر دیئے۔ اس پلان کے آخری برس اور اُس برس بارشیں بالکل نہ ہوئیں اور بہت کم فصل ہوئی۔ ہماری تمام توجہ اور کوششیں ان مشکلوں پر قابو پانے میں صرف ہوئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے جن بہت سے کاموں کو کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا تھا، وہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔

۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۶ء کے دوران دو سال سخت سوکھا پڑا اور بہار میں قحط سا پڑ گیا۔ اگر یہ قحط پچیس سال پہلے پڑا ہوتا تو لاکھوں انسان بھوکوں مر جاتے۔ اب سڑکیں اور ریل گاڑیاں بڑی مددگار ثابت ہوئیں۔ ہم ان کو استعمال میں لا سکتے تھے کیونکہ اب ہماری اپنی سرکار تھی اور اُسے لوگوں کی بھلائی کا بڑا خیال تھا۔ جن علاقوں میں خوراک کی کمی تھی ہم وہاں پر ملک کے دوسرے حصّوں سے سڑکوں اور ریل گاڑیوں کے ذریعے

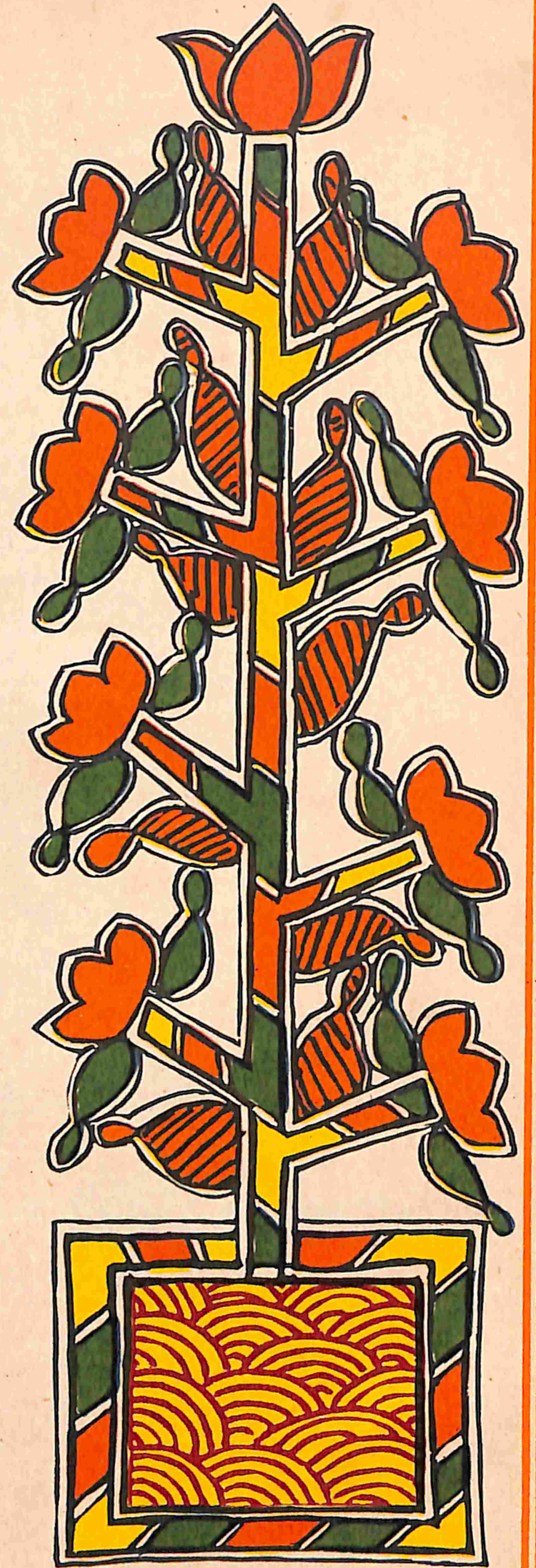


اِس پلان کے لئے یہ سارا روپیہ کہاں سے آیا؟ اِس میں سے زیادہ تر تو وہ روپیہ تھا جو قوم نے بچا رکھا تھا۔ کچھ سرکار نے جنتا سے اُدھار

چوتھا پلان شروع کرنے سے پہلے ہمیں ادھورے کام پورے کر لینے چاہئیں۔ اُن کو کرنے میں تین سال لگے۔ ہم نے ہر سال کے لئے ایک سالانہ پلان تیار کیا اور اسے عملی جامہ پہنایا۔

ہم نے اپنے چوتھے پلان پر ۱۹۶۹ء ہی میں کام شروع کیا اور اُسے مکمّل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس پلان پر سرکار نے ۱کھرب ۵۹ ارب دو کروڑ روپے خرچ کرنے تھے۔ ہمارے پلانوں پر سرکار اور سرکاری شعبے کی صنعتیں جتنا روپیہ خرچ کریں گی اس کے علاوہ بھی تعمیر اور ترقّی پر روپیہ خرچ ہوگا اور وہ غیر سرکاری شعبے کی صنعتیں اور ادارے کریں گے۔ کیونکہ یہ انہی کا کام ہے۔ اگر کارخانے کا مالک اپنے مال کی پیداوار بڑھاتا ہے تو وہ اُس سے نفع بھی کما سکتا ہے لیکن یہ بھی بات ہے کہ اُس کے کارخانے کی پیداوار، سارے ملک کی پیداوار میں شامل ہے۔ اس لحاظ سے اس کا کاروبار ملک کو اور دولت مند بناتا ہے۔ ہم اس قسم کی سرگرمیوں کو غیر سرکاری سرگرمیاں کہتے ہیں۔ اگر ان سے ملک کو فائدہ پہنچتا ہے تو ہم انہیں روکتے نہیں۔

اعداد و شمار سے ہمیشہ پوری بات تو سمجھ نہیں

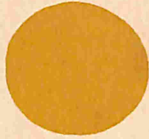


اناج پہنچا سکتے تھے لیکن اس میں سے زیادہ تر اناج باہر کے ملکوں سے لانا پڑا۔ ہمارے ملک کو جو کسانوں اور لہلہاتے کھیتوں کا دیس تھا، دوسرے ملکوں سے اناج خریدنا پڑا۔

اس سے ہمیں بڑی فکر اور پریشانی ہوئی۔ ہم نے یہ بات بخوبی جان لی کہ ہم ابھی تک دوسروں پر بہت زیادہ انحصار رکھتے ہیں۔ ہم نے بڑے پیمانے پر زیادہ اناج پیدا کرنے کی ایک نئی کوشش اور مہم شروع کی۔ چونکہ ملک کے کونے کونے میں اپنے کھیتوں میں پانی پہنچانے کے انتظام کرنے پر چاہے بارش ہو یا نہ ہو، کچھ وقت لگنا ضروری تھا اس لئے ہم نے سوچا کہ کیوں نہ زیادہ آسان، کم خرچ اور تیزی سے عملی جامہ پہنائے جانے والے انتظام کر لئے جائیں۔ ہم زمین کی پیداوار بڑھانے کے دوسرے طریقے ڈھونڈھ سکتے تھے اور یہی ہم نے کیا بھی۔ ہمارے زراعتی سائینس دانوں نے ایسے بیج پیدا کرنے کے لئے جو یا تو جلدی اُگ سکیں یا کئی گنا زیادہ پیداوار دے سکیں یا جن میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہوں، دن رات محنت کی۔ ایسے بیج پیدا کرنے سے مطلب یہ تھا کہ وہی کھیت سال میں کئی بار استعمال میں لایا جاسکتا تھا۔ اِن سائینس دانوں نے یہ پتہ لگانے کے لئے تجربے کئے کہ ایک کسان ایک فصل کی جگہ دوسری فصل کیسے پیدا کرسکتا ہے یا اُسے ایک کے بعد دوسری کونسی فصل اُگانا چاہیئے تاکہ زمین کی زرخیزی بنی رہے۔ کئی قسم کے تجربے کئے گئے اور وہ بڑے کامیاب رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس میدان میں ہند کی حیرت انگیز کامیابی کا دُنیا بھر کے لوگوں میں چرچا ہوا اور اُسے "سبز انقلاب" کہا جانے لگا۔ پلان کے شروع میں ہم اپنے کھیتوں سے جس قدر اناج پیدا کرتے تھے، اِس کامیابی کے بعد اُنہی کھیتوں سے دُوگنا پیدا کرنے لگے۔

ہم نے اناج زیادہ پیدا کرنے کے لئے جی جان سے جو کوشش کی وہ بڑی فائدہ مند ثابت ہوئی۔ لیکن ہم نے جو یہ خاص کام انجام دیا وہ ہمارے پلانوں کا باقاعدہ حصّہ نہیں تھا۔ تیسرے پلان کی بہت سی باتیں وقت پر پوری نہ ہوسکیں۔ اس لئے ہم نے فیصلہ کیا کہ





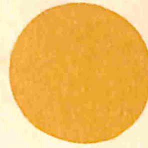
چوتھا پلان ۱کھرب ۵۹ ارب دو کروڑ روپے
(۱۹۶۹ء سے لیکر ۱۹۷۴ء تک)

حکومت کو چوتھے پلان میں جتنا روپیہ خرچ کرنا ہے وہ پہلے پلان سے چھ گُنا زیادہ ہے۔ اور یہ رقم ہر پلان کے ساتھ ساتھ اور بڑھتی ہی رہی ہے۔

چوتھے پلان کے بعد، پانچواں، چھٹا، ساتواں اور آٹھواں پنچسالہ پلان ہوگا۔ کوئی نہیں جانتا کہ ہمارا کام مکمّل ہونے تک ہمارے کتنے پلان ہوں گے۔

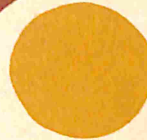
تم تو اب سمجھ ہی چکے ہو کہ یہ کام ہے کیا! جن لوگوں نے ہند کی آزادی کی لڑائی لڑی اور اسی مقصد کو پانے کے لئے زندگی بھر جدوجہد کرتے رہے انہیں اس سرزمین کے لوگوں سے گہری محبت تھی۔ وہ ایک نئے ہندوستان کی تعمیر کے خواب دیکھتے رہے تھے۔ ان کے نزدیک یہ ایک عظیم اور ولولہ خیز مہم تھی۔ جب ہم نے آزادی حاصل کی تو

آتی لیکن پھر بھی اگر تم اُنہیں دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حکومت کتنا زیادہ روپیہ خرچ کرتی رہی ہے اور تمہیں یہ بھی اندازہ ہو گا کہ ہر پلان اس سے پہلے کے پلان سے کتنا بڑا تھا۔

پہلا پلان
(۱۹۵۱ سے لیکر ۱۹۵۶ء تک)

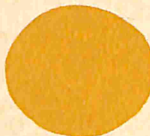
۱۹ ارب ۶۰ کروڑ روپے

دوسرا پلان
(۱۹۵۶ء سے لیکر ۱۹۶۱ء تک)

۴۶ ارب روپے



تیسرا پلان
(۱۹۶۱ء سے لیکر ۱۹۶۶ء تک)

۸۵ ارب ۷۶ کروڑ روپے




پہلے اور اب

جواہر لال نہرو نے لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ وہ خوشی سے ناچیں گائیں کیونکہ ہمارے دل کی مراد آخر بر آئی تھی بلکہ اس کی بجائے انہوں نے کہا، "ہندوستان کی خدمت سے مراد اُن کروڑوں انسانوں کی خدمت ہے جنہوں نے دُکھ اور مصیبتیں جھیلیں۔ اس کا مطلب غریبی، جہالت، بیماری اور بے انصافی کا خاتمہ بھی ہے۔ ہماری پیڑھی کے عظیم ترین انسان کی خواہش ہے کہ ہر مصیبت زدہ آنکھ کا آنسو پونچھا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات ہماری دسترس سے باہر ہو لیکن جب تک لوگ مصیبت میں ہیں اور ان کی آنکھوں میں آنسو ہیں اُس وقت تک ہمارا کام پورا نہیں ہوگا۔

"اور اِسی لئے ہمیں محنت، سخت محنت اور مشقت کرنا ہے تاکہ ہم اپنے خوابوں کو حقیقت میں بدل سکیں ...."

جواہر لال نہرو اور اُس پیڑھی کے سبھی لوگوں کے نزدیک آزادی کا مقصد تھا "ہند کے عام آدمی، مزدوروں اور کارکنوں اور کسانوں کو آزادی دلانا اور ترقی کے موقعے مہیا کرنا، غریبی، جہالت اور بیماری کو ختم کرنا، ایک خوش حال جمہوری اور ترقی پسند قوم کی تعمیر کرنا اور ایسے سماجی، اقتصادی اور سیاسی ادارے قائم کرنا جو ہر مرد اور عورت کے لئے انصاف اور بھرپور زندگی کے ضامن ہو سکیں"

ہم کئی اور سالوں تک اسی کام میں مصروف رہیں گے۔





لمبا راستہ طے کرنا ہے۔ لیکن تم دیکھ سکتے ہو کہ ہم یقینی طور پر آگے بڑھتے رہے ہیں۔

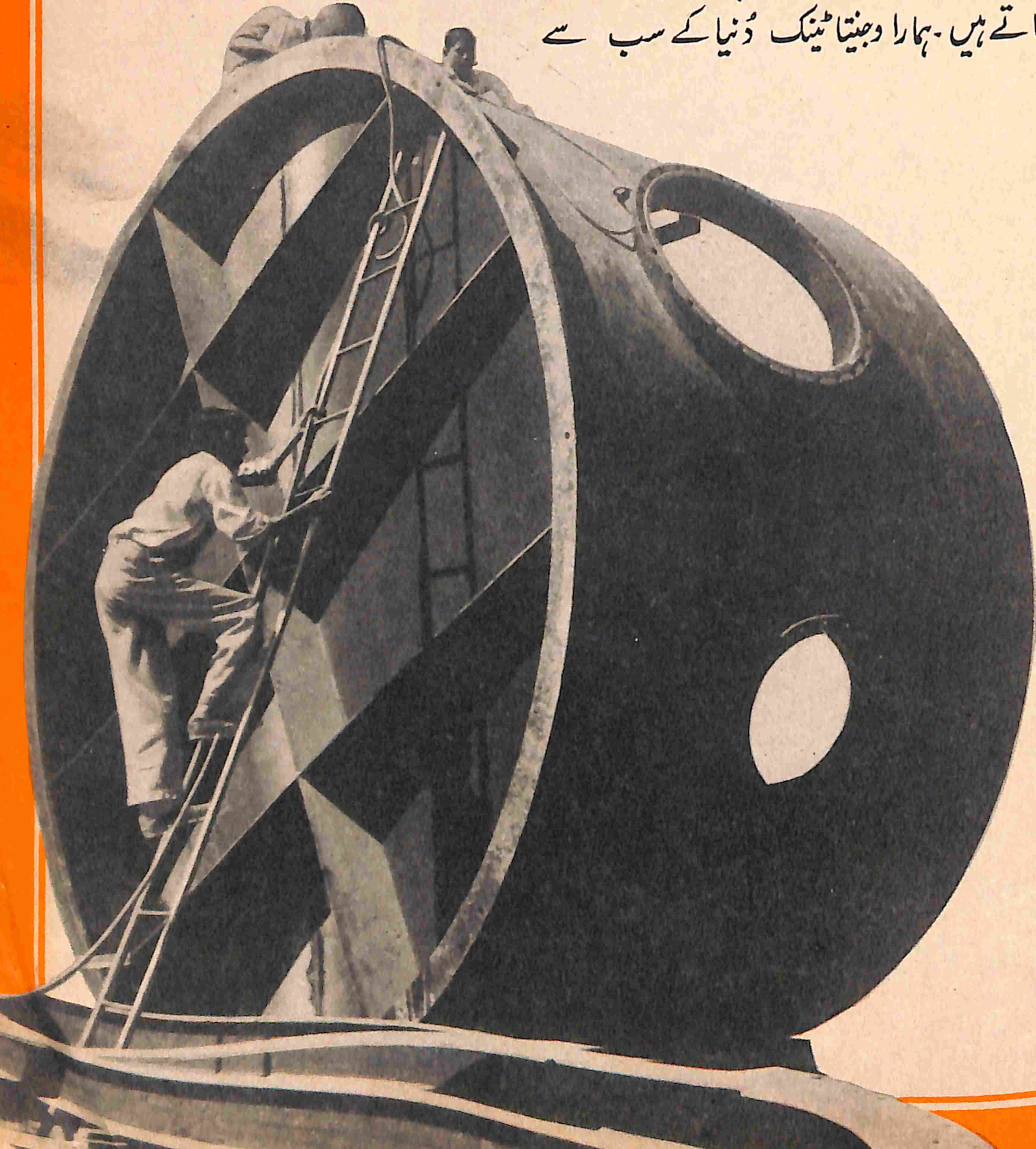
پلانوں کے شروع ہونے سے پہلے ہماری جو آمدنی تھی اب اُس سے تین گُنا زیادہ ہے
اب ہند کے کھیتوں میں دُگنی پیداوار ہوتی ہے اور کارخانوں میں تقریبًا تین گُنا۔ اب



تم منصوبہ بندی کے متعلق اتنی باتیں پڑھتے رہے ہو۔ کیا ان سے تمہیں کچھ اندازہ ہُوا کہ ہندوستان نے کتنی ترقی کی ہے ؟ بے شک ! ہند نے ترقی کی ہے لیکن اگر تم جاننا چاہتے ہو کہ اس نے کتنی ترقی کی ہے تو تمہیں ملک میں ہونے والے کاموں کے نتیجے کا مقابلہ اس حالت سے کرنا ہوگا جو یہ کام شروع کرنے سے پہلے موجود تھی۔ اس لئے تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے ذہن میں "ماضی اور حال" کی حالت سامنے رکھو۔ ماضی سے مراد وہ وقت ہے جب ہند نے پہلا پنچسالہ پلان شروع کیا اور حال سے بلاشبہ مراد آج سے ہے یعنی پہلے پنچسالہ پلان کے شروع ہونے کے کوئی بیس سال بعد۔ حال بھی ایک دن ماضی میں بدل جائے گا اور اُس وقت تمہارے سامنے ایک نیا دَور حاضر ہوگا۔ یہ عمل اس دیس میں ابھی لمبے عرصے تک چلے گا کیونکہ ہمیں اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے

استعمال ہونے والی کینوس باہر ہی سے آتی تھی۔

آج ہندوستان آواز سے زیادہ تیز رفتار ہوائی جہاز تک بنا رہا ہے۔ تم سب مگ ۲۱۔ نیٹ۔ ایورو مال بردار ہوائی جہاز اور ایچ ایف ۲۴ کے بارے میں تو جانتے ہی ہو۔ یہ سب ہمارے ہی ملک میں ہمارے ہی لوگ بناتے ہیں۔ ہمارا وجینتا ٹینک دُنیا کے سب سے



پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بھی دُگنی ہو گئی ہے۔ سکولوں کی تعداد دوگنا اور کالجوں کی پانچ گنا بڑھی ہے۔ اب پہلے کے مقابلے میں چار گنا زیادہ بچے اسکول اور آٹھ گنا زیادہ کالج جاتے ہیں۔ اب بہت زیادہ لوگوں کو معلوم رہتا ہے کہ ملک اور دُنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اب ملک میں اخباروں اور رسالوں کی تعداد پندرہ گنا ہے جبکہ ریڈیو سیٹوں کی تعداد پچاس گنا بڑھی ہے۔ ڈاک پہنچانے کا انتظام بہتر ہو چکا ہے اور ڈاکخانوں کی تعداد میں ڈھائی گُنا کا اضافہ ہوا ہے۔ اب پہلے کے مقابلے میں ہسپتالوں کی تعداد دوگنا ہے۔ طبّی امداد بھی بہتر طور پر دستیاب ہے اور اب لوگ بیس پچیس سال زیادہ زندہ رہنے کی امید رکھ سکتے ہیں۔

ریل گاڑیوں کے مسافروں کی گنتی بھی بڑھی اور دُگنے لوگ سفر کرنے لگے ہیں۔ سڑکوں کی لمبائی میں تین گنا اضافہ ہوا ہے۔ اب ہندوستانی جہاز چھ گُنا زیادہ مال لاتے اور لے جاتے ہیں۔ ہوائی جہازوں کے ذریعے سفر کرنے والوں کی تعداد نو گنا ہو چکی ہے۔ اب سڑکوں پر آٹھ گنا زیادہ موٹریں، ٹرک اور لاریاں دیکھنے میں آتی ہیں۔

تم جانتے ہو کہ کوئی چالیس برس پہلے ہمارے ملک میں کوئی صنعت نہیں تھی۔ معمولی چیزیں مثلاً صابن، بسکٹ اور روشنائی تک باہر کے ملکوں سے منگوانا پڑتی تھی۔ بہت سے ہندوستانی گھروں میں جو کلینڈر دیکھتے تھے وہ جرمنی سے چھپ کر آئے ہوئے ہوتے تھے۔ انگریزوں نے ہندوستان میں ریل کی پٹریاں تو بچھائیں لیکن ریل کا سارا سامان، انجن اور ڈبے وغیرہ تو انگلستان ہی سے آتے تھے۔ صرف لکڑی کے شہتیر نہیں منگوائے جاتے تھے۔ ملک میں اگرچہ کپڑے کے چند کارخانے تھے لیکن کرگھے اور تکلے تک انگلستان سے ہی آتے تھے۔ کچھ کاغذ اور کتابیں یہاں چھپتی ضرور تھیں لیکن چھاپہ خانے باہر ہی سے منگوانے پڑتے تھے۔ ملک کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے جو ضروری سامان درکار تھا، اُسے ہند میں تیار کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہم جوتے، گھوڑوں کے زین اور خیمے بناتے تھے لیکن خیموں میں

نئی دریافتیں ہوتی ہیں، زیادہ سے زیادہ لوگ اُن کے بارے میں علم اور واقفیت چاہتے ہیں۔ وہ ہر چیز کے بارے میں اور زیادہ جاننا چاہتے ہیں۔ ہند میں آٹھ کروڑ طالب علم اسکولوں میں اور بیس لاکھ کالجوں میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ایک کسان بھی، جس کے کنبے نے ہزار برس سے سوائے فصلیں پیدا کرنے کے کچھ اور نہیں کیا موجودہ نئے ترقی پذیر دَور میں نئے ڈھنگ اور نئے انداز سے سوچنے لگا ہے، وہ اب ٹریکٹروں، بجلی سے چلنے والے پمپ سٹوں، فصلیں کاٹنے والی مشینوں اور نئی نئی طرز کے ہلوں، بیجوں، کیمیاوی کھاد اور ریڈیو کے بارے میں سیکھنا اور جاننا چاہتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ اُسے بنکوں کے بارے میں بھی کچھ بتایا جائے تاکہ وہ اپنے کھیت کو بہتر بنانے کے لئے روپیہ اُدھار لے سکے۔

تقریباً ہر مضمون پر بہت سی قسم کے نصاب موجود ہیں، جن میں سے کسی ایک کو چُنا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اب ایک انجینئر کے لئے یہی ضروری نہیں ہے کہ وہ صرف سڑکوں اور پُلوں کے بارے میں علم حاصل کرے۔ وہ اب ہوا بازی، بجلی، صنعت، کیمیاوی اشیا، بحریہ اور اسی قسم کے دوسرے معاملوں کے بارے میں انجینئرنگ کا خاص علم حاصل کر سکتا ہے۔

صنعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ تربیت یافتہ آدمیوں کی ضرورت بھی بڑھتی ہے۔ اس لئے ہندوستان میں بہت زیادہ لوگ بُنیادی ضرورت کی چیزوں کے علاوہ اب تعلیم کے متلاشی ہیں۔

چونکہ ہمارے دیہات کے لاکھوں انسانوں کے لئے کالج میں تعلیم پانا ممکن نہیں اس لئے انہیں اپنا کام کاج بہتر کرنے کے لئے جس قسم کے علم اور جانکاری کی ضرورت ہے، اُسے اجتماعی ترقی پروگرام کے ذریعے ان تک پہنچایا جا رہا ہے۔ تم نے اجتماعی ترقی پروگرام کے بارے میں ضرور سُنا ہی ہوگا۔ اس جانکاری کے ساتھ انہیں زیادہ مقدار میں پانی، کیمیاوی کھاد بیج اور کھیتی کے اوزار بھی مہیا کئے جا رہے ہیں۔ اس وقت ہندوستان کا سب سے بڑا اور اہم کام یہی ہے کہ یہ سب چیزیں ملک کے سبھی پچاس لاکھ گاؤں کے لوگوں تک پہنچائی جائیں۔

زیادہ جدید ٹینکوں میں سے ہے۔ ہم سب قسم کی توپیں اور گولی بارود بھی تیار کرتے ہیں۔ ہم نے اپنی بحریہ کے لئے نیلگری نام کا جو جہاز تیار کیا ہے وہ جدید طرز کا جنگی جہاز ہے۔ اس کے بعد ہم ہیما وتی بنائیں گے۔ ہم چار اور جنگی جہاز بنانے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پر کوئی بیس کروڑ روپیہ لاگت آتی ہے۔ اس لئے تم سمجھ سکتے ہو کہ انہیں بنانا کتنا مشکل اور پیچیدہ کام ہے۔

تم چاہے کہیں بھی ہو تمہیں یہ دیکھنے کے لئے کہ ہندوستان نے پہلے کے مقابلے میں کتنی زیادہ ترقی کی ہے کچھ زیادہ دور نہیں جانا ہوگا۔ ملک کے کونے کونے میں تعمیر اور ترقی کے کام ہوئے ہیں۔ بھاکڑہ، ہیرا کڈ اور ناگا ارجن ساگر میں بڑے بڑے باندھ بھلائی، رورکیلہ اور درگا پور میں فولاد کے کارخانے، سیندری اور ننگل میں کیمیاوی کھاد کے کارخانے، بنگلور، ناسک اور کانپور میں ہوائی جہاز بنانے کی فیکٹریاں، چترنجن اور وارانسی میں ریلوے انجن کے کارخانے، ٹرامبے میں ایٹمی بھٹی اور تھمبا میں راکٹ چلانے کا مرکز قائم کئے گئے ہیں۔ ہم راکٹ نما بم بنانے اور فضا میں مصنوعی سیارہ بھی بھیجنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کامیابیوں سے ہند کسی حد تک دُنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی سطح تک پہنچ چکا ہے۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان چیزوں کے فائدے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں تاکہ جدید سائنس اور ٹیکنولوجی کی برکتیں ہمارے ہر گاؤں میں میسر ہوں۔

اگر ہم ٹربائن، بجلی کی مشینیں اور کمپیوٹر بنانے لگ جائیں تو تم سمجھ ہی سکتے ہو کہ ہمارے لئے پنکھے، ریڈیو سیٹ، سلائی کی مشینیں اور سائیکل بنانا کتنا زیادہ آسان ہوگا۔ آج ہندوستان دُنیا کا سب سے بڑا سائیکل ساز مُلک ہے۔

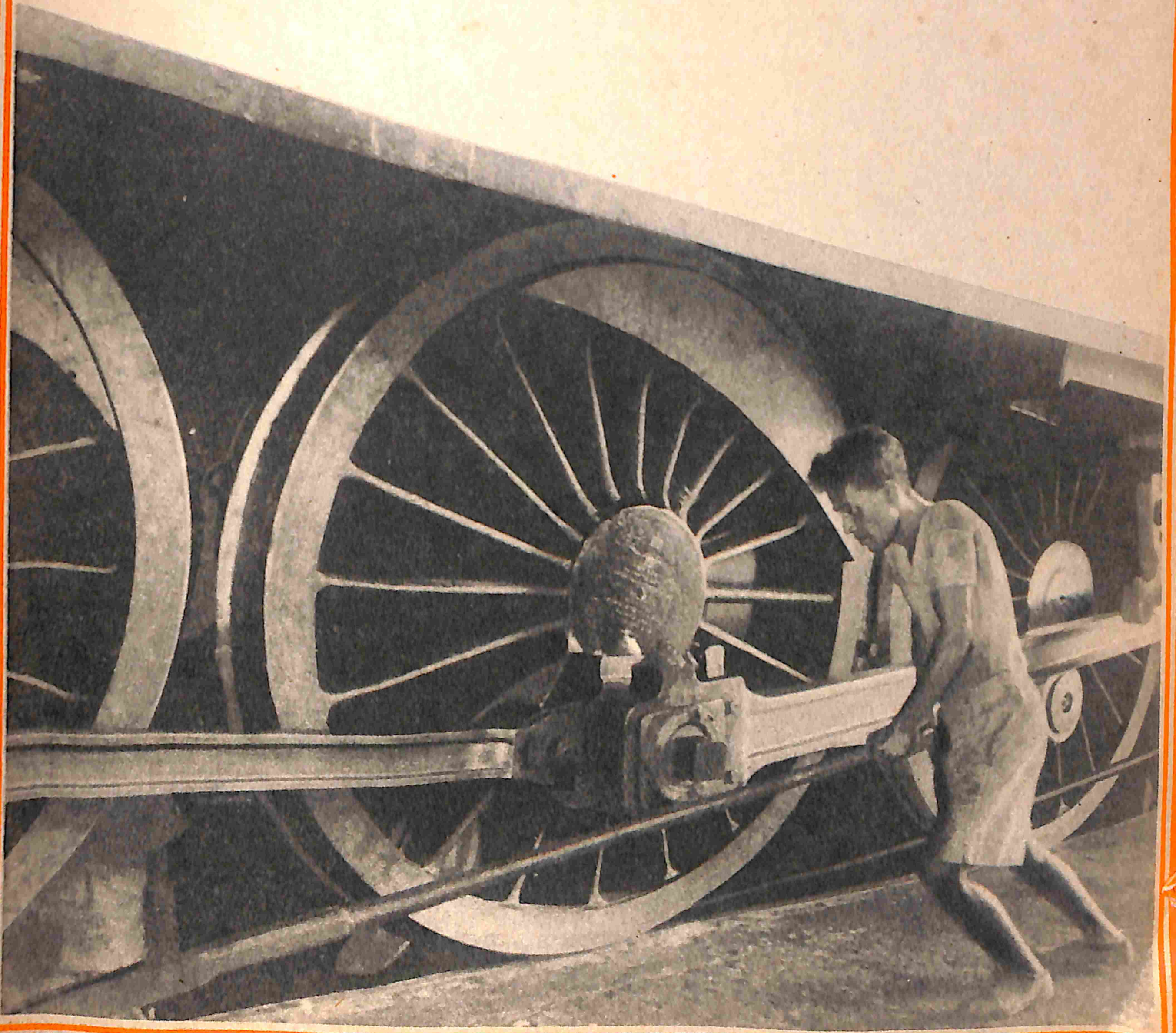
دنیا کے جو مُلک سب سے زیادہ انجنیئر اور ڈاکٹر پیدا کرتے ہیں، ہند اُن میں سے ایک ہے۔ جوں جوں دُنیا میں سائنس، دواؤں اور ٹیکنولوجی کے میدان میں نئی

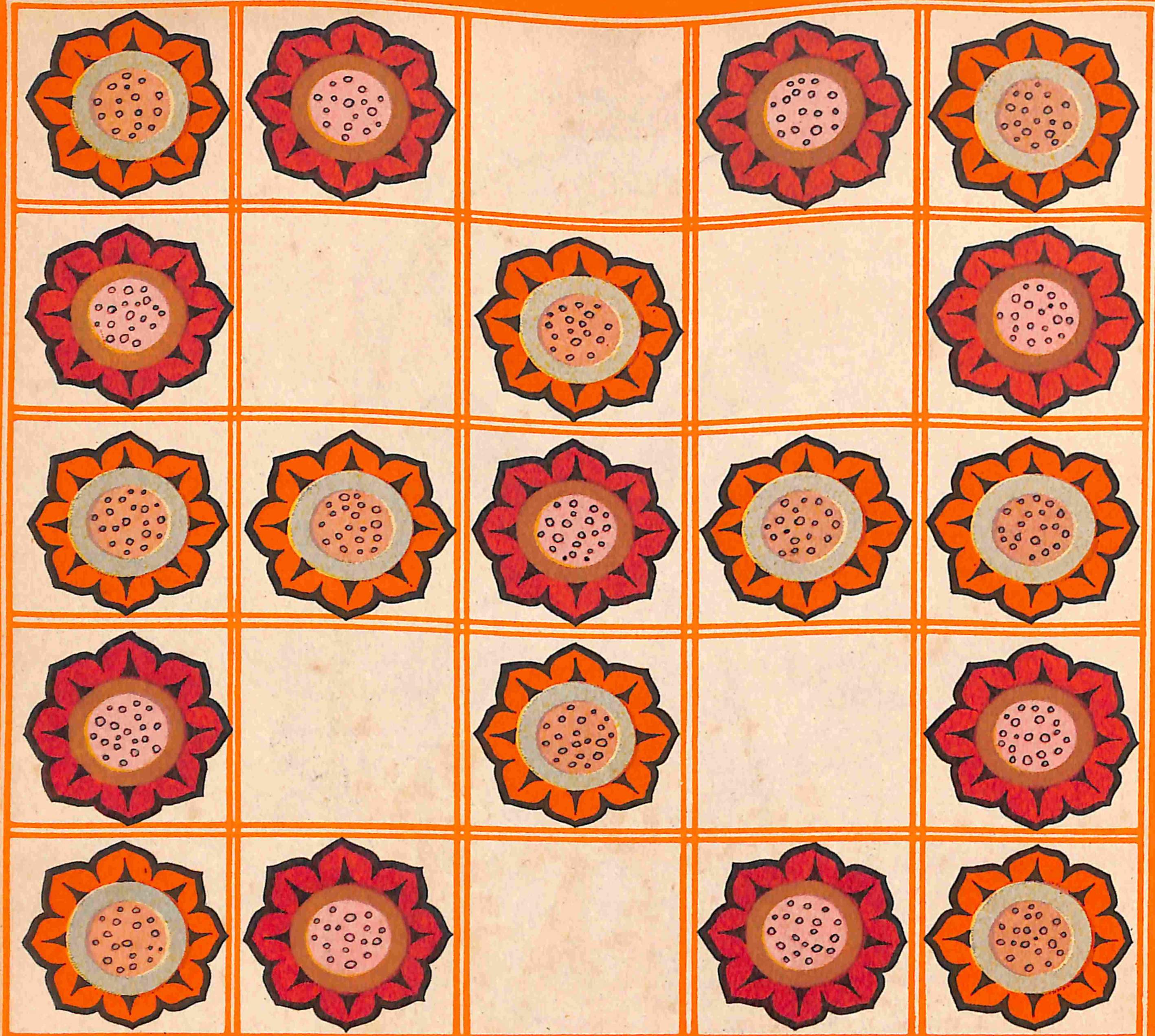
ہیں اور کم لاگت پر زیادہ کام کر سکتا ہے۔ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت اس بات کا پیمانہ ہے کہ کوئی ملک کتنا جدید، مضبوط اور دولت مند ہے۔ ۱۹۴۷ء کے مقابلے میں اب ہم دس گنا زیادہ بجلی پیدا کرتے ہیں۔ اب ہر سال ہمارے دیس میں بجلی کی پیداوار کی صلاحیت اتنی بڑھ رہی ہے جتنی کہ انگریزی راج کے پچھلے پچاس سال کے دوران تھی۔ آزادی کے وقت ہمارے پچاس لاکھ دیہات میں سے چار ہزار گاؤں تک کو بجلی نصیب نہ تھی لیکن آج ایک لاکھ سے زیادہ گاؤں میں، بجلی موجود ہے۔

اس کام پر بڑا روپیہ اور وقت صرف ہوتا ہے۔ پہلے تو بجلی کے پروجیکٹ یا بجلی گھر تعمیر کرنے پڑتے ہیں۔ اس کے بعد پانی، کوئلہ، ڈیزل تیل یا ایٹمی معدنیات مثلاً تھوریم یا یورینیم کے وسیلوں سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ پھر تار لگائے جاتے ہیں تاکہ جہاں کہیں بجلی کی ضرورت ہے، اُسے وہاں تک پہنچایا جاسکے۔ اتنے زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہوتے ہوئے بھی ہمارے ملک میں بجلی کی قوت بڑی تیزی سے بڑھی ہے۔ اس سے ہی بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ ہم نے دوسرے شعبوں میں بھی ترقی کی ہے کیونکہ عام ترقی اور بجلی کے فروغ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

ان سب باتوں کے پڑھنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہم نے پچھلے پچیس برسوں میں کافی کام انجام دے لئے ہیں لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ یہ ہرگز کافی نہیں ہیں۔ بہت سے ملک ہمارے مقابلے میں زیادہ تیزی سے ترقی کر رہے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ہندوستان کی ترقی کی رفتار دُنیا بھر میں سب سے دھیمی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو تم جانتے ہی ہو اور وہ یہ ہے کہ ہماری آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس آبادی کے بڑھنے کی وجہ ہمارے صحت کے پروگراموں کی کامیابی ہے۔ اب لوگ زیادہ عرصے تک زندہ رہتے ہیں۔ اب وہ طاعون، ہیضہ، چیچک اور ملیریا کی وجہ سے لاکھوں کی تعداد میں نہیں مرتے۔ اب بچے بھی کم مرتے ہیں۔ بیماریوں کا زیادہ آسانی سے

آزادی کے بعد ہم نے جو ایک بڑا کام کیا ہے وہ ہے بڑے پیمانے پر اپنے دیہات میں بجلی کا پہنچانا۔ آج کی دُنیا میں کسی کھیت یا کارخانے میں بجلی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایک شخص دس گھنٹوں میں جتنا کام کر سکتا ہے، بجلی کے ایک یونٹ کی مدد سے اس سے کہیں زیادہ کام کیا جا سکتا ہے؟ اس بجلی سے صرف یہی فائدہ نہیں کہ وہ ہمارے گھروں اور ہماری سڑکوں کو روشن کرتی ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ ایک شخص کم وقت



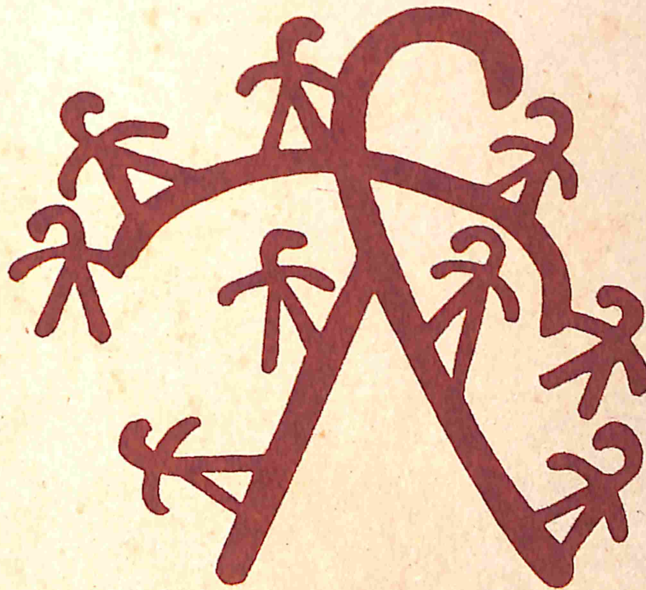


۱۹

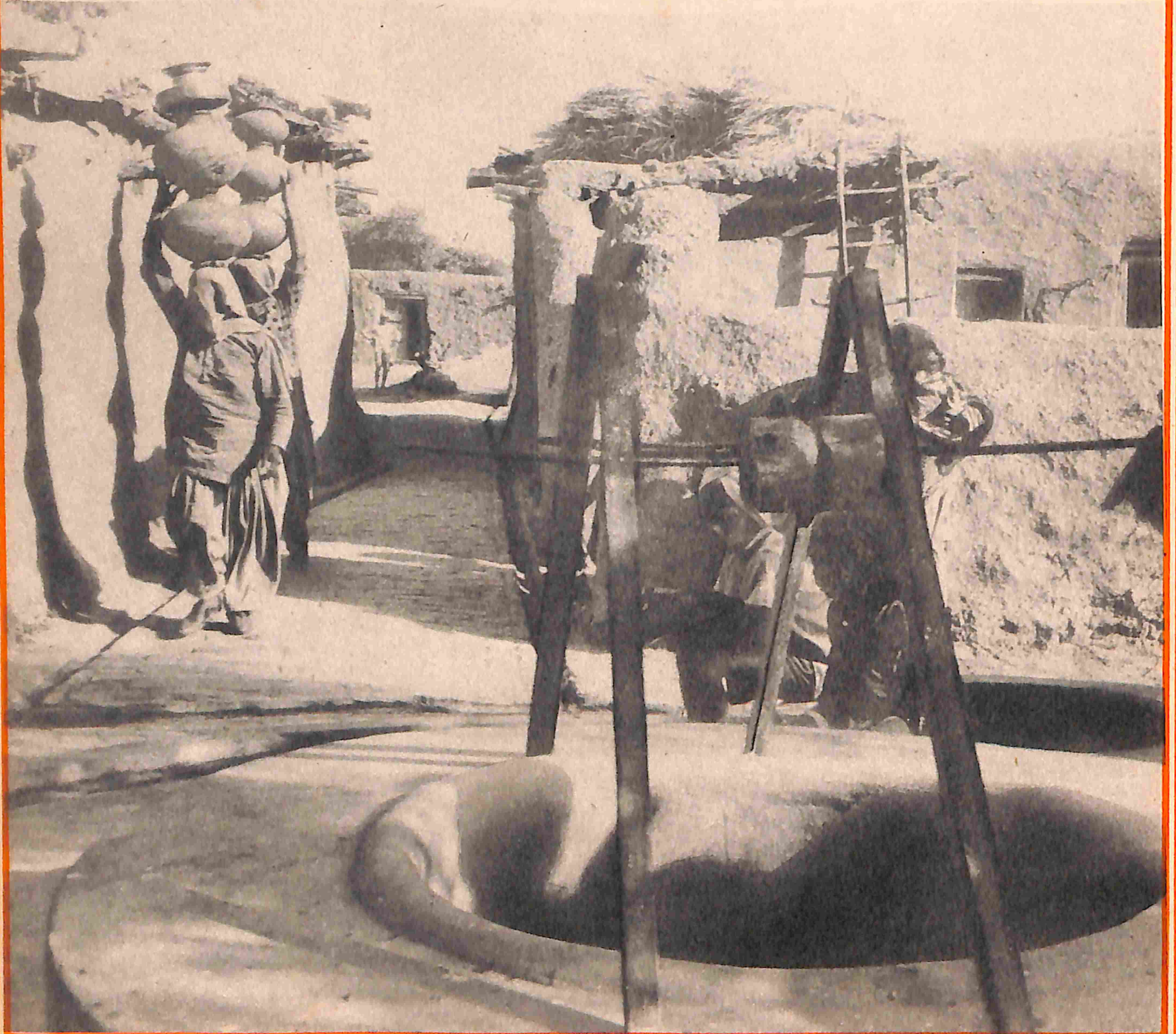
گاؤں جو اوّل آیا

علاج ہو جاتا ہے۔ لوگ زیادہ صحت بخش خوراک کھاتے ہیں اور اب وہ اتنی آسانی سے بیمار نہیں پڑتے جتنی کہ وہ پہلے پڑتے تھے۔

آبادی کو اتنی تیزی سے بڑھنے سے روکنا بھی ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ ورنہ ہماری آزادی کی جدوجہد، اتنے برسوں کی سخت محنت، ترقی کے کاموں پر خرچ کی گئی کثیر رقم، غریب عوام کے ساتھ کئے گئے وعدے اور اچھے دنوں کی برسوں کی آس مٹی میں مل جائیں گے۔



سے ہوتا ہے۔ ہندوستان کا دل اس کے گاؤں ہیں۔ اس کے پانچ لاکھ گانوؤں کے دل کی دھڑکن کیسی سنائی دیتی ہے؟ بلاشبہ! آج ان سب کی حالت ایک سی نہیں ہے۔ کچھ کی دھڑکن اونچی اور کچھ کی نہایت دھیمی ہے لیکن ہم پھر بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں کیونکہ وہ سبھی ایک ہی جسم کا حصہ ہیں۔ اب یہ جسم زیادہ توانا اور مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔





اگر تم واقعی جاننا چاہتے ہو کہ ایک شخص کتنا تندرست ہے تو تمہیں اس کا
چہرہ، بازو اور ٹانگیں دیکھ کر پتہ نہیں چلے گا۔ تندرستی کا اندازہ دل کی حالت



کے ہیں یا گاؤں کے۔

حکومت پچھلے بیس برسوں میں ترقیاتی کاموں پر کوئی تین کھرب پچاس ارب

سینکڑوں برس تک ہمارے دیہات میں کچھ زیادہ تبدیلی نہ آئی۔ دیہات کے لوگ وہی فصلیں اُگاتے رہے اور وہی خوراک کھاتے رہے۔ عورتوں نے کبھی پانی کا نل نہ دیکھا تھا وہ گھڑے اُٹھائے پاس کے کنوئیں یا ندی سے پانی لاتی تھیں بعض دفعہ تو یہ کنوئیں اور ندیاں میلوں پرے ہوتی تھیں۔ گاؤں کے آس پاس کوئی اسکول نہ تھے۔ جو چند بچے اسکول جاتے بھی تھے اُنہیں دس دس بارہ بارہ میل ننگے پاؤں چل کر اسکول پہنچنا پڑتا تھا۔ شفاخانے اور ہسپتال بھی زیادہ فاصلے پر ہوتے تھے۔ اُن تک بیل گاڑی کے ذریعے بھی پہنچنا آسان نہ تھا کیونکہ مناسب سڑکیں ہی نہیں تھیں۔ پانچ میل طے کرنے میں آسانی سے آٹھ گھنٹے لگ جاتے تھے کیونکہ راستے میں اکثر جنگل اور ندی نالے ہوتے تھے اور پُل تو تھے ہی نہیں۔

حالت یہ تھی کہ اگر بارش اچھی ہوگئی تو فصل بھی اچھی ہوگئی نہیں تو لوگ فاقوں مرے۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں سوائے دُعا کے کوئی چارہ نہ تھا۔ سارے گاؤں میں کھیتی کے علاوہ صرف تین یا چار اور پیشے ہوتے تھے۔ کمہار کا، موچی کا اور حلوائی کا۔ صدیوں کسی نے یہ نہ سوچا کہ کوئی نئی بات کی جائے جس سے زیادہ روپیہ پیدا ہو۔ بہت سے لوگ ایسے تھے جو اپنے گاؤں سے بیس میل کی دوری تک نہیں گئے تھے سوائے چند ایک جگہ کے جب انہیں مندر، تیرتھ، مویشیوں کے میلے یا شادی بیاہ کے لئے دوسرے گاؤں جانا پڑا ہوگا۔ انہوں نے کبھی بجلی کی روشنی، ریل گاڑی، ریڈیو یا اخبار نہیں دیکھا تھا۔ شاید سارے گاؤں میں پڑھا لکھا ایک ہی شخص ہوتا تھا۔ گاؤں سے باہر کچھ جاتا نہ تھا اور نہ ہی اس میں کچھ آتا تھا۔ ہر گاؤں ایک چھوٹے ساکن جوہڑ کی مانند تھا جو جھاڑیوں کے پیچھے نظروں سے اوجھل اور باقی ملک سے الگ تھلگ ہو۔ شہر کے لوگ اور گاؤں کے لوگ ایک دوسرے سے اس قدر جُدا اور مختلف تھے کہ اُن کے کپڑوں، جوتوں، ٹوپی یا پگڑی، بات کرنے کے انداز اور کھانے سے فوراً پتہ چل جاتا تھا کہ وہ شہر

اب وہ جانتے ہیں کہ نائلون کیا ہے۔ اب تو گاؤں کی دکان میں بعض دفعہ پلاسٹک لفافوں میں بند بھنے ہوئے چنے بھی بکتے نظر آتے ہیں۔ اب لوگ آنے جانے کے لئے سائیکل استعمال کرتے ہیں۔ لمبا راستہ جانے کے لئے اب انہیں بس کی سہولت حاصل ہے۔ کبھی کبھی انہیں فلم بھی دیکھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اب اگر گاؤں میں کوئی شخص بیمار پڑ جاتا ہے تو اس کے علاج کا کوئی نہ کوئی بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ پہلے تو حالت یہ تھی کہ دعا کیجئے یا ہلدی نمک باندھ دیجئے یا بھوت پریت کا سایہ دُور کرنے کے لئے کوئی سادھو یا مولوی بلائیے۔

یہ پہلا موقعہ ہے کہ ہمارے دیہات میں بجلی اور موٹروں کے کاریگر ہیں اور ورکشاپیں موجود ہیں۔ اب تو لوگ نت نئے کام اور دھندے کرتے ہیں۔ جدید ڈھنگ کی دودھ ڈیری بھی ہے۔ اب لوگ اس ڈر کے مارے کہ دودھ خراب ہو جائے گا اُسے ایک ہی بار استعمال نہیں کر لیتے۔ یہ بجلی کی برکت ہے کہ ٹھنڈا رکھنے کے لئے مشینوں میں پنیر اور مکھن کے ساتھ اب اس دودھ کو اُس وقت تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے جب تک کہ اس کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کھانے پینے کی زاید چیزیں، پھل اور سبزیاں بوتلوں اور ڈبوں میں بند کی جاتی ہیں اور بیچی جاتی ہیں۔ گاؤں میں اب لوگ سینکڑوں دوسرے نئے دھندے کرنے میں مصروف ہیں۔

آج اس گاؤں کا جانا پہچانا کنبہ، پہلے کی نسبت ذرا مختلف نظر آتا ہے۔ پہلے تو گھر کا ہر مرد چاہے وہ بوڑھا ہو یا جوان، زمین پر کام کیا کرتا تھا لیکن اب جس کسان کے چار بیٹے ہیں وہ اُن سے ایک ہی قسم کا کام کرنے کی توقع نہیں رکھتا۔ اس کا ایک لڑکا تو سینکڑوں میل دور ایک انجینئرنگ کالج میں پڑھ رہا ہے۔ ایک شہر کے ایک دفتر میں ملازم ہے۔ ایک لڑکا ورکشاپ کا منیجر بننے کی تربیت لے رہا ہے۔ صرف اس کا ایک بیٹا ہی زمین کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اب وہ سب جب گھر میں اکٹھے ہوتے ہیں تو محسوس کرتے ہیں کہ پہلے سے دُنیا بہت بدل چکی ہے۔ اب تو گھر کی عورتیں مردوں کو

روپیہ خرچ کرچکی ہے۔ تم نے سینچائی کے بڑے بڑے پروجیکٹوں اور زراعت، صنعت، کان کنی، رسل و رسائل، تعلیم، صحت، وغیرہ کے میدانوں میں ہونے والی ترقی کے بارے میں ابھی ابھی پڑھا ہے۔ کیا اس کے فائدے دیہات تک پہنچے ہیں؟

اِس سے کچھ ہی گانوؤں کو فائدہ پہنچا ہے۔ ترقی کی اس دوڑ میں اوّل رہنے والے گاؤں کی حالت پر ذرا نگاہ ڈالی جائے۔ اب یہ گاؤں اتنا بدل چکا ہے کہ مشکل سے پہچانا جاتا ہے۔ اب اس گاؤں کے آس پاس بہت سی نئی قسموں کی فصلیں اُگتی ہیں اور ہر فصل پہلے سے زیادہ ہوتی ہے۔ کسانوں کی حالت بہت بہتر ہے اور وہ زیادہ دولت بھی پیدا کرتے ہیں۔ خود گاؤں میں اسکول بھی ہے اور تقریباً سبھی بچے اس میں پڑھتے ہیں۔ اب تو کالج بھی زیادہ دُور نہیں رہا جہاں گاؤں کے بچے پہلے کبھی جانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ سروں پر پانی کے برتن اٹھائے پہلے جو عورتیں نظر آتی تھیں اب دکھائی نہیں دیتیں کیونکہ گاؤں میں پانی کے نل موجود ہیں۔ اب بجلی بھی ہے جس نے گاؤں کو نئی قوت بخش دی ہے۔ پہلے گاؤں میں بجلی سے چلنے والے نل کوئیں اور کرگھے نہیں تھے اور نہ ہی جیپ گاڑیاں اور موٹر کاریں دیکھنے میں آتی تھیں لیکن اب ان سب کا شور سُنائی پڑتا ہے۔ اونچے اونچے بجلی کے تار، نئی عمارتیں، سینچائی کی نہریں، پیٹرول پمپ اور بجلی کے قمقموں سے روشن گلیاں اور سڑکیں یہ ایسے منظر ہیں جو پہلے دیہات میں دیکھنے میں نہیں آتے تھے۔ پہلے کے اور اب کے گاؤں میں بڑا فرق یہ ہے کہ اب گاؤں میں کوئی یہ محسوس نہیں کرتا کہ وہ لاچار ہے۔

لوگ اچھا کھاتے ہیں۔ اب صرف اناج، دال اور گھی ہی نہیں بلکہ سبزیاں بھی کھائی جاتی ہیں اور بعض دفعہ چائے کا دَور بھی چلتا ہے۔ گاؤں والے اب اچھا پہنتے بھی ہیں۔ اب ان کی قمیض اور شہر والوں کی قمیض ایک سی ہے۔ لوگوں کے پاس اب جوتے، گھڑیاں، گھروں میں نئے کرسی میز، اور ٹرانزسٹر ہیں۔

پڑھائے جاتے ہیں۔ لوگوں کے پاس جو وسیلے ہیں وہ اُنہیں استعمال میں لا رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ ہمارے پاس یہ نہیں ہے، وہ نہیں ہے، اس لئے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

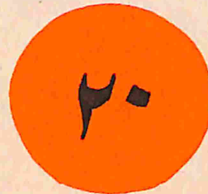
اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک اہم لحاظ سے اس گاؤں کے لوگ بھی اتنے ہی بدل چکے ہیں جتنے کہ اوّل اور دوئم رہنے والے گاؤں کے لوگ۔ اُن میں بھی خود اعتمادی آ چکی ہے اگرچہ ابھی تک اُن کو اُتنی نعمتیں نصیب نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ اپنی زندگیوں کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اچھا وقت آنے ہی والا ہے اور وہ کام کرنے کے لئے بر سرِ انتظار ہیں۔



نئی چیزوں کے بارے میں بات چیت کرتے سنتی ہیں۔ پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اب تو سارا ہندوستان ہی ایک طرح سے اُن کے گھر میں آگیا ہے کیونکہ بطور ایک کنبے کے اب یہ لوگ وہ تمام چیزیں حاصل کرنے کے قابل ہیں جو اُن کا ملک اُنہیں پیش کرسکتا ہے۔

بجلی کے آنے سے زندگی زیادہ روشن، زیادہ آرام دہ، بارونق اور خوش گوار ہوگئی ہے۔ اب سورج چھپنے کے بعد بھی سب چیزوں کو صاف اور بخوبی دیکھنے کے قابل ہونے کی وجہ سے بڑی تبدیلی آگئی ہے۔ اب لوگ سورج ڈھلے آپس میں ملتے ہیں۔ بات چیت یا خوش گپیاں کرتے ہیں۔ پڑھتے اور کام کرتے ہیں۔ پہلے کی بہ نسبت لوگوں کو تفریح کے موقعے نصیب ہیں کیونکہ بجلی کے آنے سے وہ فلم دیکھ سکتے ہیں، ریڈیو سُن سکتے ہیں اور دوسری بہت سی باتیں کرسکتے ہیں۔ گھروں، سڑکوں اور گلیوں میں روشنی ہونے سے لوگ اب زیادہ محفوظ محسوس کرتے ہیں۔ بعض گھروں میں تو بجلی کے پنکھے اور سلائی کی مشینیں ہیں۔ دیہات میں دکانوں میں اب وہ بہت سی چیزیں بیچی جاتی ہیں جو تم شہروں میں خریدا کرتے ہو مثلاً پلاسٹک کی بنی ہوئی بالٹیاں، سوتی کپڑا، صابن، بالوں کے لئے تیل اور سلے سِلائے کپڑے۔ چونکہ اب گاؤں میں زندگی زیادہ آرام دہ ہے اس لئے کم لوگ بڑے بڑے شہروں میں جانا چاہتے ہیں۔ اب تو ڈاکٹر، انجینئر اور مشینوں کے کاریگر تک گاؤں میں رہنے کے لئے آگئے ہیں۔ یہ تصویر ہے ہمارے اُس بہترین گاؤں کی جو ہم تلاش کرسکتے ہیں۔

لیکن اس گاؤں کا حال کہو جو اوّل، دوم یا سوئم نہیں رہا۔ اب ذرا اس گاؤں کی حالت پر نگاہ ڈالیں۔ اس میں اب تک بجلی کی روشنی نہیں ہے۔ اس میں لوگ مٹی کے دیئے تو نہیں لالٹین استعمال کرتے ہیں۔ ابھی تک پکّی سڑکیں نہیں ہیں اگرچہ کچّی سڑکیں کچھ زیادہ بن چکی ہیں۔ بجلی کے پمپ تو نہیں ہینڈ پمپ ضرور استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسکول کی بڑی عمارت تو نہیں ہے لیکن بانس کی کھپریل کے نیچے اسکول چلایا جاتا ہے اور بچے

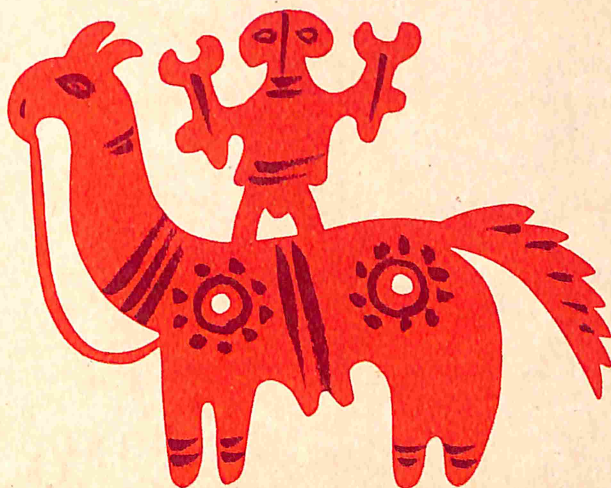



کیا کوئی تبدیلی آئی ؟

بعض گانوؤں میں حالت اِس سے اچھی اور کچھ میں اُس سے بد تر ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ سب آگے بڑھے ہیں۔ ہر گاؤں ترقی کے اگلے مرحلے تک بڑھ چکا ہے۔ اب گاؤں کے لوگ کھیتی باڑی اس لئے نہیں کرتے کہ وہ اس کے سوا کچھ کر نہیں سکتے یا انہیں کوئی اور اچھا کام کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ وہ تو کھیتی اس لئے کرتے ہیں کیونکہ یہ زیادہ نفع بخش ہے۔ اب پڑھے لکھے طبقے میں یہ بات عام ہے کہ وہ کاشتکار اور کسان بننا چاہتے ہیں۔

ذات پات اور عقیدے کے بارے میں جو پُرانے اور دقیانوسی خیالات تھے اور جن کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی اب ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ پہلے جو اس قسم کے خیالات تھے کہ فلاں کام کرنا چاہئے اور فلاں نہیں یا کس کے ساتھ بیٹھ کر کھا سکتے ہیں اور کس کے ساتھ نہیں، یہ سب اونچ نیچ آہستہ آہستہ مٹتی جا رہی ہے۔ پرانے انداز کے بجائے سوچنے کا نیا، واضح اور معقول ڈھنگ اپنایا جا رہا ہے۔ اب اگر ایک اونچی ذات والا شخص بس یا لاری میں کسی نیچ ذات یا اچھوت کے ساتھ بیٹھ کر سفر کرتا ہے تو وہ اتر کر نہانے کے لئے نہیں بھاگتا۔ اب تو الگ الگ ذاتوں کے درمیان بیاہ شادی کے رشتے ہونے لگے ہیں۔ اب گھروں کے مسئلے جس طریقے سے سلجھائے جاتے ہیں ان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہم لوگ زیادہ جدید ہوتے جا رہے ہیں۔

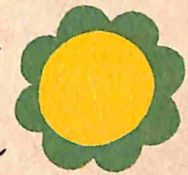
سب سے اہم تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ اب کوئی شخص تنہا نہیں، لاچار نہیں اور نئے کام کرنے سے ڈرتا نہیں۔



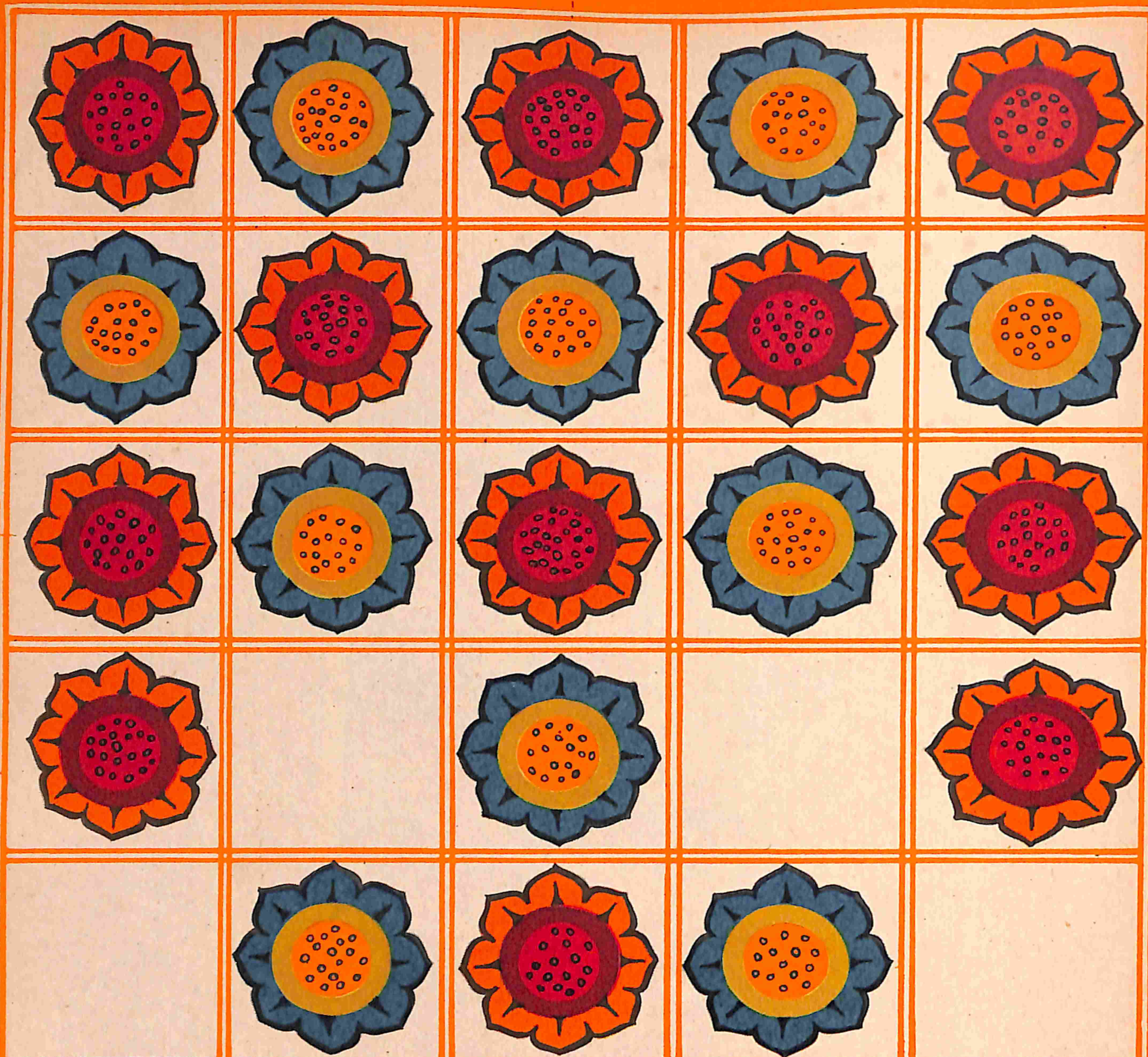
بن جاتا ہے یا انڈے میں سے چوزہ نکلتا ہے تو یہ تبدیلی بالکل ہی الگ نوعیت کی ہوتی ہے۔ پودے اور بیج کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن میں کبھی کوئی تعلق تھا چونکہ تمہیں معلوم ہے کہ پتنگے سے تتلی بن جاتی ہے اس لئے تم نے یہ ساری باتیں مان لیں۔ ایک انڈے کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس کے اندر کیا ہے۔

"ہندوستان بدل رہا ہے" "ہندوستان میں کوئی تبدیلی نہیں آرہی" "ہندوستان تیزی سے بدل رہا ہے" "ہندوستان میں تبدیلی بڑی آہستہ آرہی ہے۔" "ہندوستان نہ کبھی بدلا اور نہ کبھی بدلے گا" ہمارے ملک کے بارے میں یہ ساری باتیں کہی جارہی ہیں۔ انہیں ہندوستانی بھی کہتے ہیں اور باہر والے بھی۔ لیکن ان میں سے کون سی بات سچ ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک بات کسی حد تک صحیح ہے۔ اس لئے کسی کو بھی پورے طور پر غلط نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی بات سو فی صدی ٹھیک نہیں ہے۔ ہندوستان ہر لحاظ سے اتنا وسیع اور رنگ برنگا ہے کہ اگر ملک کے بارے میں کوئی بہت سی باتیں کہنا چاہے تو وہ اُس کے کسی ایک حصّے کے بارے میں کسی نہ کسی حد تک درست ہوں گی۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ "ہندوستان میں سیب بہت پیدا ہوتے ہیں" تو یہ بات ہماچل پردیش اور کشمیر کے بارے میں تو ٹھیک ہے لیکن کیرالہ اور آندھر پردیش کے بارے میں ٹھیک نہیں۔ لیکن مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "ہندوستان کچھ سیب پیدا کرتا ہے۔" اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ "زراعت میں جدید ترین طریقے استعمال کئے جارہے ہیں" تو یہ بات اتر پردیش کی بجائے پنجاب پر زیادہ صادق آتی ہے۔ لیکن مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں زراعت نے ترقی کی ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی بڑی حد تک صحیح ہوگا کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد پچیس برسوں میں ہندوستان میں بڑی تبدیلی آئی ہے اور بڑی تیزی کے ساتھ آرہی ہے۔

تم کو اب معلوم ہو ہی ہو چکا ہے کہ پہلے کی نسبت اب ملک زیادہ دولت کماتا ہے۔ اب وہ پیدا بھی زیادہ کرتا ہے۔ وہ صرف چاول یا گیہوں یا کپاس ہی زیادہ پیدا



چیزیں بڑھنے پر بدلتی ہیں۔ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ جب ایک چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہے تو اس کا جسم بھی بڑھ جاتا ہے لیکن اس کی خصوصیت کم و بیش وہی رہتی ہے۔ درخت کے اونچا ہونے یا کسی شخص کے موٹا ہونے پر یہی کچھ ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک بیج پودے کی شکل اختیار کرتا ہے یا پتنگا تتلی



٢١

نئی شخصیت

نہیں کرتا بلکہ اُس کے کارخانوں میں بھی بہت سی قسم کا سامان بنتا ہے ۔ اب پہلے کی بہ نسبت ہر ہندوستانی کو زیادہ آرام اور موقعے حاصل ہیں۔ اور وہ اپنے مسئلے زیادہ آسانی سے حل کر سکتا ہے۔ یقیناً تبدیلیاں ہوئی ہیں اور وہ بڑی اہم بھی ہیں کیونکہ ان کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب کم سے کم زیادہ تر لوگوں کو کافی کھانا نصیب ہے۔

یہ تبدیلیاں ویسی ہی ہیں جیسی کہ تم ایک بڑھتے ہوئے پودے میں دیکھتے ہو۔ یہ نشوونما کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ایک اور قسم کی تبدیلی آئی ہے۔ یہ تبدیلی کچھ اسی قسم کی ہے جیسی کہ انڈے سے چوزہ نکلنے کی یا پتنگے کے تتلی بن جانے کی۔ بعض دفعہ لوگ بھی اتنا بدل جاتے ہیں کہ انہیں پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے ۔ وہ نہ صرف مختلف دکھائی دیتے ہیں بلکہ اندر سے بدل چکے ہوتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی شخصیت بھی بدل جاتی ہے۔ شخصیت میں تبدیلی کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کہ ایک شخص کس قسم کے کپڑے پہنتا ہے یا کس قسم کی خوراک کھاتا ہے۔

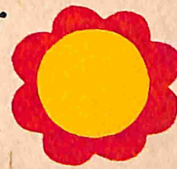
اس لئے آؤ ہم ایک لمحہ کے لئے یہ بھول کر کہ ہندوستان کے لوگ کیا پہنتے یا کھاتے ہیں یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ہندوستان میں اور کس طرح کی تبدیلی آئی ہے کیونکہ ملکوں کی شخصیت بھی بدل سکتی ہے۔ جب ہم یہ جان لیں گے تو تم خود یہ فیصلہ کر سکو گے کہ یہ تبدیلی اچھی ہے یا نہیں۔ شاید ہر شخص کی رائے جدا جدا ہو گی۔ اگرچہ شاید تم نہیں جانتے کہ یہ جدا جدا رائے خود اس بات کی علامت ہے کہ ایک بڑی تبدیلی آئی ہے۔



بہت سے لوگ یہی مانتے رہے ہیں کہ غریبی، مصیبت اور بیماری خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ یہ تو ان کی قسمت میں لکھی ہیں اس لئے انہیں چوں چرا کئے بغیر قبول کرنا ہی ہے۔ اب حالت بدل چکی ہے۔ آج ہندوستانی جانتے ہیں کہ غریبی خدا نے نہیں انسان نے پیدا کی ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر انسان چاہے اور کوشش کرے تو غریبی سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔ اس علم نے لوگوں کے سوچنے کا انداز بدل دیا ہے اور بلاشبہ یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستانی ایک مختلف انسان بن چکا ہے۔

کیا تم یہ چند لفظ جانتے ہو؟ جی حضور، مائی باپ، سرکار، صاحب، پربھو، دورائی۔ تمہارے والدین نے یہ الفاظ اپنی زندگی میں ہر روز سُنے ہیں۔ ہمارے ملک میں لوگ اُن آدمیوں کو جنہیں وہ اپنے سے بہتر یا زیادہ طاقت ور سمجھتے تھے انہی لفظوں سے خطاب کیا کرتے تھے۔ جب ایک بڑا زمیندار کھیت پر کام کرنے والے مزدور سے بات کرتا تھا تو وہ مزدور سر جھکائے، ہاتھ باندھے اور نیچے زمین پر نظریں جھکائے کھڑا رہتا تھا۔ بڑی تنخواہ پانے والا سرکاری افسر، اپنے ماتحتوں کے لئے خدا ہوتا تھا۔ اونچے عہدوں پر بیٹھنے والے لوگوں کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے ماتحتوں کو جھڑکتے تھے اور سخت کلامی کرتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح ایک شخص دوسرے کے ساتھ بات کرتا ہے، وہ ہرگز ویسے بات نہیں کرتے تھے۔ وہ تو صرف حکم چلاتے تھے۔ "یہ کرو" یا "وہ کام جلدی کرو" یہی ان کا وطیرہ تھا۔ سب سے حیرانی کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی ان کے اس رویے کو عجیب خیال نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جن کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا تھا۔ کسی کو اس بات پر غصہ نہ آتا تھا کہ ایک شخص اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا یا بہتر سمجھے اور اس سے بازپُرس نہ کی جائے۔ جب کبھی کسی امیر یا طاقتور شخص نے مختلف برتاؤ کیا اور غریب کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا تو اسے ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز واقعہ خیال کیا جاتا تھا اور لوگ اس کے بارے میں قصیدے یا ناول لکھنے بیٹھ جاتے تھے۔

سینکڑوں برسوں تک ہندوستان میں یہی حالت رہی۔ اب ایک بہت بڑی تبدیلی



تم نے کتنی کہانیاں ایسی سُنی ہیں جن میں ایک غریب انسان، خدا سے، دیوی دیوتاؤں سے یا ایک بادشاہ سے دُعا مانگتا ہے کہ وہ امیر بن جائے ؟
لیکن کہانیاں، اصل زندگی ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ ہندوستان میں

اور جب وہ کوئی بات کہتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس پر کان دھرا جائے گا۔

صرف پچیس برس پہلے تک ہم کو جب کسی مشین کی ضرورت ہوتی تھی یا ہم کوئی تکنیکی مشورہ چاہتے تھے تو ہمیں مغربی ملکوں کا سہارا ڈھونڈنا پڑتا تھا۔ یہ بات مسلّمہ تھی کہ ہمیں پسماندہ خیال کیا جاتا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ ہم کسی معاملے کو خود نہیں سلجھا سکتے۔ ہر وہ چیز جو باہر سے آتی تھی ہم اُسے اپنی بنائی ہوئی چیز سے بہتر سمجھتے تھے۔ لیکن آج ایسا نہیں ہے۔ ہم نے نئے کارخانے یا تجربہ گاہیں قائم کرنے کے لئے جو بہت سے بدیشی صلاح کار اور ماہر بلوائے تھے وہ اب جا چکے ہیں کیونکہ ہمیں ان کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم تو کم ترقی یافتہ ملکوں کو مدد دینے کے قابل ہو چکے ہیں اور دے بھی رہے ہیں۔ ہندوستانی ماہر اور ہندوستانی برآمدات مثلاً ٹرک آج ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکوں میں جا رہے ہیں۔ انجمنِ اقوام متحدہ نے بھی بہت سے ہندوستانیوں کو ملازمت دے رکھی ہے جو دوسرے ملکوں میں اُس انجمن کی طرف سے ماہروں کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ بہت سے ہندوستانیوں نے تو مغرب کے کئی ترقی یافتہ ملکوں میں اپنے کارخانے بھی قائم کر رکھے ہیں۔

یہ بات نہیں کہ ہندوستانی دوسرے ملکوں میں کبھی کام کرنے نہیں گئے۔ انگریزی راج کے دوران وہ باہر جاتے تھے لیکن وہ بطور قلی کے جاتے تھے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ پُرانے وقتوں میں انگریزوں نے مشرقی افریقہ میں ہندوستانی مزدوروں کی مدد سے ریل کی ایک پٹری بچھائی تھی۔ آج بھی ہندوستانی دوسرے ملکوں میں ریلوں کی تعمیر کا کام کر رہے ہیں لیکن اب وہ قلی نہیں بلکہ ماہر اور کاریگر کی حیثیت سے وہاں گئے ہیں۔ ان ماہروں کو جس کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہندوستان ہی کی بنی ہوتی ہے مثلاً ریل کی پٹریاں، ریل کے انجن اور ڈبے اور دوسرا سارا سامان۔ اِن حقائق کی روشنی میں ہندوستانیوں کا خوشی اور فخر محسوس کرنا ایک قدرتی بات ہے۔

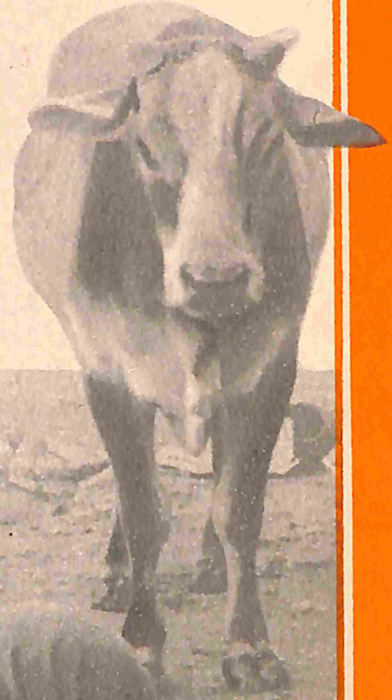
انگریزی راج کے دنوں میں فوج یا غیر فوجی ملازمت میں کوئی بڑا افسر ہندوستانی

آچکی ہے۔ ہندوستان کے لوگ اپنے آپ کو کسی دوسرے کے مقابلے میں کم نہیں سمجھتے چاہے وہ کتنے ہی امیر اور غریب یا طاقتور اور کمزور کیوں نہ ہو۔ یہی ایک بہت بڑی تبدیلی ہوئی ہے۔ جب لوگ یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ وہ برابر ہیں تو انہیں یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے حق بھی رکھتے ہیں اس طرح وہ پہلے کی بہ نسبت زیادہ چیزیں مانگتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کا حق ہے اور وہ اپنے حق کی خاطر لڑنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ آج ہندوستان کے عوام کے لئے اپنے حقوق کی خاطر لڑنا بڑا آسان ہے کیونکہ حکومت چاہتی ہے کہ انہیں ان کے حقوق ملیں وہ عام طور پر ان کے ساتھ ہے۔ تم ہر روز ہڑتالوں، احتجاجوں، گھیراؤ، دھرنا اور جلوسوں کے بارے میں سنتے ہو۔ چاہے ان سے کتنی بھی تکلیف کیوں نہ ہو یہ اس بات کی علامت ہیں کہ لوگ اب اپنے حقوق مانگنے سے نہیں ڈرتے۔

بڑے بوڑھے اکثر پرانے وقتوں کا قصہ چھیڑ بیٹھتے ہیں۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ اُن دنوں خوراک اچھی تھی۔ ہر چیز سستی تھی۔ بچّے اطاعت شعار تھے۔ لوگوں کا کردار نیک اور اچھا تھا اور زندگی ہر لحاظ سے بہتر تھی۔ اس کے بعد سبھی ماں باپ کچھ بڑبڑاتے ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ جب لوگ جوان ہوتے ہیں تو وہ زیادہ آسانی سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔ جب وہ تھوڑے سے ادھیڑ عمر کے ہو جاتے ہیں تو انہیں یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ بہترین زمانہ جوانی ہی کا تھا۔ کیا یہ بات واقعی ٹھیک ہے۔ اس کا فیصلہ تمہیں خود کرنا ہوگا۔

بہرحال آج ہر عام شخص زیادہ اہم محسوس کرتا ہے۔ کیا وہ حکومت کو جو ملک کا انتظام چلاتی ہے خود نہیں چنتا؟ کیا وہ ہر فیصلے میں شریک نہیں؟ یہ ضرور ہے کہ وہ کبھی کبھی شکایت کرتا ہے کہ اس کے گاؤں تک جانے والی سڑک کی اتنی تیزی سے مرمت نہیں ہوئی جتنی تیزی سے ہونی چاہئے تھی یا کوئی اور بات بگڑ گئی لیکن اب ہر ہندوستانی زیادہ فخر محسوس کرتا ہے اور زیادہ عزت اور شان رکھتا ہے۔ برطانوی راج کے دنوں میں اُس پر جو بیتی تھی اب وہ حالت نہیں رہی۔ اب وہ خود فیصلے کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ فلاں کام ایسے کیا جائے

نہ صرف یہی بلکہ یہ نوجوان سبھی ذاتوں اور مذہبوں سے تعلق رکھتے ہیں، پھر بھی آپس میں کھیلتے، پڑھتے اور دوستی پیدا کرتے ہیں۔ بڑے بوڑھے انہیں روک نہیں سکتے۔ سبھی ذاتوں اور مذہبوں کے لوگ کارخانوں میں مل کر بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کندھے سے کندھا ملا کر کام کرتے ہیں۔ ان کے پاس اتنا وقت اور فرصت ہی نہیں کہ وہ یہ سوچ بھی سکیں کہ ان کے ساتھ کھڑے مزدور کا مذہب کیا ہے۔ اب زیادہ لوگ اپنے گاؤں اور شہر سے



نہیں ہوتا تھا۔ آج اِن عہدوں پر صرف ہندوستانی ہیں اور وہ اُتنا ہی اچھا کام انجام دے رہے ہیں جتنا کہ کوئی دوسرا دے سکتا ہے۔ ہندوستان کی فوج جو دُنیا بھر میں سب سے بڑی چوتھی فوج ہے ہر لحاظ سے بہترین فوج ہے۔

ان سبھی باتوں نے ہندوستانیوں کو خود اعتمادی بخشی ہے اور چونکہ اس خود اعتمادی کے پیچھے حقیقت ہے اس لئے ہندوستان کو دُنیا میں ایک مقام حاصل ہے اور اس کی آواز سُنی جاتی ہے۔ ہم ایک غریب مُلک سہی لیکن ہماری تعداد بہت بڑی ہے۔ ہم اتنے زیادہ ہیں کہ ہمارا دُنیا کے پہلے آٹھ ملکوں میں شمار ہے۔

ہمارے شہروں، قصبوں اور دیہات میں اور ہندوستانیوں کے ذہن میں ایک بہت بڑی تبدیلی یہ آئی ہے کہ ہم ذات اور مذہب کے سلسلے میں جو تنگ نظریہ رکھتے تھے وہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ پہلے وقتوں میں تو ایک اونچی ذات کا ہندو نیچی ذات یا غیر مذہب کے آدمی سے مِلنا پسند نہیں کرتا تھا۔ بہت سے لوگوں کو گندہ سمجھ کر اُن سے بُرا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اُنہیں اچھوت کہتے تھے۔ ہمارے آئین نے چھوت چھات کو قانون کے خلاف قرار دیا ہے اور اب لوگ بھی اس سے اتفاق کرنے لگے ہیں کہ چھُوت چھات بُری ہے اور اُسے ختم ہی کر دینا چاہئے۔ اب بھی چند لوگ ایسے ہیں جو اُن لوگوں سے جنہیں اچھوت کہا جاتا ہے، مِلنا اور اُن کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہیں چاہتے لیکن ایسے لوگوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس طرح تم نے دیکھا کہ ہمارا آئین صرف لفظوں کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔ کئی ایک باتوں کی وجہ سے ذات پات کی تفریق اب اپنے آپ کم ہوتی جا رہی ہے۔ پہلے کی بہ نسبت اب زیادہ لوگ بسوں اور ریل گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں اور انہیں اس بات کی چنداں فکر نہیں کہ اُن کے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کی ذات اور مذہب کیا ہے۔ اب زیادہ نوجوان اسکولوں اور کالجوں میں جانے لگے ہیں جہاں انہیں سکھایا جاتا ہے کہ برابری، انصاف اور اچھا برتاؤ اچھی باتیں ہیں۔ کسی کو اپنے سے نیچا یا گھٹیا خیال کرنا بُری بات ہے۔




ہم میں خامیاں بھی ہیں

باہر آتے ہیں اور دوسری جگہیں دیکھتے ہیں۔ ان کے خیالات اور نظریوں کو نئی ہوا اور روشنی ملتی ہے۔ وہ جب ایک کرکٹ میچ یا سینما دیکھنے جاتے ہیں جہاں ان گنت لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے یا وہ کسی ہوٹل میں چائے پینے جاتے ہیں تو ان کے لئے یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ کون برہمن ہے اور کون ہریجن، یا کون مسلمان ہے یا کون ہندو۔

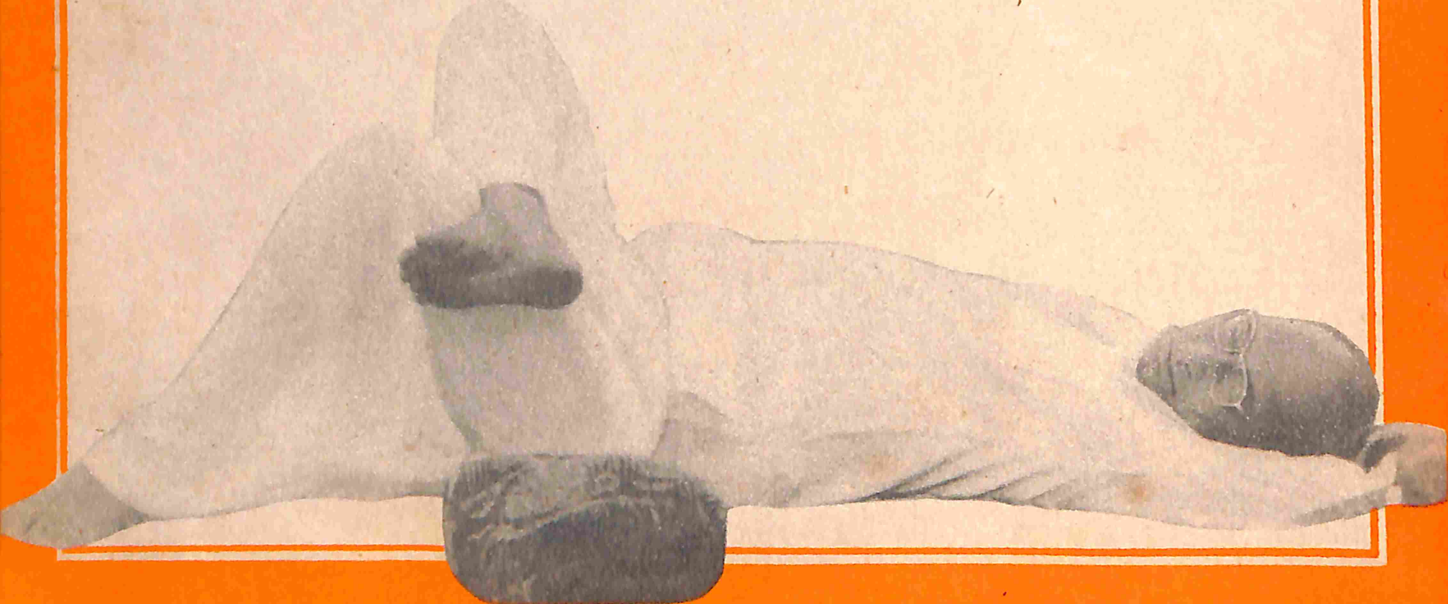


ہے۔ لوگ اپنی خامیوں اور نقائص کا عام طور پر ذکر نہیں کرتے۔ اگرچہ ان میں بھی وہی نقص اور خامیاں ہیں جو دوسروں میں ہیں۔

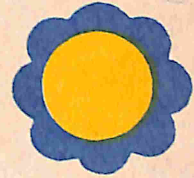
کیا تم کو اُس بادشاہ کی کہانی یاد ہے جس نے حکم دیا تھا کہ رات کو ہر شہری اس کے نہانے کے حوض میں دُودھ کا ایک پیالہ ڈالا کرے تاکہ صبح یہ بڑا حوض دودھ سے بھرا ہوا ہو۔ اگلی صبح یہ حوض ضرور بھرا ہوا تھا لیکن دودھ سے نہیں پانی سے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر شہری نے سوچا کہ دُودھ سے بھرے ہوئے حوض میں اس کے دودھ کے پیالے کا پتہ بھی نہیں چلے گا اس لئے کیوں نہ دودھ کی جگہ پانی کا ایک پیالہ ڈال دیا جائے۔ ایک بہت بڑے حوض میں دودھ کے ایک پیالے سے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑتا لیکن یہی ایک ایک پیالہ شمار ہوتا ہے اس لئے بڑا قیمتی ہوتا ہے۔

دُوسرے لفظوں میں بڑی باتیں نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی جُڑ کر اہم بن جاتی ہیں۔ ایک شہید جو ہنسی خوشی ملک پر قربان ہو جائے واقعی ایک بڑا آدمی ہے لیکن کوئی ملک ہمیشہ صرف بڑے آدمیوں ہی کے سہارے نہیں چل سکتا۔

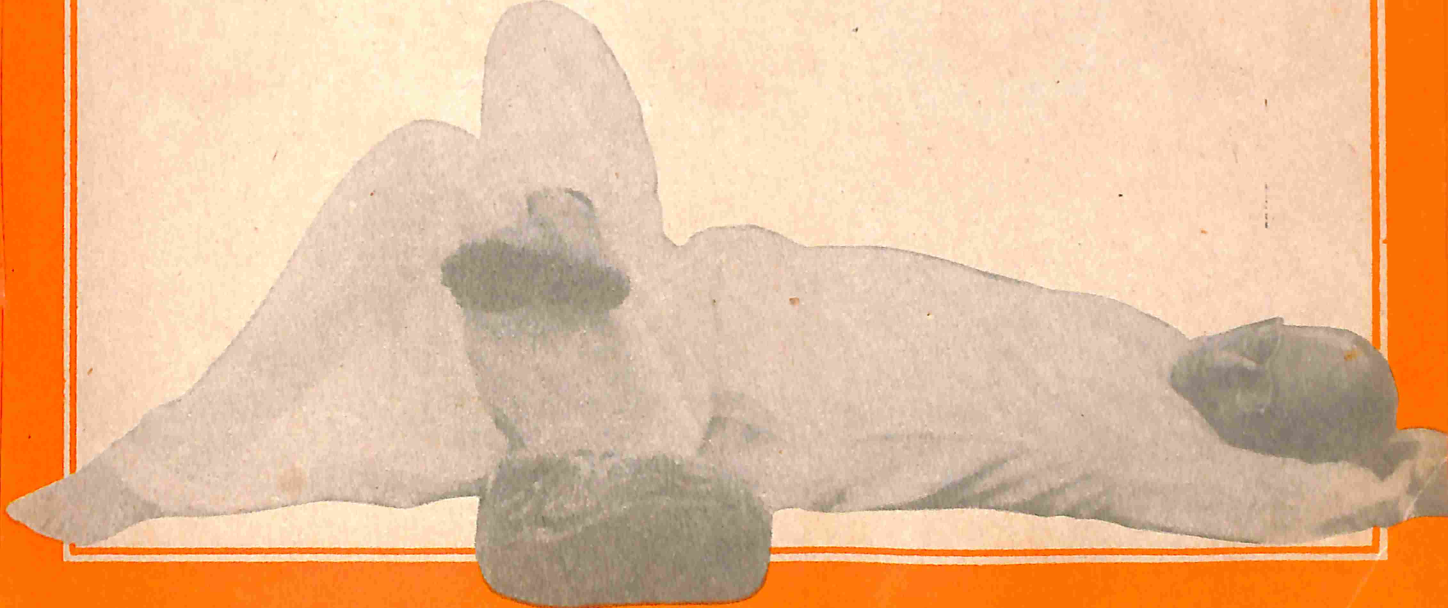
آج کی دُنیا میں مُلک صرف اُسی حالت میں ترقی کر سکتے ہیں جب ان کی اکثر آبادی محنت کے لئے تیار ہو، منظم ہو، اُس میں ڈسپلن ہو اور وہ اپنے ہم وطن شہریوں



# 2+2=3



جدید ہندوستان کی کہانی صرف نامور لوگوں اور کامیابی کی کہانی ہی نہیں۔ ہماری ہر بات عمدہ نہیں اور جو کچھ ہم نے کیا ہے وہ سارا کا سارا یقینی طور پر کامل اور درست نہیں۔ چھوٹے بڑے ہم سبھی جانتے ہیں کہ ہم نے کچھ غلطیاں کی ہیں۔ ہم نے کوشش کی لیکن بہت سے کام کرنے میں ناکام رہے۔ کچھ معاملوں میں تو ہم نے پوری کوشش بھی نہ کی۔ بہت سے لوگ کسی نہ کسی بات کے بارے میں شکایت کرتے رہتے ہیں۔ انہیں شکایت ہے بڑھتی ہوئی قیمتوں، بُری بس سروس، ہڑتالوں، ریل گاڑیوں کی دیر سے آمد، بھیڑبھاڑ، گرد و غبار، کاہلی، بے ایمانی اور ایسی ہی بہت سی اور باتوں سے۔ لیکن تم نے دیکھا ہوگا کہ اکثر دوسروں کی سستی، بے ایمانی اور نااہلیت کا رونا رویا جاتا



چوٹ لگ جاتی ہے یا حکم نہ ماننے پر تمہاری ماں تم سے ناراض ہوتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارا بڑھنا رک گیا یا تمہارا وہ دوست جو یہ غلطیاں نہیں کرتا تم سے زیادہ تیزی سے بڑھ پاتا ہے۔ یہی حالت ہندوستان کی بھی ہے۔ لوگ جن بہت سی باتوں کے بارے میں بڑبڑاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں، وہ سچ ہیں لیکن یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ہندوستان بڑھ رہا ہے اور برابر ترقی کر رہا ہے۔ بہرصورت صرف بڑھنا ہی سب کچھ نہیں ہے۔ بچپن بھی بڑا دلچسپ ہو سکتا ہے۔ نئے ہندوستان کا بچپن واقعی بڑا دلچسپ ہے کیونکہ بہت سے کام ہو رہے ہیں اور بہت سے ابھی کرنے ہیں۔

ہمیں یہ ہرگز نہیں سوچنا چاہیئے کہ ہندوستان کی ہر بات صحیح ہے یا ہر بات غلط۔ یہ دونوں ہی خیال درست نہیں ہیں۔ بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال سختی سے گھر کر چکا ہے کہ ہندوستان میں ہر چیز ہندوستانی ہونی چاہیئے۔ وہ تو دوسرے ملکوں کی وہ چیزیں یا نظریئے تک قبول کرنے کو تیار نہیں جو ہمارے لئے فائدہ مند ہیں۔ نہ ہی وہ دوسری کسی قوم کے مسئلوں کو سمجھنے کے لئے آمادہ ہیں۔ وہ اپنے ملک کے تئیں اپنی محبت سبھی غیر ملکیوں سے گستاخی سے پیش آکر دکھاتے ہیں اور جب بھی ہندوستان کسی ملک سے ناطے بڑھاتا ہے یا کوئی لین دین کرتا ہے تو وہ ناراض اور جذباتی ہو جاتے ہیں۔

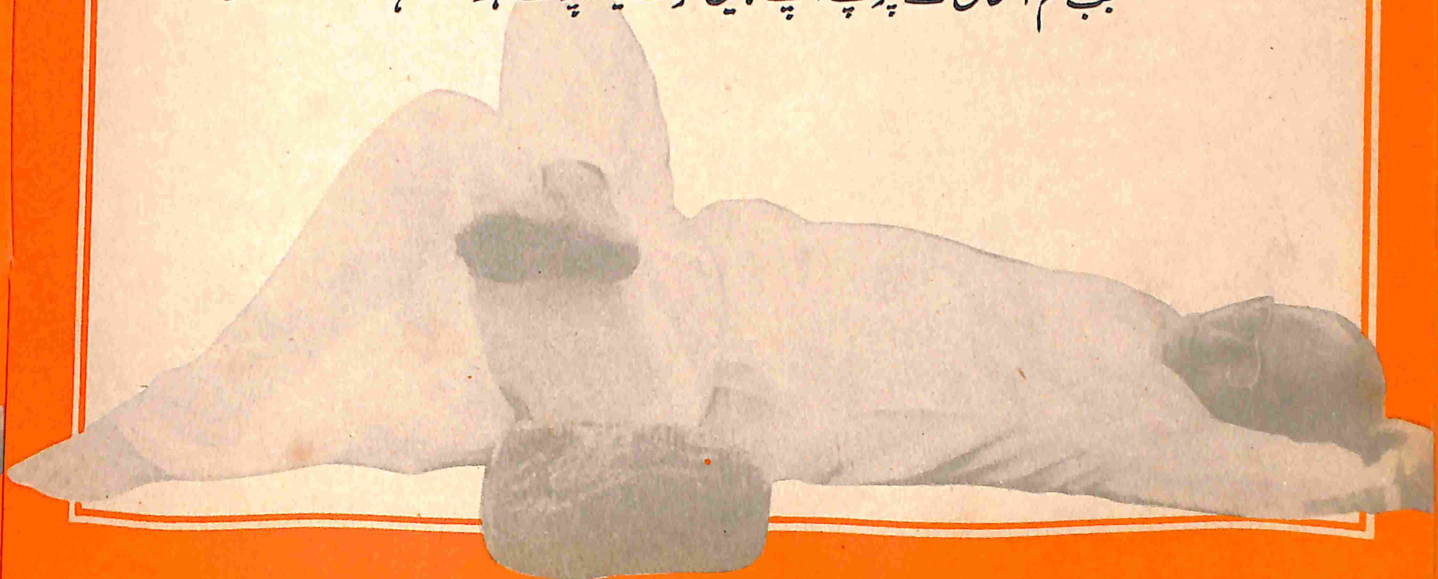


کے حقوق کا خیال بھی رکھے۔

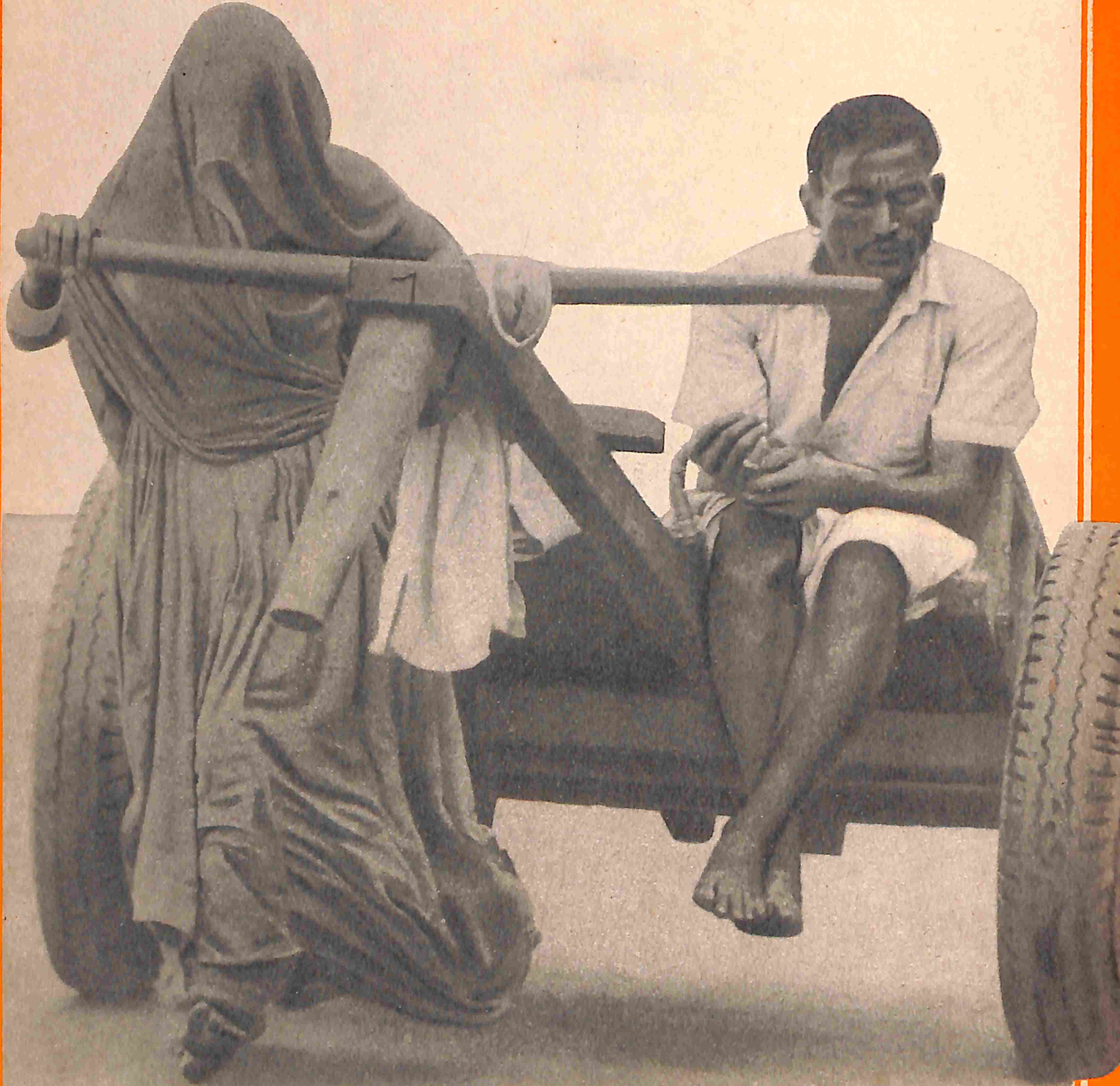
آبادی کو دیکھتے ہوئے ہندوستان کے پاس انسانی قوت بہت ہے لیکن ہم اس کا مناسب استعمال نہیں کر پائے۔ ابھی تک لوگوں کو صرف اپنی یا اپنے گھر والوں کی پڑی رہتی ہے۔ کیا تم نے اکثر نہیں دیکھا کہ ایک ہندوستانی عورت اپنے گھر کی تو بڑے پیار سے صفائی کرتی ہے لیکن کوڑا کرکٹ اٹھا کر گلی یا بازار میں یا پاس والے گھر کے سامنے ڈال دیتی ہے؟ ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس قسم کی حرکت صرف ہم ہندوستانی ہی کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم میں اچھائیاں بھی ہیں۔ ہم مہمان نواز ہیں، صبر والے ہیں، بڑوں کی عزت کرتے ہیں اور امن چاہتے ہیں۔ جب تک ہم اپنی غلطیوں کو خود اچھی طرح نہیں دیکھیں گے، اُنہیں کیسے درست کر سکیں گے؟ ہندوستان کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ دیکھے کہ کون کون سی باتوں کو ٹھیک کرنا ہے اور خود ہی اُن کا علاج کرے۔

اِس سلسلے میں ہم یہ بھی بتا دیں کہ غلطی کرنا انسان کی فطرت میں ہے۔ کون شخص غلطی نہیں کرتا۔ کامل اور بے عیب ہونا غیر فطرتی ہے۔ بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ بار بار کوشش کے باوجود کوئی نہ کوئی غلطی رہ ہی جاتی ہے اور بات نہیں بنتی۔ لیکن چند معاملوں میں خامی رہ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی کام ٹھیک نہیں ہُوا۔

جب تم امتحان کے پرچے اچھے نہیں کرتے یا گر پڑتے ہو اور تمہارے گھٹنے میں



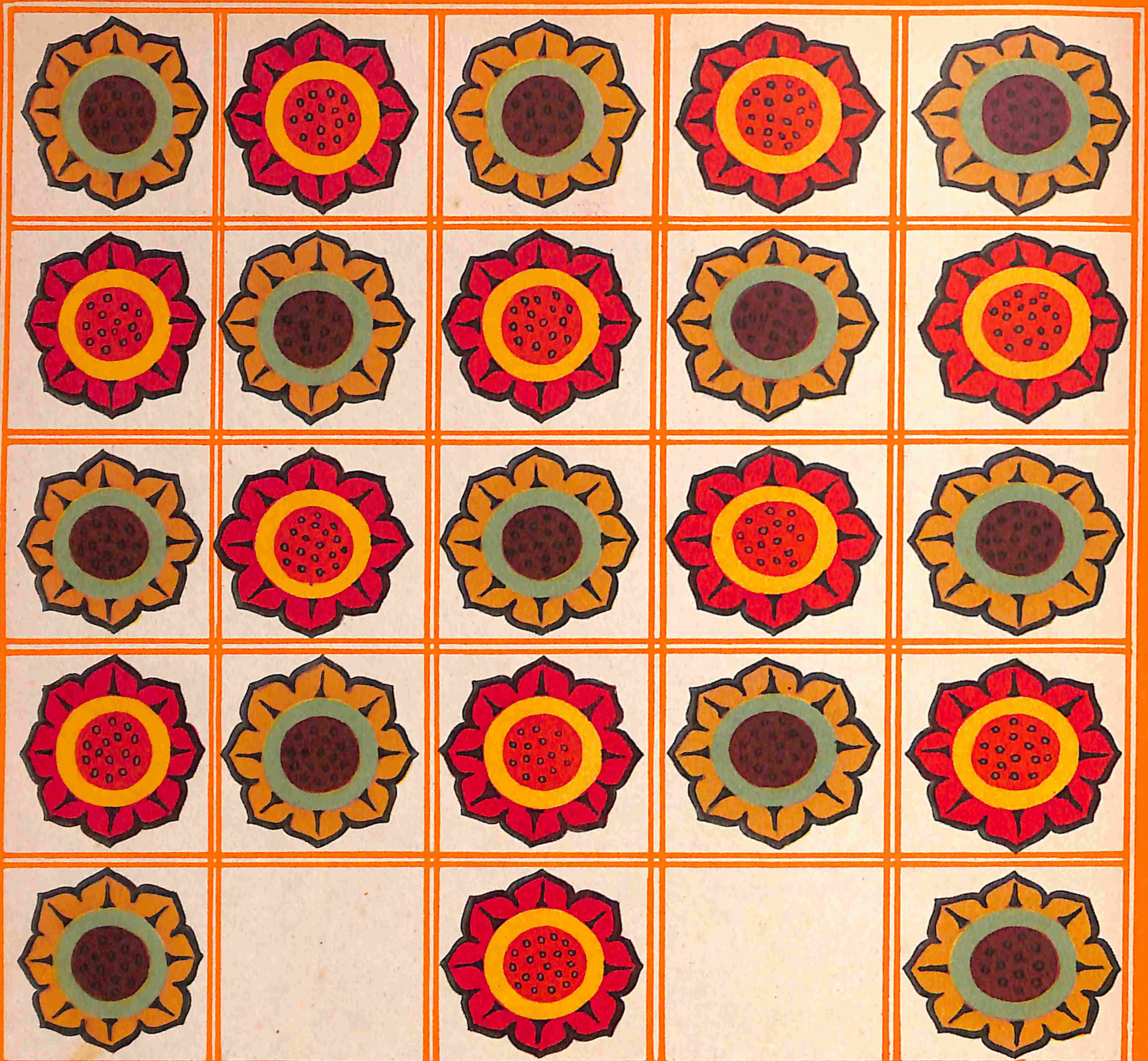
اگر ایک بھاری پتھر کو اُس جگہ سے ہٹانا ہے جہاں وہ صدیوں سے پڑا ہے تو کئی
مضبوط آدمیوں کو مِل کر اُسے دھکیلنا ہوگا۔ ان سب آدمیوں کی مل کر طاقت استعمال ہونے



کچھ لوگ ہیں جو یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بنی ہوئی ہر چیز گھٹیا ہوتی ہے اور سب سے اچھی چیزیں وہی ہیں جو باہر کے ملکوں سے آتی ہیں۔ اپنے روز مرّہ کے استعمال تک کی چیزیں یہ لوگ غیر ملکوں سے منگانے کے لئے ہزار جتن کرتے ہیں۔ وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ ویسی ہی اچھی چیزیں ہندوستان میں بھی بنتی ہیں۔ تم ابھی تک دکانوں میں ٹیلکم پوڈر، بالوں کے تیل اور دوائیاں وغیرہ دیکھتے ہو جن پر بدیشی برینڈ کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ صرف انہی کو خریدنا پسند کرتے ہیں کیونکہ اُن کے نزدیک بدیشی مال اچھے معیار کا ہوتا ہے۔ ہمیں اس کی بھاری قیمت چکانا پڑتی ہے اور جب تک بدیشی چیزوں کے بارے میں لوگوں کے رویے میں تبدیلی نہیں آتی ہم اُسے روک نہیں سکتے۔

ہمیں یہ بات سمجھنی چاہئے کہ یہ دونوں انتہا پسند رویّے ہیں۔ ہم میں جو خامیاں اور بُرائیاں ہیں یقیناً یہ اُن میں سے ایک ہے۔ سوچنے کا صحیح ڈھنگ ان دونوں کے بیچ کا ہے۔

ہم نے اپنی منصوبہ بندی میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی وجہ یہ ہے کہ ہم بہت سے کام ٹائم ٹیبل کے مطابق پورے نہ کر سکے۔ مثلاً جب ہم کوئی خاص مسئلہ سلجھانے بیٹھے تو پتہ چلا کہ یہ تو ہمارے اندازے سے کہیں بڑا ہے یا کچھ ایسی مشکلیں ہمارے راستے میں آئیں جن کا خیال منصوبہ بناتے وقت نہیں رکھا گیا تھا۔ ہم نے فیصلے کرنے اور فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے میں ضرورت سے زیادہ دیر کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنے وعدے کے مطابق لوگوں کو تعلیم اور ملازمت نہ دے سکے اور نہ ہی توقع کے مطابق تیزی سے اپنی آمدنی بڑھا سکے۔ لیکن یہ سب غلطیاں وقت آنے پر اپنے آپ درست ہو جائیں گی کیونکہ اُن کا تعلق اسی چیز کو جلدی، ٹھوس اور زیادہ شکل میں مہیا کرنے سے ہے جسے ہم اب تک حاصل نہیں کر پائے ہیں۔ اہم بات تو یہ ہے کہ ہم نے اپنا راستہ چننے میں کوئی غلطی نہ کی اور نہ ہی کسی غلط جانب مڑے۔



# ۲۳

## مسئلے کی جڑ

پر ہی کچھ وقت کے بعد وہ اپنی جگہ سے ہلے گا۔ پتھر کے اپنی جگہ سے دھکیلے جانے سے پہلے وہ بالکل ساکن نظر آتا ہے لیکن چونکہ کافی کام اور زور لگ چکا ہوتا ہے اس لئے وہ کسی بھی لمحہ لڑھک سکتا ہے۔ کچھ ایسی ہی حالت آج ہندوستان میں بھی ہے۔ اگر ایسا جان پڑتا ہے کہ پتھر زیادہ ہلا نہیں تو بھی پچیس برسوں کی محنت اکارت نہیں جائے گی کیونکہ جلد ہی یہ پتھر اپنی جگہ سے ہلنا شروع ہو جائے گا اور تیزی کے ساتھ لڑھکنا شروع کر دے گا۔

آؤ! اب صرف ایک بات کے بارے میں غور سے سوچنا شروع کریں۔ یہ ہے: سب لوگوں کو کام اور ملازمت دلانے میں ناکام رہنے کی بات۔

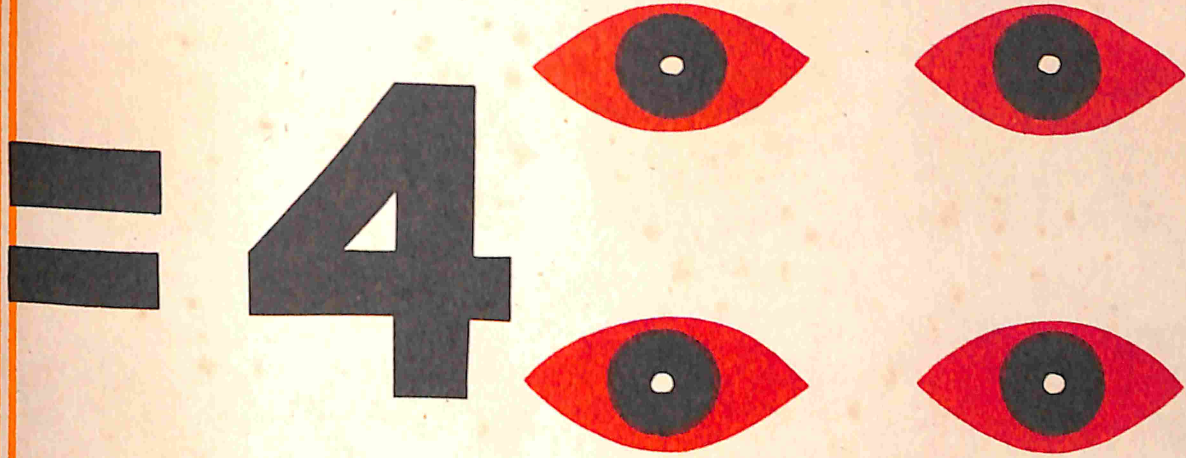





کیسے پیدا کی جائیں ؟

فرض کرو کہ تمہارا اسکول ایک ناٹک کرنے کا فیصلہ کرتا ہے جس کے لئے اُسے دس اداکار چاہئیں۔ اگر اسکول میں پانچ سو بچے ہیں تو ہر ایک تو ایکٹر نہیں بن سکتا۔ اگر سبھی پانچ سو بچے ناٹک میں حصّہ لینا چاہیں تو بتاؤ اسکول کو کیا کرنا ہوگا ؟ اُسے اِس قسم کے پچاس ناٹک تیار کرنے ہوں گے۔ اس صورت میں شاید سب بچّے ناٹک میں حصّہ لے سکیں اور واقعی یہ اسکول کے لئے بڑی اچھی بات ہوگی۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ فی الحال اسکول ایک سے زیادہ ناٹک تیار نہیں کر سکتا۔ کیا تم سمجھ سکے ہو کہ آج ہندوستان میں ہر شخص کے لئے کافی کام دھندا نہیں ہے ؟

اب ذرا ایک بڑے کنبے کو لو۔ اِس میں بیس لوگ ہیں جن میں باپ، چچا، بھائی



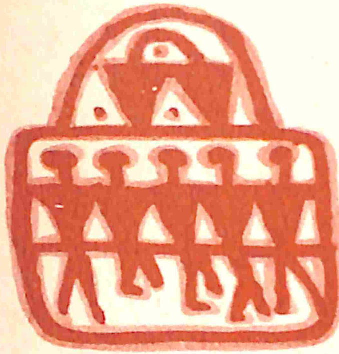
تم جانتے ہو کہ ہندوستان بہت سے مسُلوں سے دوچار ہے۔ بڑی عمر کے لوگ ان مسئلوں کے بارے میں جس ڈھنگ سے باتیں کرتے ہیں اُس سے تمہیں یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ انہیں سمجھنے کے لئے تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم ہو بھی لیکن اگر تم ایک ہی مسئلے پر غور کرو تو تمہیں سبھی مسئلوں کے بارے میں ایک بات پتہ چل جائے گی اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان کے سامنے کوئی بھی مسئلہ اتنا آسان نہیں جتنا کہ وہ پہلی نگاہ میں نظر آتا ہے۔

ہمارا ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستان میں بہت سے لوگوں کو کام اور نوکری کی تلاش ہے۔ تمہیں بار بار یہ بتایا گیا ہے کہ ہر ہندوستانی کے لئے لازم ہے کہ وہ سخت محنت کرے کیونکہ ملک اُس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتا جب تک کہ ہر فرد مقدور بھر کوشش نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ہی تم سنتے ہو کہ بہت سے لوگ کام دھندے کے بغیر ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آدمی بھی جو خاص کام کرنے کی تربیت پائے ہوئے ہیں مثال کے طور پر ڈاکٹر یا انجنیئر جیسے آدمی۔ تمہیں یہ بات بڑی عجیب سی معلوم ہوتی ہو گی لیکن کام دھندے یا نوکریاں



تعداد بہت ہی زیادہ ہے. کتنے کے وہ فرد جن کے پاس کام دھندا نہیں اگر زمین پر نہیں تو کہاں کام ڈھونڈیں؟ اگر ملک میں تعمیر اور ترقی کی کافی زیادہ سرگرمی ہو اور بہت سے بڑے بڑے پروجیکٹوں اور اسکیموں پر کام ہو رہا ہو تو شاید انہیں سڑک تعمیر کرنے والوں، کارخانے کے مزدوروں یا اسکولوں کے اُستادوں کے طور پر کام یا ملازمت مِل جائے لیکن کیا اِن سب کو کام اور نوکری مِل جائے گی؟ اس کا دارومدار اس بات پر ہوگا کہ ملک میں کتنی زیادہ تعمیری سرگرمیاں ہیں یا کسی خاص وقت پر کتنی سرگرمی ممکن ہے۔ جیسا کہ تم جانتے ہو کارخانوں، اسکولوں اور سڑکوں کی تعمیر پر روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اگر ملک کے پاس لامحدود وسیلے ہوں تو کئی فایدہ مند پروجیکٹ شروع کئے جا سکتے ہیں اور ہر ایک کو کام مِل سکتا ہے لیکن ہمارے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ ہم سب ضروری پروجیکٹ ایک ہی وقت میں شروع کر سکیں۔

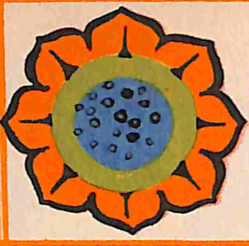
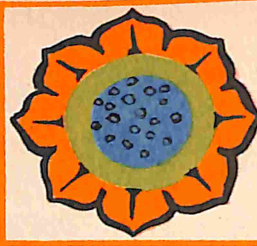
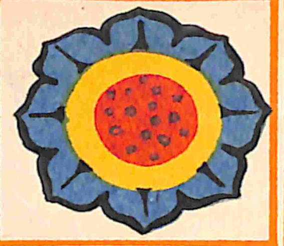
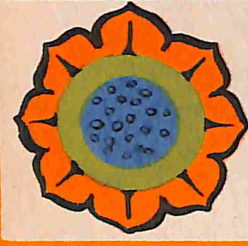
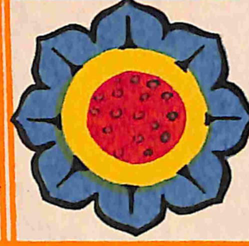
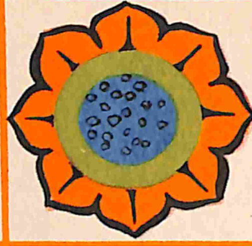
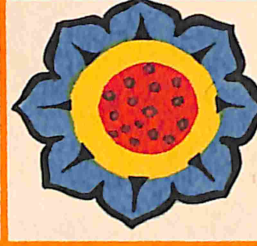
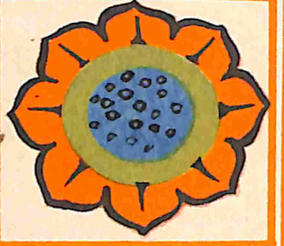
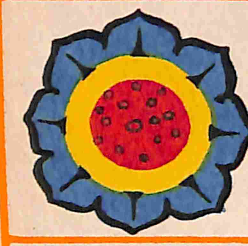
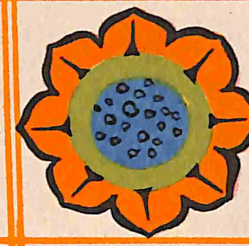
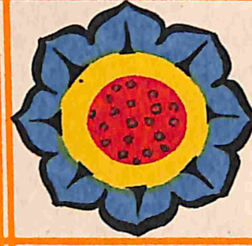
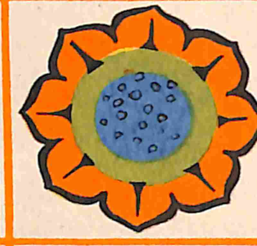
ہم جتنے کم ترقی یافتہ ہوں گے اتنے ہی کم کام دھندے ہمارے پاس ہوں گے ایک پرانے گاؤں ہی کو لو جہاں پر آنے جانے کا واحد ذریعہ بیل گاڑی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پیدل چلنے کی بہ نسبت بیل گاڑی ترقی کی نشاندہی کرتی ہے لیکن ہمیں یہ دیکھنا بھی چاہیئے کہ اس سے کتنے دھندے یا نوکریاں پیدا ہوتی ہیں بیل گاڑی کے لئے کام کرنے والے ہو سکتے ہیں: پہیئے اور گاڑی بنانے والا بڑھئی، بیلوں کے علاج کا ڈاکٹر، پہیوں کی کرخت آواز کو روکنے کے لئے تیل فروش، رسّی بُننے والا اور چارہ فروش۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مشکل سے پانچ دھندے نکلے یا اُن سے بھی کم کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ اُن میں ہر ایک سارا وقت کام ہی

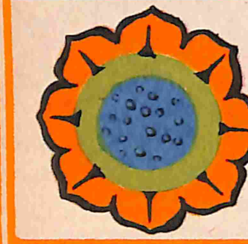
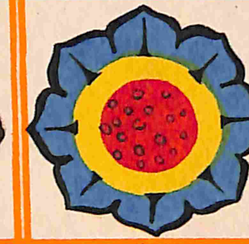
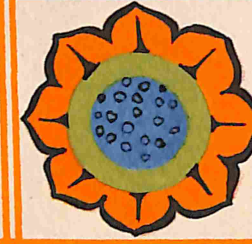
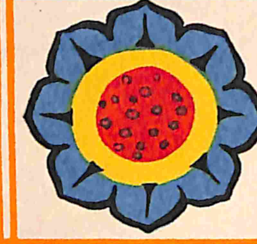
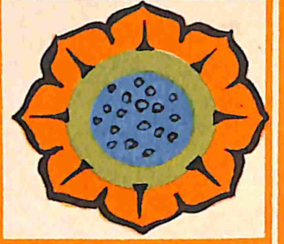


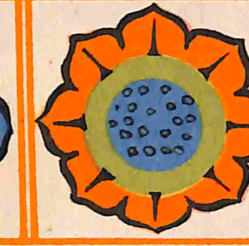
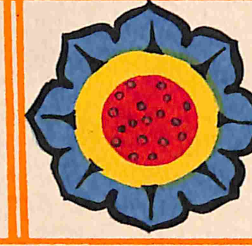
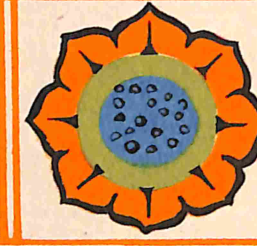
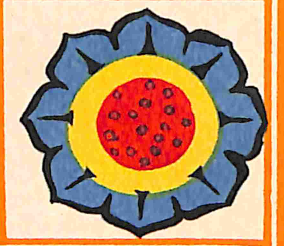


رشتے کے بھائی اور بھانجے بھتیجے شامل ہیں۔ یہ سب ایک بڑے فارم پر کام کرتے ہیں۔ فرض کرو کہ یہ کھیت پچاس ایکڑ کا ہے۔ اس کھیت سے جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ پورے کنبے کی گزر کے لئے کافی ہے لیکن اس پر کام کرنے کے لئے صرف چار آدمیوں کی ضرورت ہے۔ دوسرے لوگ جب چاہتے ہیں ہاتھ بٹا دیتے ہیں لیکن ان کے لئے درحقیقت کوئی کام ہے نہیں کھیت میں تو اُتنا ہی پیدا ہوتا ہے چاہے وہ اُس پر کام کریں یا نہ کریں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ پچاس ایکڑ کے اس کھیت میں صرف چار آدمیوں کے لئے کام ہے، زیادہ کے لئے نہیں۔ کنبے کے باقی لوگوں کے پاس دراصل کوئی کام نہیں ہے۔ وہ ملک کی یا اپنی کوئی مدد نہیں کر رہے۔ ہم یہاں صرف اُن ہی کام دھندوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ جن کی پیداوار سے ملک کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے۔ ہم اُن کاموں کا ذکر نہیں کر رہے جو فقط لوگوں کو مصروف رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر اِن لوگوں سے کہا جائے کہ تم زمین میں گڑھے کھودو اور اُنہیں پھر بھر دو تو وہ کوئی فائدہ مند کام نہیں کر رہے ہوں گے سوائے اس کے کہ وہ مصروف رہیں گے۔ اس طرح تم نے دیکھا کہ اس کنبے کے سبھی لوگ کوئی ایسا کام نہیں کر رہے جس سے کچھ پیدا ہوتا ہو اگرچہ ہو سکتا ہے کہ وہ پورے وقت مصروف ہوں۔ اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی اور زمین پر جا کر کام کریں جس کی کہ کاشت کرنا ہے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو ہی وہ کوئی مفید کام انجام دیں گے اور واقعی اُن کے پاس کام ہو گا۔

لیکن دقّت یہ ہے کہ ملک میں اتنی زمین نہیں کہ سب کو دی جا سکے کیونکہ لوگوں کی



رنگوں کا جادو

کرتا رہے۔ بتاؤ جب بیل گاڑی کی جگہ موٹر یا جیپ گاڑی نے لے لی تو کیا ہوگا؟ کیا یہ پانچوں اپنا دھندا گنوا دیں گے؟ ہاں! وہ گنوا دیں گے لیکن کیا تم جانتے ہو کہ موٹر اور جیپ کی وجہ سے کتنے اور دھندے نکل آئیں گے۔

موٹر چلانے کے لئے ایک اچھی سڑک کی ضرورت ہوتی ہے۔ سڑک بنانے کے سلسلے میں سینکڑوں آدمیوں کو کام ملے گا۔ ساتھ ہی ایک پٹرول پمپ، ورکشاپ اور فالتو پُرزوں کی دکان بھی درکار ہوگی۔ یہ کام کرنے کے لئے بہت سے آدمیوں کی ضرورت ہوگی۔ کچھ کو انجن کے بارے میں سیکھنا ہوگا اور کچھ کو موٹر میں استعمال ہونے والی بجلی کی چیزوں کے متعلق۔ اس لئے اِن کو سکھانے کے لئے ماہروں کی ضرورت ہوگی اور جگہ کی بھی جہاں پر تربیت دی جا سکے۔ تربیت گاہ کے لئے عمارت بنانی پڑے گی اور اُسے صاف سُتھرا بھی رکھنا ہوگا۔ اسی طرح اور بہت سے کام پیدا ہوتے جائیں گے۔ موٹر اور جیپ کی وجہ سے بہت سے دھندے نکلیں گے اور یہ اُن پانچ دھندوں سے جو بیل گاڑی کے ختم ہو جانے سے بند ہوں گے کہیں زیادہ ہوں گے۔

تمہارے لئے یہ جاننا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ جب موٹر گاڑی پہلے پہل یورپ میں آئی تو بڑا شور اور واویلا ہوا۔ جن لوگوں کے کام کا دارومدار بگھی اور گھوڑا گاڑی پر تھا اُنہیں یقین تھا کہ اُن کی روزی جاتی رہے گی۔ پہلے پہل تو انہوں نے احتجاج کیا لیکن انہیں جلد ہی پتہ چل گیا کہ موٹر گاڑی کے آنے سے جتنے دھندے بند ہوئے ہیں اس سے کہیں زیادہ پیدا ہوئے۔

بے روزگاری ہی ہمارا واحد مسئلہ نہیں ہے۔ ہم نے تو اس کا صرف اس لئے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک ہی مسئلہ حل کرنا ہو تو تم سمجھ سکو کہ کتنی اور باتوں کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔

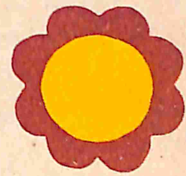
ہندوستان کے مسئلے جلد ہی تمہارے مسئلے بن جائیں گے۔ تمہیں ہی اُنہیں حل کرنا ہوگا۔ تمہیں ہی اپنے دیس کو جیسا کہ تم چاہتے ہو بنانا ہوگا۔ کیا تم اپنے رہنے کے لئے ایک عمدہ جگہ نہیں چاہتے؟

ہو کیونکہ جس کینوس پر تصویر بنانا ہے وہ ہندوستان ہی ہے۔ اور تم اور دُوسرے سبھی ہندوستانی اس کے مصوّر ہو۔

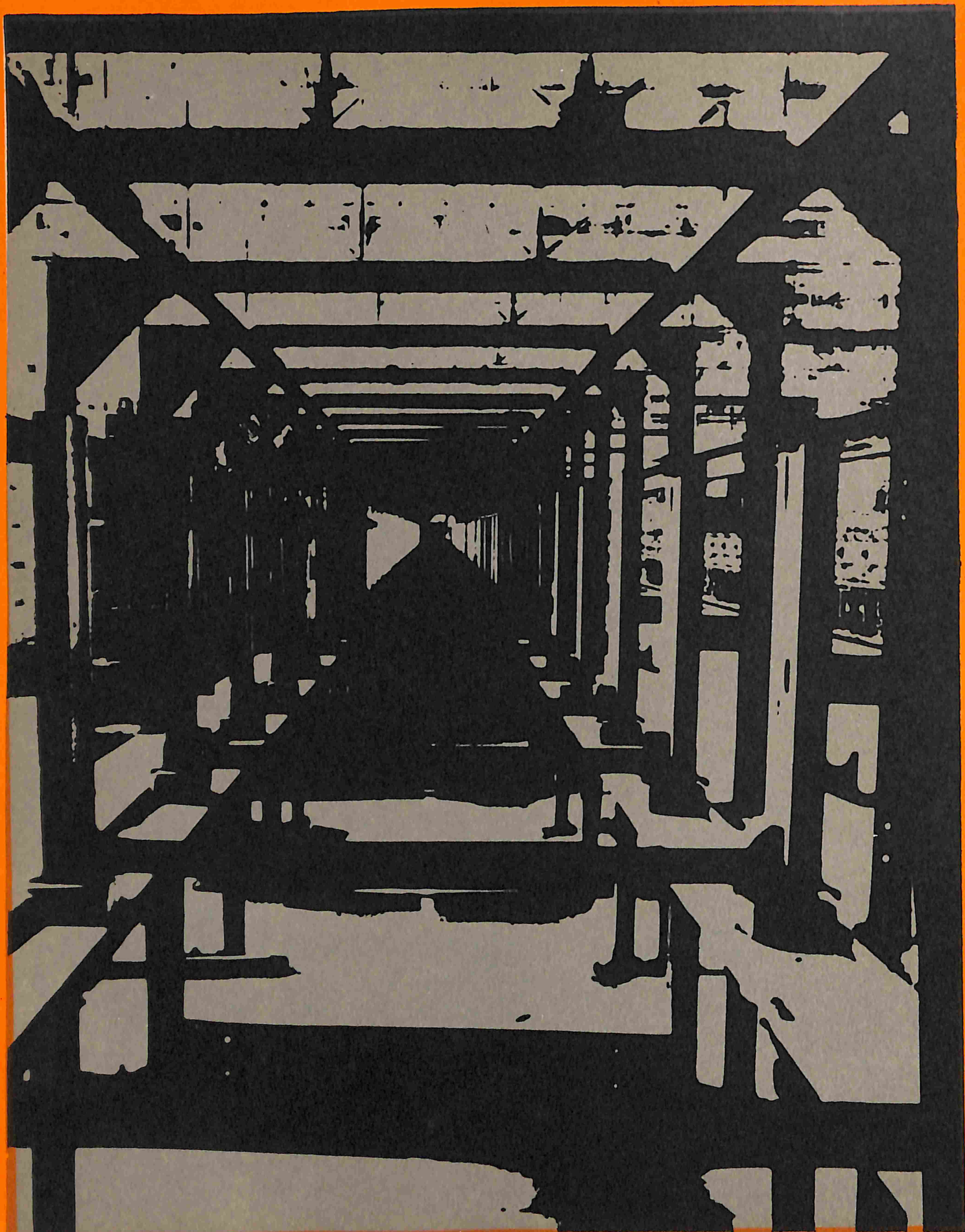
سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس کینوس پر ہندوستانیوں کے سوا اور کوئی اچھی تصویر نہیں بنا سکتا۔ اگر دُوسرے کوشش بھی کریں تو بھی اُن کے رنگ اتنے روشن اور چمکدار نہ ہوں گے جتنے کہ تمہارے بھرے ہوئے رنگ۔ اس کتاب کے شروع میں ہم نے تمہارے ہندوستانی پن کی بات کی تھی یہی ہندوستانی پن ہی جادو کا برُش ہے جو ملک کے کینوس پر بھرے گئے تمہارے ہر رنگ کو آب وتاب بخشتا ہے۔

تم میں جو کچھ بھی خوبیاں ہیں اور تم دُنیا کو جو کچھ بھی دینا چاہتے ہو دے سکتے ہو۔ اس کے لئے ہندوستان بہترین جگہ ہے کیونکہ تم ہندوستان کے ہو اور ہندوستان تمہارا ہے۔ چونکہ یہ تمہارا گھر ہے اس لئے تم دوسروں کے گھروں کی بہ نسبت یہاں پر زیادہ آزادی اور سکون محسوس کرتے ہو۔ جیسا کہ تم جانتے ہو تمہارے ساتھ ایک ہی گھر میں رہنے والے تمہارے کام کو اور تمہاری باتوں کو اوروں کے مقابلے میں زیادہ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ بلاشبہ! تم ہی ہندوستان کے کام انجام دینے اور اس کی خدمت کرنے کے لئے سب سے اچھے آدمی ہو۔ یہ بات بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ تمہاری ماں تمہارے ننھے بھائی کو نہلاتی ہے۔ وہ یہ کام بڑے پیار اور محبت سے کرتی ہے۔ اگرچہ ایک تربیت یافتہ نرس شاید بہتر کر سکتی ہے لیکن تمہاری ماں کے نہلانے میں جو مزا تمہارے ننھے بھائی کو ملتا ہے وہ نرس کے نہلانے میں کہاں۔

تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہندوستان کو خوبصورت، خوش وخوشحال اور مضبوط بنانا ایک بہت بڑا کام ہے۔ اب پچیس برس سے ہم یہ کام کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم نے کچھ کام تو خوش اسلوبی سے کر لئے لیکن کچھ میں خامیاں رہ گئیں لیکن مجموعی لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے امتحان میں پاس ہو گئے۔ یہ پہلا امتحان تو صرف ایک چھوٹی سی جماعت کا امتحان تھا، بڑے بڑے امتحان تو ابھی آنے ہیں۔ ملک کو ان امتحانوں میں کامیاب ہونے کیلئے مقدور بھر کوشش کرنا ہوگی۔



کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ہاتھ مین جادو کا ایک بُرش ہے ؟ تمہارے سامنے
ایک بہت بڑا کینوس ہے۔ ایک دن اس پر ایک خوبصورت تصویر اُبھرے
گی۔ اس تصویر میں رنگ بھرنے کے کام میں لاکھوں لوگ حصّہ لیں گے۔ کیا تم اُن
میں سے ایک ہو گے ؟ یا تم اپنا بُرش پرے پھینک دو گے کیونکہ کینوس کورا ہی ہے اور کچھ
اور تصویریں جو دُوسروں نے پہلے ہی بنا رکھی ہیں دیکھنا پسند کرو گے ؟ یقیناً اپنے ہاتھ سے
تصویر بنانا زیادہ دلکش اور دلچسپ ہوگا چاہے دوسرے نے پہلے ہی اچھی تصویر کیوں نہ
بنا رکھی ہو۔ اگر تم خود تصویر بنانے کی سوچتے ہو تو تم ایک کارآمد ہندوستانی ثابت ہو سکتے



ہمیں بڑے بڑے مسئلوں کا سامنا ہے ابھی تک لاکھوں انسان بھوکے ہیں۔ انہیں پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں۔ وہ کمزور اور غریب ہیں۔ لاکھوں بچوں کو توانائی بخش غذا، زیادہ اسکولوں اور دواؤں کی ضرورت ہے۔ لاکھوں لوگوں کے پاس نہ کام ہے اور نہ مکان۔ ملک کے وسیلوں سے ابھی تک پورا پورا فائدہ نہیں اُٹھایا گیا۔ اگر ہم کوشش کریں تو ہم اب بھی اپنی زمین، کانوں اور جنگلات سے اور بہت کچھ پیدا کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے دریاؤں سے اور زیادہ بجلی بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ تم کسی بھی چیز کے بارے میں سوچو ہم اُسے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اُسے پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارے ڈاکٹر زیادہ سیکھ سکتے ہیں اور لوگوں کی اور زیادہ خدمت اور مدد کر سکتے ہیں۔ ہم زیادہ اسکول، کالج، لائبریریاں، تجربہ گاہیں، ہسپتال، کارخانے، سڑکیں اور ریلیں تعمیر کر سکتے ہیں۔ ہم یہ تمام چیزیں اچھی اور بہتر بنا سکتے ہیں۔ ہم اپنے عوام سے زیادہ مفید کام لے سکتے ہیں۔ ہم اپنے انتظامات کو زیادہ بہتر منظم اور کار گر بنا سکتے ہیں۔ ابھی اتنا زیادہ کام کرنا باقی ہے۔ تم کہیں بھی نظر دوڑاؤ مسئلے ہی مسئلے نظر آئیں گے جنہیں حل کرنا رہتا ہے۔

یہ مسئلے ہمیشہ رہے ہیں۔ ہم اُن سے بچ کر بھاگ نہیں سکتے۔ پچیس برس سے ہم ایک آزاد قوم ہیں اور اس حالت میں ہیں کہ اِن مسئلوں کو حل کریں۔ اگر ہم سو سال پہلے بھی آزاد ہو گئے ہوتے تو بھی ہمیں ان مسئلوں کو حل کرنے کی شروعات کرنا ہی پڑتی۔ خوش نصیبی کی بات یہ ہے کہ آج ہم نہ صرف مسئلوں سے دوچار ہی ہیں بلکہ اُن کے حل بھی ڈھونڈ سکتے ہیں۔ ہمیں تو صرف یہ کرنا ہے کہ اپنے لئے موزوں ترین حل چن لیں اور محنت کر کے اُسے عملی جامہ پہنائیں۔ یہ بیسویں صدی ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ اس صدی میں انسان نے سائینس کی مدد سے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے ہیں۔ حیرت میں ڈال دینے والی ایجادیں اور دریافتیں ہوئی ہیں اور انسان اپنی روزمرہ کی زندگی میں اُن سے بڑے فائدے اٹھا سکتا ہے۔ طِب کے میدان میں نئی دریافتوں سے یہ فائدہ ہوا ہے کہ مہلک بیماریوں کا علاج بھی

ہیں جو ہندوستان کے کینوس پر بھرے جاتے ہیں۔ ہمیں جو رنگ بھرنے ہیں وہ آج زیادہ چمکدار بن چکے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ہندوستان کے لئے جو مختلف کام کرنے ہیں وہ سائنس اور دُوسروں کے تجربے کی بدولت بہتر طریقے پر کئے جا سکتے ہیں۔ کوئی بھی اچھا مصور جس کے پاس چمکدار رنگ ہوں اور جادو کا برش ہو ایک بڑے کینوس کو دیکھ کر اُس پر تصویر بنائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

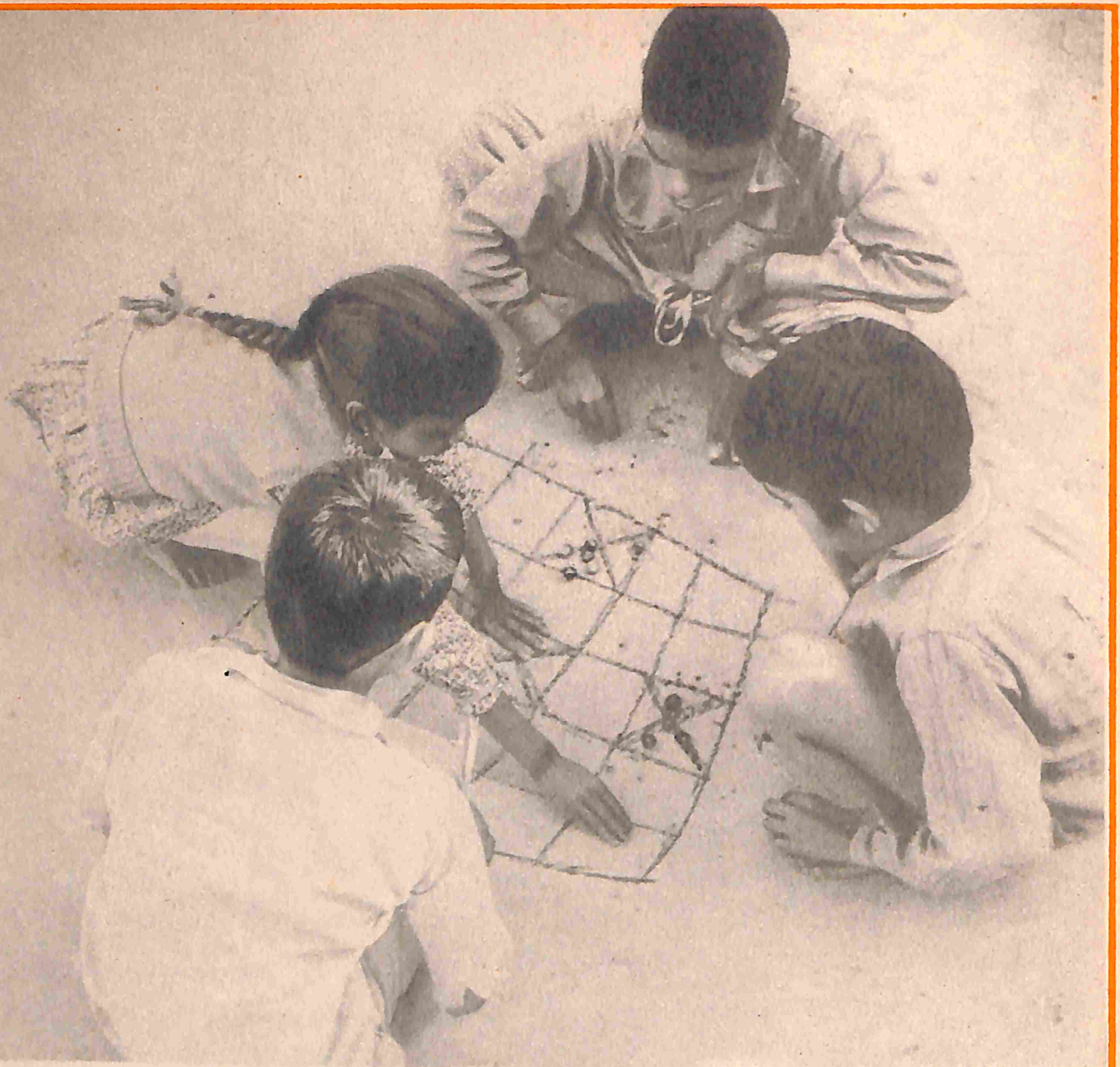
اِن دنوں تعمیر اور ترقی کا بڑا چرچا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ ہندوستان کے پاس اب یہ یا وہ چیز زیادہ ہے۔ ہم ہمیشہ یہی سوچتے رہتے ہیں کہ ہندوستان کتنی جلدی امریکہ، جاپان یا یورپ کے دوسرے ملکوں کی طرح امیر اور ترقی یافتہ ہو جائے گا۔ بہت سے لوگ جنہیں ان مُلکوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے اپنے آپ کو اونچا اور اعلیٰ سمجھتے ہیں اور بڑے فخر سے اُن عجیب وغریب چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے وہاں دیکھیں مثلاً اُن مشینوں کا جن کا بٹن دباتے ہی کھانے پینے کی من پسند چیزیں باہر آجاتی ہیں۔ ہوائی سروسوں کا جن کے طیارے ہر دو منٹ بعد پرواز کر جاتے ہیں۔ ریل گاڑیوں کا جو دو سو کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے بھاگتی ہیں۔ آنکھیں چوندھیا دینے والی خوبصورت روشنیوں اور کھیل تماشوں کا اور اُن ہر قسم کی مشینوں کا جو آرام دہ بھی ہیں اور وقت بھی ضائع نہیں ہونے دیتیں۔ لمبی، خوبصورت اور چمکتی ہوئی موٹروں کا جو بڑی اور کشادہ سڑکوں پر بیک وقت آٹھ آٹھ چلتی ہیں اور اُن خوبصورت بازاروں کا جہاں قسم قسم کا سامان بھرا پڑا ہے۔ یہ سب علامتیں ہیں اقتصادی خوش حالی کی۔

ہندوستان اس مرحلے سے بہت سے دُور ہے۔ لیکن ہندوستانی اسی طرح آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ تم سب جانتے ہو کہ دھن دولت ہی سب کچھ نہیں ہے۔ ایک شخص جس کے پاس ہر چیز خریدنے کے لئے روپیہ ہے، ہو سکتا ہے اس کے باوجود بھی وہ خوش نہ ہو۔ اس کے برعکس وہ لوگ جن کے پاس بہت تھوڑی پونجی ہوتی ہے، بڑے خوش رہتے ہیں۔ آج دنیا کے

ویسا ہی آسان ہوگیا ہے جیسا کہ پیٹ کی خرابی کا علاج ۔ اب سورج یا ایٹم کی توانائی کو قابو میں لا کر اُسے سینکڑوں طریقوں سے استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ اب تو زرعی سائنس داں بیجوں سے جس قسم کے پودے اُگانا چاہیں اُگا سکتے ہیں ۔ اب مکانوں، کارخانوں، ہوائی جہازوں اور سمندری جہازوں اور شہروں کے نئے اور خوبصورت ڈیزاین دستیاب ہیں ۔ اسی طرح لوگوں کو اُن کی ضرورت کی خوراک اور غذا دینے کے آسان طریقے بھی حاصل ہو چکے ہیں ۔ چند ہی برس پہلے تک ٹرانزسٹر ریڈیو کو ایک عجوبہ خیال کیا جاتا تھا ۔ لیکن یہ آج گھر گھر اور گلی کوچے میں نظر آتے ہیں ۔ سائنس کے میدان میں جو ترقی ہوئی ہے وہ سب ہم کام میں لا کر اپنے لاکھوں مسئلے سلجھا سکتے ہیں ۔

آج ہم جو کچھ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں بہت سے ملک اُسے پہلے ہی کر چکے ہیں ۔ دیر سے شروع کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کے تجربے کو استعمال میں لا سکتے ہیں اور وہ غلطیاں کرنے سے بچ سکتے ہیں جو انہوں نے کی تھیں ۔ جب ڈیڑھ سو برس پہلے برطانیہ نے صنعتیں قائم کرنا شروع کیں تو وہ شہر جن میں یہ صنعتیں قائم کی گئیں، بڑے گندے بن گئے اور ان میں رہنا دوبھر اور صحت کے لئے مضر ہوگیا ۔ بھدی اور دھوئیں سے پُر سینکڑوں صنعتی بستیاں تو بن گئیں لیکن اُن میں رہنے اور کام کرنے والے لوگوں کی زندگی میں دقتیں اور مصیبتیں بڑھ گئیں ۔ چونکہ برطانیہ یہ کام پہلی بار کر رہا تھا اس لئے کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کیا کیا مسئلے درپیش آئیں گے ۔ لیکن ہمیں تو معلوم ہے کہ برطانیہ پر کیا بیتی اس لئے ہمیں اس قسم کے گندے اور خراب گھر نہیں بنانے چاہئیں ۔ ایسے اور بہت سے ملک ہیں جن کے تجربوں سے فائدہ اُٹھا کر ہم غلطیوں سے بچ سکتے ہیں ۔

اس طرح تم نے دیکھا کہ آج ہمیں زیادہ سہولت حاصل ہے ۔ مسئلے ہیں لیکن اُن کے حل بھی ہیں ۔ آؤ ہم پھر ایک لمحے کے لئے اُس برش کی بات کریں جو تمہارے ہاتھ میں ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں جتنے بھی مختلف کام کرنے باقی ہیں وہ اُن رنگوں کی مانند

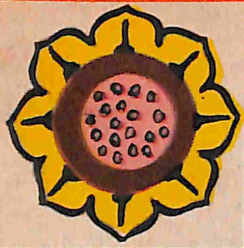
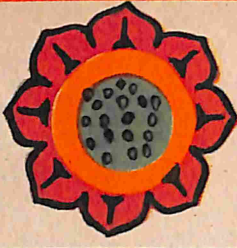
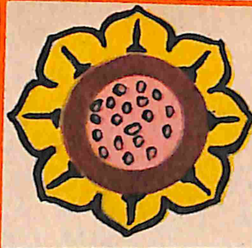
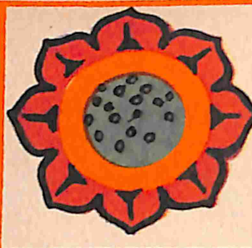
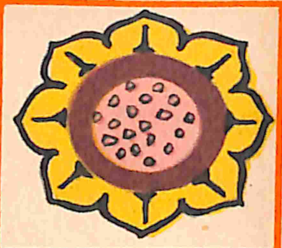
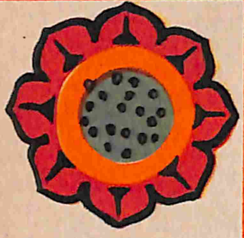
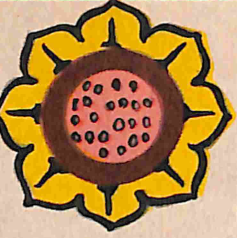
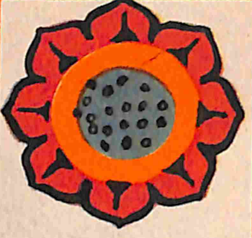
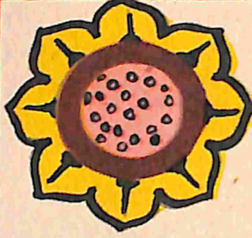
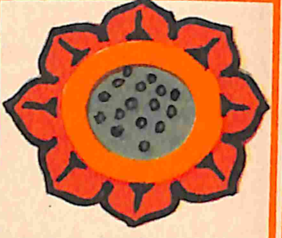
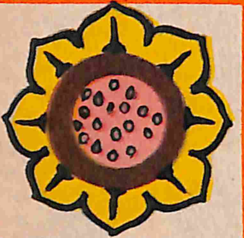
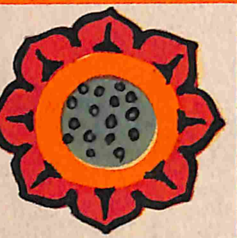
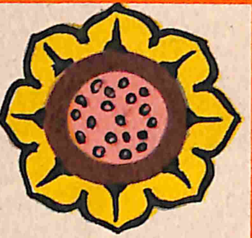
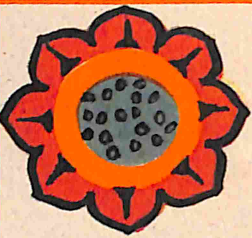
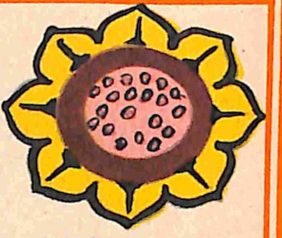
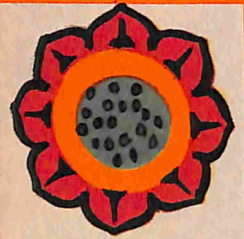
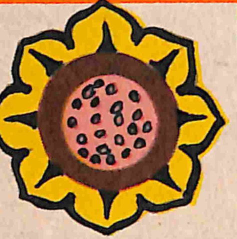
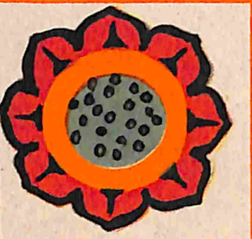
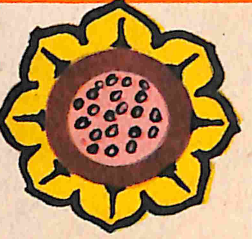
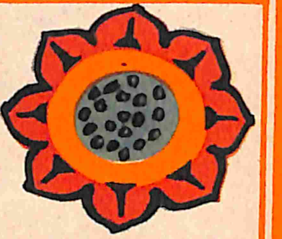


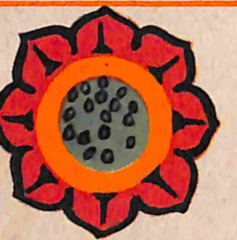
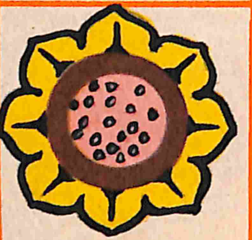
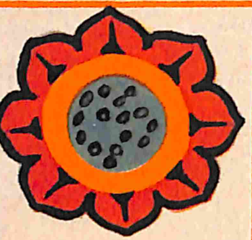
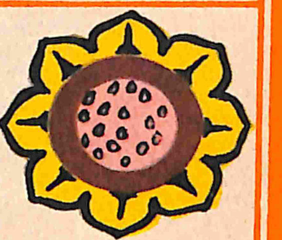
اور اہم ہونا۔" کوئی بھی کھیل کھیلا جائے اُس میں ایک مزا ہے کیونکہ ہر کھلاڑی کو ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑتا ہے۔ ہر ٹیم یہی چاہتی ہے کہ اس کا کھلاڑی پورا زور لگائے۔ اسی پر ہار جیت کا دارومدار ہوتا ہے۔ اسی لئے کھلاڑیوں کو اس کھیل میں جس میں زور بھی لگے اور کٹھن بھی ہو، زیادہ مزہ آتا ہے بہ نسبت اس کھیل کے جس میں ہار جیت آسانی سے ہو جاتی ہے۔ نیا ہندوستان کھیل کے میدان کی مانند ہے جس میں تم ایک "اچھے کھیل کا مظاہرہ کرسکتے ہو۔ زندگی ابھی تک آسان نہیں اس لئے تم جو بھی کھیل کھیلو گے

امیر ترین ملکوں میں زیادہ لوگ خود کشی کرتے ہیں۔ وہ ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں یا دواؤں کے سہارے زندگی گزارتے ہیں۔ وہ کم ترقی یافتہ لوگوں کے مقابلے میں اپنی زندگی زیادہ دوبھر پاتے ہیں۔ اُن کے دلِ اُچاٹ ہیں، وہ خوف زدہ ہیں اور وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر کہیں اور بھاگ جانا چاہتے ہیں۔ اُن کی زندگی بے مقصد اور وہ بڑے رنجیدہ اور غیر مطمئن نظر آتے ہیں۔ کیا تم نے ہندوستان کے شہروں اور قصبوں میں غیر مُلکی نوجوانوں کو گھومتے پھرتے نہیں دیکھا۔ یہ لوگ کیوں اپنے آرام دہ گھروں کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں؟ یہ لوگ اس لئے ہندوستان آئے ہیں کیونکہ وہ کسی نئی چیز کی تلاش میں ہیں جو اُنہیں زیادہ سُکھ، امن اور خوشی دے سکے۔ وہ اپنی اس تلاش میں امیر ملکوں میں نہیں جاتے بلکہ ہندوستان جیسے ملکوں میں آتے ہیں۔ اس سے تمہیں یقین ہو جانا چاہیئے کہ لوگوں کو خوش رکھنے کے لئے صرف ترقی ہی نہیں چاہیئے۔

دُنیا کی ترقی یافتہ قومیں فضا کو تسخیر کر چکی ہیں لیکن خوف پر قابو نہیں پا سکیں۔ اُن کے پاس جو طاقت اور قوت ہے وہ اُنہیں ہمیشہ خوف زدہ رکھتی ہے کہ کہیں کوئی اور قوم زیادہ طاقت ور نہ بن جائے اور اُنہیں مقابلے کے لئے للکارنے لگے۔ ان کے دلوں میں ہمیشہ جنگ کا ڈر رہتا ہے۔ تم ہی بتاؤ اگر اِن ملکوں کے لوگ خوف زدہ ہی رہتے ہیں تو اُنہیں آرام اور آسائش کی چیزوں سے کیا سُکھ ملتا ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں بچوں تک کے دلِ اُچاٹ ہو جاتے ہیں کیونکہ اُنہیں ہر طرح کی تفریح اور کھیل تماشے میسر ہیں۔ ہندوستان کے لئے یہ سوچنا کہ وہ بالکل اُنہی ملکوں جیسا بن جائے ہر گز ٹھیک نہیں ہوگا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کو اتنا امیر ضرور ہونا چاہیئے کہ وہ ہر ایک کو کافی خوراک، کپڑا، رہنے کے لئے مکان، کام اور دھندا اور سیکھنے کے لئے موقعہ مہیا کر سکے۔ یہ سب چیزیں مہیا کرنے کے بعد ہی ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا کہ دھن دولت ہی سب کچھ نہیں ہے۔

اگر دھن دولت نہیں تو اور کیا؟ وہ کونسی چیز ہے جو لوگوں کو خوشی بخشتی ہے؟ اس کا کوئی سیدھا اور سہل جواب نہیں ہے البتہ ایک جواب ضرور ہے اور وہ ہے "مفید

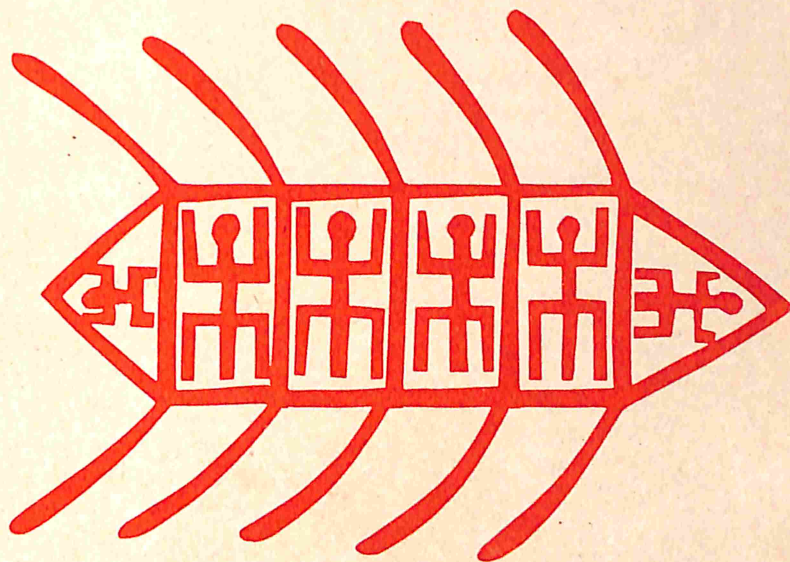







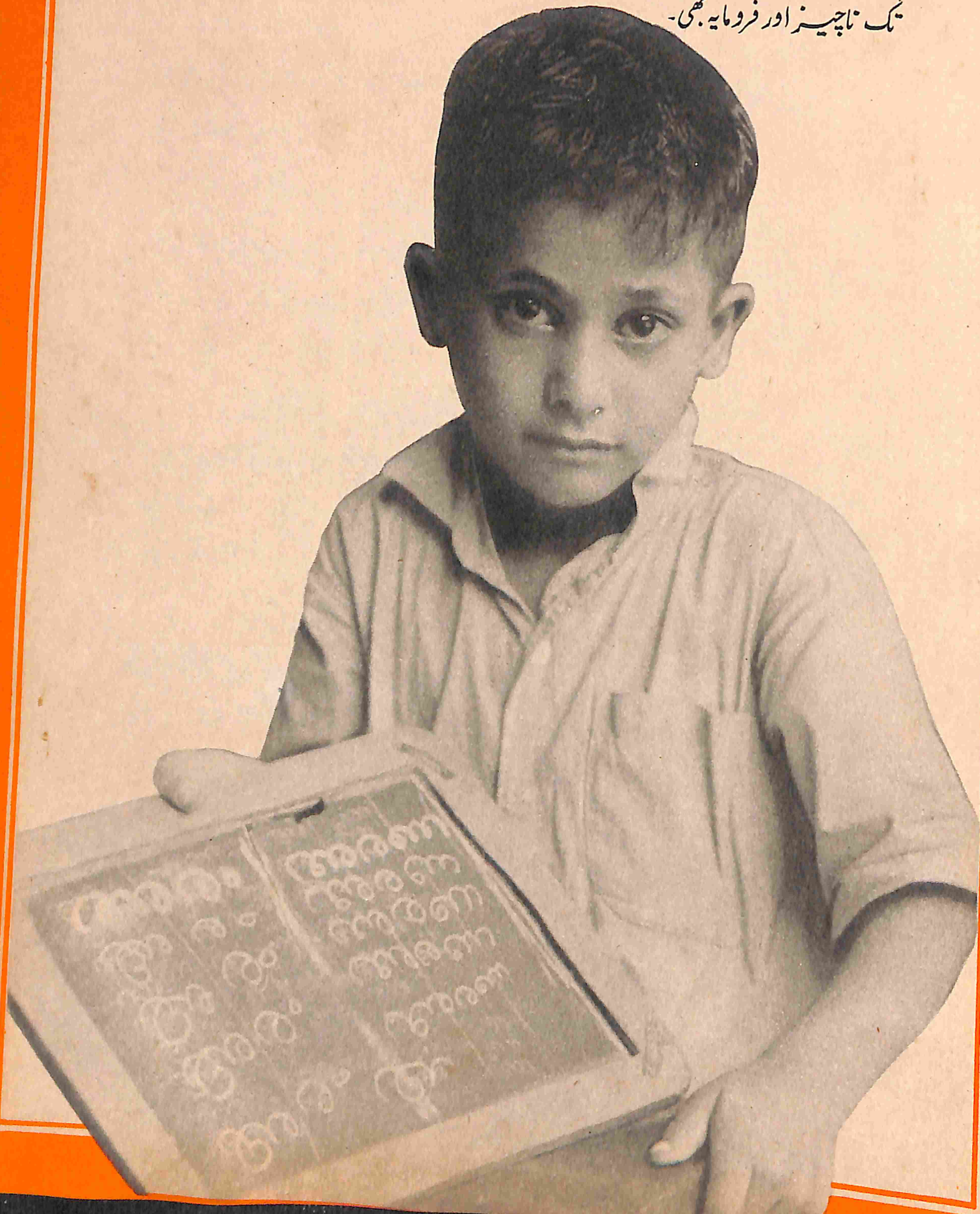

دنیا میں رنگ بھرنا

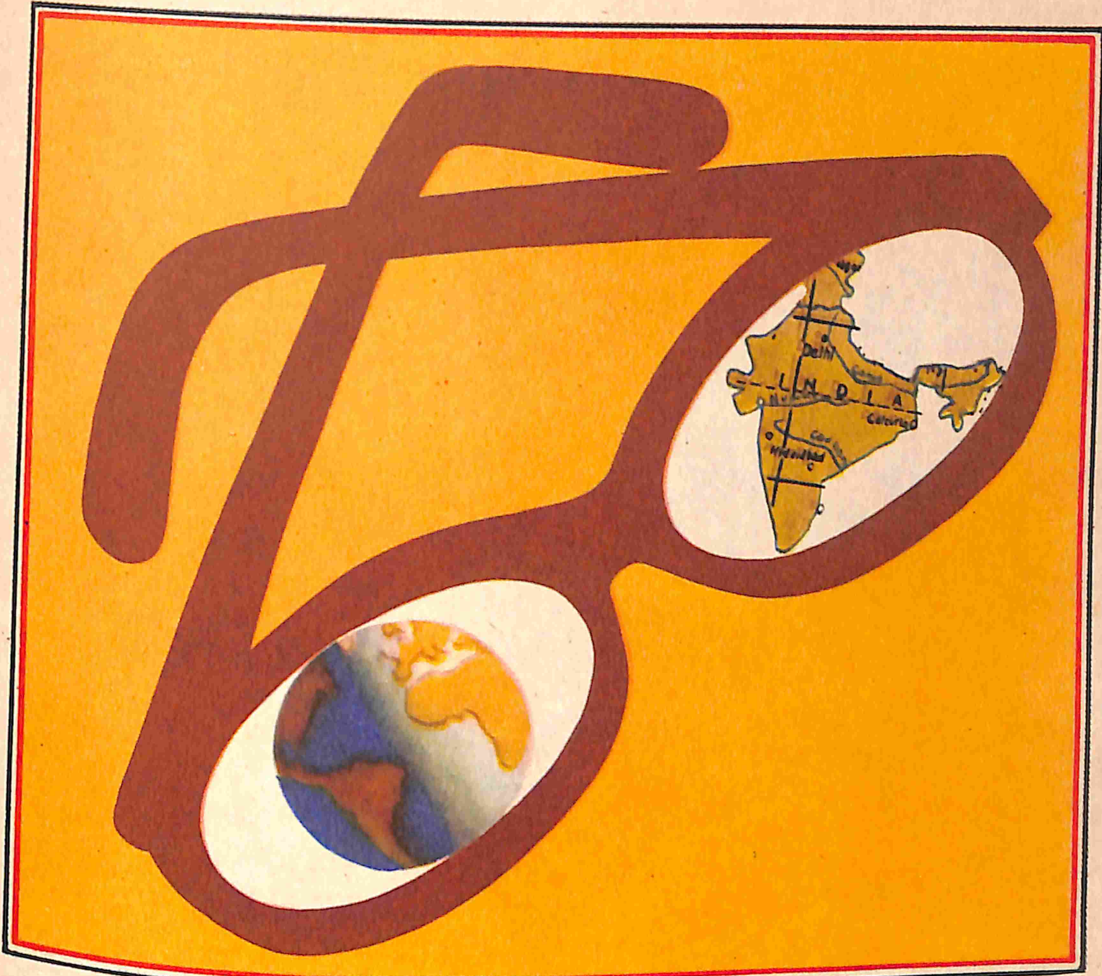
اس کا کٹھن ہونا لازمی ہے۔ اگر تم اپنے حصّے کا کھیل خوش اسلوبی سے کھیلتے ہو تو تم اپنے آپ کو مفید اور اہم محسوس کروگے۔ دراصل یہی زندگی ہے۔ کھیل چھوڑ کر اور کہیں دوسری جگہ پر دوسروں کو کھیلتے دیکھنا دلچسپ ہوسکتا ہے لیکن اُس میں وہ مزا اور لطف نہیں ہے جو خود کھیلنے میں ہے۔

اس وجہ سے ہندوستان میں جنم لینا خوش نصیبی ہے۔



ذرا سوچو! کیا اس سے تمہیں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ تم بڑے اہم ہو۔ اور شاید کسی حد تک ناچیز اور فرومایہ بھی۔



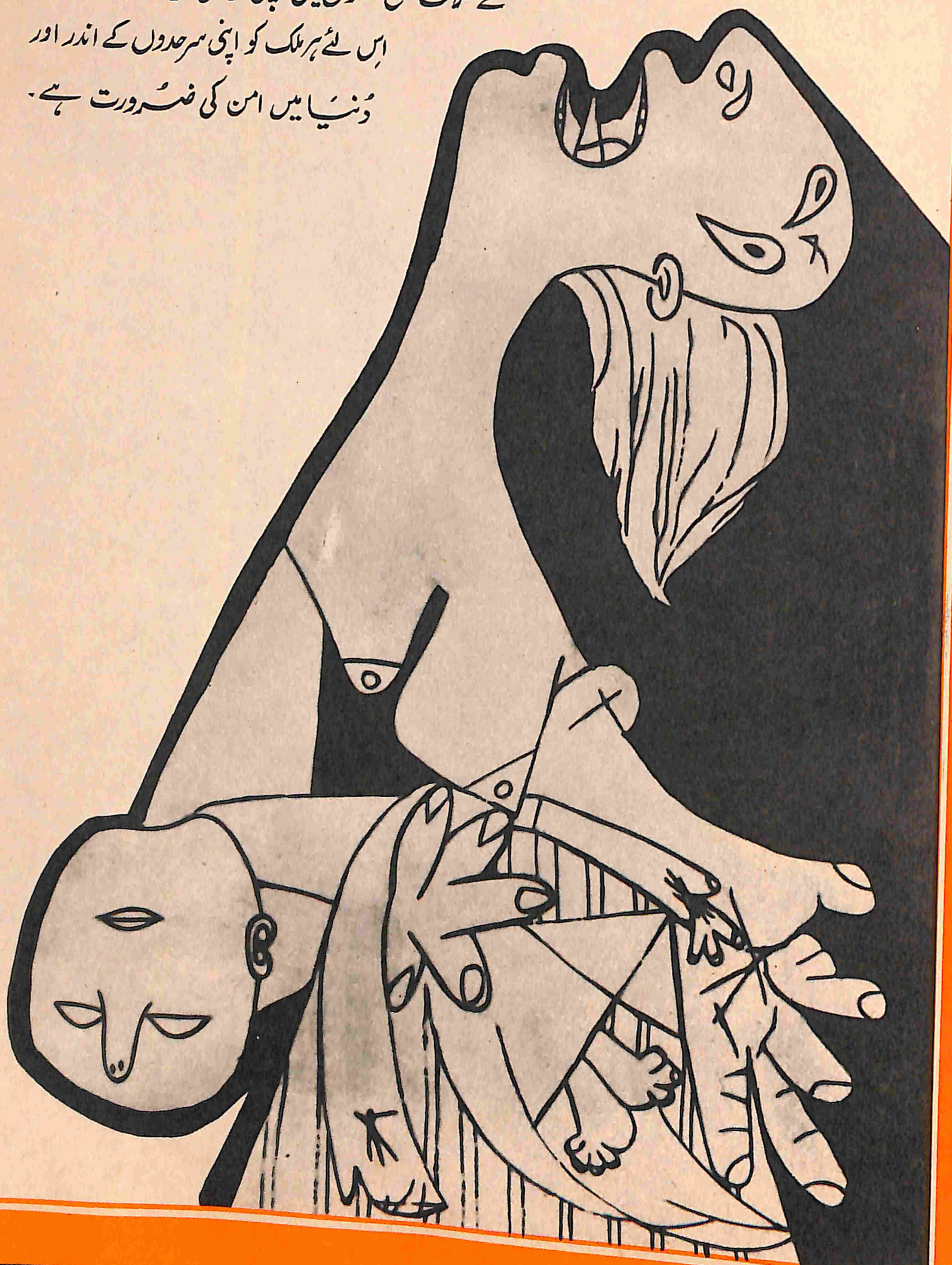



تم اِس کتاب کے آخری ورق تک آن پہنچے ہو۔ ہماری لمبی بات چیت ختم ہونے کے قریب ہے۔ ایک منٹ بعد تم اس کتاب کو رکھ دوگے اور کوئی دوسرا کام کرنے بھاگ جاؤ گے لیکن پیشتر اس کے کہ تم بھاگ جاؤ ایک چھوٹا سا خیال ساتھ لیتے جاؤ۔ اِسے تم ایک کنکر کی مانند اپنی جیب میں رکھ لو۔ اسے کھونا نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے یہی چھوٹا پتھر ایک دن سونے میں بدل جائے۔

خیال یہ ہے: تم جو چھوٹے سے چھوٹا کام کروگے وہ دُنیا بھر کے لئے اہم ہوگا۔

جب تک دُنیا کے کسی بھی حصّے میں جنگ، ڈر یا خوں ریزی موجود ہے ہم غربی جنگ لڑ رہے ہیں.
کے خلاف صحیح معنوں میں اپنی لڑائی جیت نہیں سکتے.

اِس لئے ہر ملک کو اپنی سرحدوں کے اندر اور
دُنیا میں امن کی ضرورت ہے.



تمہارے ہاتھ میں جادو کا برش ہے۔ تم اُس سے ایک خوبصورت تصویر - ایک نئے ہندوستان کی تصویر بناؤ گے ۔ ہم جس عہد میں رہ رہے ہیں اُس میں یہ تصویر، ساری آرٹ نمائش میں اہم ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہماری تصویر سے عالمی نمائش کی خوبصورتی میں اضافہ ہوگا یا کمی ؟

دنیا کا ہر ملک آرٹ کی عالمی نمائش میں دکھانے کے لئے تصویریں بنا رہا ہے۔ لیکن ہم ہندوستانیوں کو دُوسری قوموں کے مقابلے میں اس نمائش میں زیادہ جگہ اپنی تصویر دکھانے کے لئے ملی ہے۔ ہم اپنی تصویر کو بہتر بنانے کے لئے جو چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی کرتے ہیں اُس سے ساری دنیا کی خوبصورتی بڑھتی ہے۔

جانتے ہو کیوں ؟ ہم ہندوستانی اس کرۂ ارض کی کُل انسانی آبادی کا ساتواں حصّہ ہیں۔ ہندوستان کی آبادی تین براعظموں، افریقہ، جنوبی امریکہ اور اوشنیا کی کُل آبادی سے زیادہ ہے۔ اس لئے جب ہم ہندوستانی عوام کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے کچھ کرتے ہیں تو ہم خود بخود ہی دُنیا کی کُل آبادی کے ساتویں حصّے کے لوگوں کی زندگی کو بہتر بناتے ہیں۔

ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کی اہمیت کی وجہ ہماری بہت زیادہ آبادی نہیں ہے۔ دُنیا کی چھوٹی قومیں بھی انسانی زندگی پر اثر انداز ہو سکتی ہیں اور اُسے بدل سکتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کی بہ نسبت اب دُنیا بہت چھوٹی جگہ ہوگئی ہے۔ دُنیا بذاتِ خود سکڑ نہیں رہی۔ بلکہ یہ تو انسان کا ذہن ہے جو بڑھ اور پھیل چکا ہے۔ اگر لوگ چاند پر جا سکتے ہیں اور تین کروڑ اڑتالیس لاکھ میل دُور مریخ سیّارے کے بارے میں معلومات جمع کر سکتے ہیں تو ہماری اس زمین پر فاصلے کے کچھ معنی نہیں رہے۔ اب تو ایک شخص ایک مُلک سے دوسرے ملک میں چند ہی گھنٹوں میں پہنچ سکتا ہے اور دُنیا کے کسی بھی حصّے میں کسی بھی شخص کے ساتھ ریڈیو ٹیلیفون پر بات کر سکتا ہے۔ دُنیا ایک بڑے گھر کی طرح ہوگئی ہے اور انسانی نسل ایک کنبے کی مانند۔ ہندوستان میں ہم غریبی کے خلاف بڑی بہادری سے ایک مشکل

کیا تم نے کہا ؟ "کیسے ؟"
بھئی ! صرف وہ کام کر کے جن کی کہ تم سے توقع کی جاتی
ہے لیکن تمہیں یہ کام پہلے سے ذرا بہتر کرنے ہوں گے ۔
ہندوستان کی ہماری تصویر کو خوبصورت بنانے
کا صرف یہی طریقہ ہے ۔

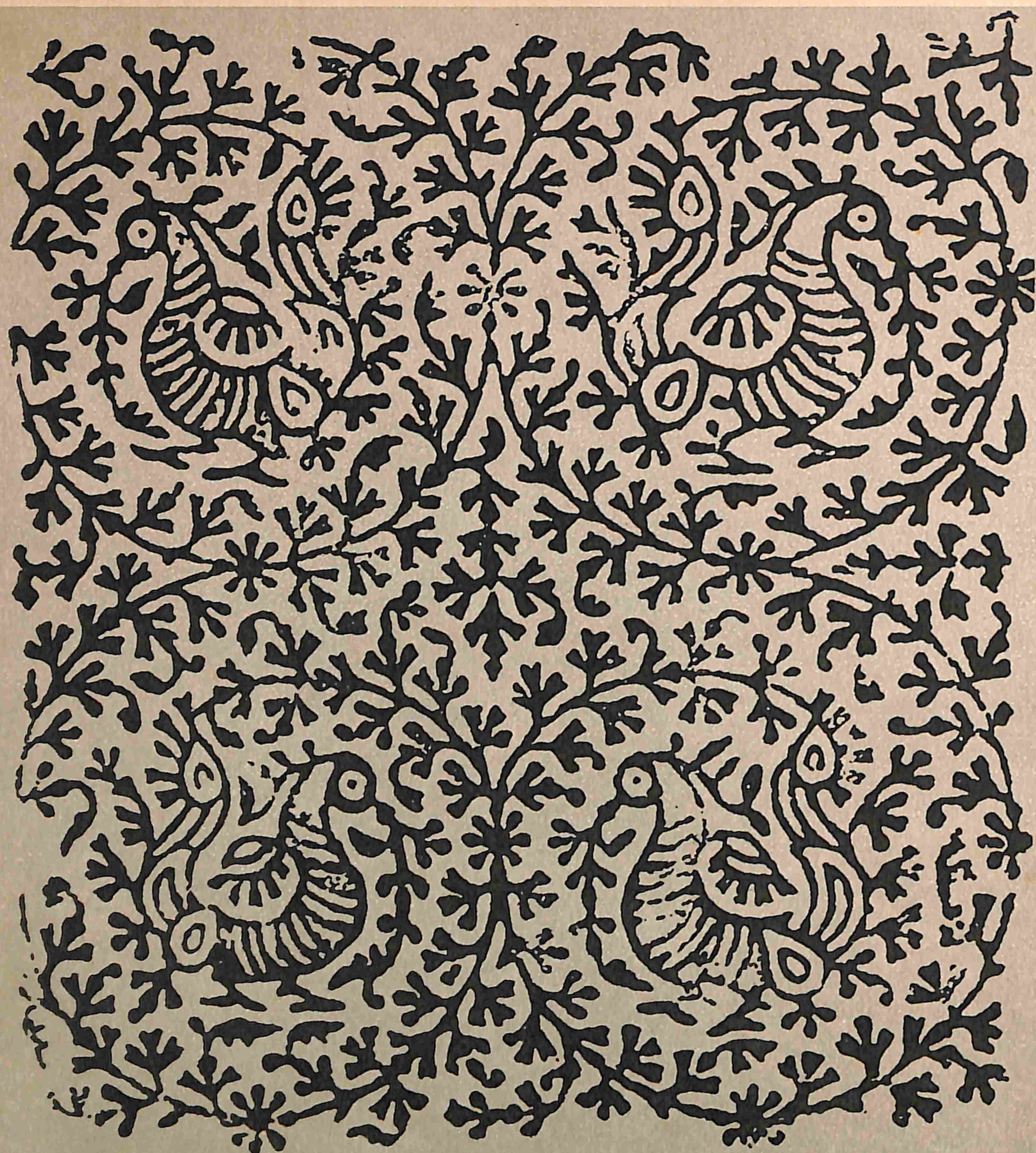


یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے اگر دُنیا کے سبھی ملک اپنے آپسی مسئلوں کو دوستانہ طریقے پر سلجھانے کی کوشش کریں اور ایک دُوسرے کے کام میں ہاتھ بٹائیں۔ کوئی بھی قوم باقی انسانی برادری سے یکسر کٹ کر اپنے آپ الگ تھلگ رہ نہیں سکتی۔

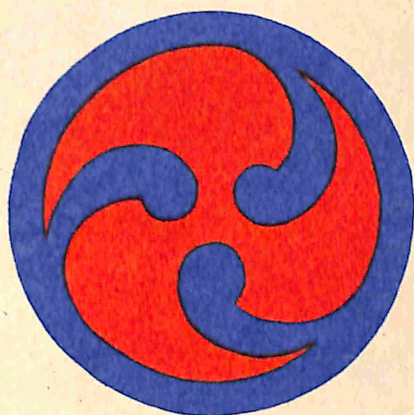
دُنیا میں ہر ایک کے لئے نہ صرف کافی کچھ ہے بلکہ ضرورت سے زیادہ ہے۔ اگر کافی نہیں بھی ہے تو بھی سائنس نے ہمیں اپنے وسیلے بڑھانے کا راستہ دکھا دیا ہے۔ ہم گہرے سمندر کی تہہ سے خوراک نکال سکتے ہیں یا اپنی تجربہ گاہوں میں نئی نئی غذائیں پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لئے کسی کے لئے آپس میں لڑنے جھگڑنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ جھگڑا اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب دُنیا کی دولت اور نعمتیں غیر منصفانہ طور پر تقسیم ہوتی ہیں یا ایک قوم دوسری قوم کو ستاتی اور دق کرتی ہے یا اپنے آپ کو دُوسروں سے بہتر سمجھتی ہے یا لاکھوں انسانوں کو غریبی اور ذلّت کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور کوئی اُن کا حال پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ جب ایسے حالات ہو جاتے ہیں تو انسانی روح احتجاج کرتی ہے اور اُسے کرنا بھی چاہئے اور پھر دُنیا میں نفرت، جنگ اور خونریزی ہوتی ہے۔

ہمارا ملک ایک جوان مُلک ہے اور طاقت اور توانائی اس سے پھوٹی پڑتی ہے۔ لیکن ہم ایک قدیم اور دانا ملک بھی ہیں۔ ہندوستان کی قدیم تہذیب ہمیں فیضان بخشتی ہے اور ہم نے مغرب کے ملکوں سے سائنس اور ٹیکنولوجی کے میدانوں میں جو کچھ سیکھا ہے اُس سے نئے نئے کام کرنے کی تحریک ملتی ہے۔ ہمیں ابھی بہت کچھ سیکھنا اور بہت کچھ کرنا ہے۔ لیکن ہم میں یہ سب کچھ کرنے کی ہمت اور ارادہ ہے۔ ہمارے پاس لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے اور یہ سب کچھ پانے کے لئے قدرت نے ہمیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔

یہ سب حقائق ہمارے رنگ ہیں۔ چمکدار اور خوبصورت رنگ، سُرخ، سبز، سفید، بھورے، نیلے اور گلابی اور اُن کے علاوہ اور بہت سے شوخ اور خوش گوار رنگ! آؤ اب ہم اپنے بُرش اِن خوبصورت رنگوں میں ڈبو دیں اور اپنا کام شروع کر دیں۔



اس کتاب کے بارے میں



کے ہندوستانی کو منسلک کئے ہوئے ہے؛ یہ مختلف سوال ہیں جن کے جواب دیتے وقت اقتصادی، سماجی اور سیاسی میدانوں میں ہونے والی ترقی اور تبدیلیوں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

اس کتاب کو "بچّوں کی تواریخ ہند" نام کی کتاب کا رفیق سمجھا جائے جس میں سَن اور تاریخوں کے بغیر ہی بچّوں کو ملک کے ماضی سے رُوشناس کرایا گیا ہے۔ موجودہ کتاب میں بھی واقعات اور اعداد و شمار کی بجائے زیادہ اہمیت ہندوستان میں رونما ہونے والی بنیادی تبدیلیوں کے رجحانات اور سمتوں کو دی گئی ہے۔

کتاب کا ڈیزائن خاص دلچسپی کا باعث ہے۔ ہماری آنکھ جن چیزوں، تصویروں اور آرٹ کے نمونوں سے مانوس ہے اُن ہی کے ذریعے ساری باتیں بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر موضوع کی تشریح اور عکاسی، عصرِ حاضر کی فوٹو تصویروں کے علاوہ مصوّری اور صنّاعی کے کلاسکی، قبائیلی، عوامی اور جدید فن کے نمونوں سے بھی کی گئی ہے۔ امید ہے تصویر اور لفظ کا یہ امتزاج بچے کے ذہن پر دیرپا نقش چھوڑے گا اور آیندہ بھی اس کے حافظے میں نمایاں طور پر اُبھرتا رہے گا۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ایسی ہے جو شاید بچّے کے ساتھ ساتھ بڑھے۔

## عرضِ مصنّف

یہ کتاب اُن بچّوں کے لئے ہے جنہوں نے ہندوستان کے متعلق سیانے سوال پوچھنے شروع کر دیئے ہیں۔ چونکہ سوال پوچھنے کی عمر بارہ سال سے پہلے یا بعد ہو سکتی ہے اس لئے ہم کسی خاص عمر کے بچّوں کا ذکر نہیں کر رہے ہیں۔ جو بچے ہر بات بآسانی مان لیتے ہیں اور ابھی جن میں سوال پوچھنے کا شعور پیدا نہیں ہوا، اس کتاب میں انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ کس طرح ہند کا ایک جزو ہیں اور اس کے بُرے بھلے میں شریک ہیں۔ سادہ اور سہل زبان میں اُنہیں یہ بھی بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان ہے کیا۔ وہ کدھر جا رہا ہے اور اب دُنیا کے لئے اس کی اہمیت کیا ہے۔ اس کتاب میں پچھلے پچیس برسوں کی ہند کی کوششوں کو بیان کیا گیا ہے اور آزادی کے بعد ملک میں زندگی کی نوعیت میں آنے والی تبدیلی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ہم ہمیشہ جس ہندوستانی طرزِ زندگی کی چرچا کرتے رہتے ہیں وہ ہے کیا؟ اس دَور کا بچہ اعتقاد، سخت محنت، جوانمردی اور سماجی تغیر جیسی اصطلاحیں اکثر سنتا اور پڑھتا ہے۔ لیکن اس کے نزدیک ان کا مفہوم کیا ہے؟ اگر اقتصادی ترقی ہی کسی ملک کے لئے سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ کوئی ہندوستانی نوجوان جو ملک سے باہر جا سکتا ہے، یہاں رہنا پسند کرے؟ کلچر کا تسلسل جس کا ذکر بارہا آتا رہتا ہے کیا اب بھی قائم ہے؟ اگر ہے تو وہ کیسے ظاہر ہوتا ہے؟ ہندوستانی پن کیا ہے اور وہ ناطہ کیا ہے جو ہمیں، ایک دیہاتی اور ہزار برس پہلے

# تصاویر کے متعلق

# اظہارِ تشکر

ہم ممنون ہیں پوپل جیکر۔ پروفیسر کے۔ سوامی ناتھن۔ بی۔ ایل۔ دھر۔ چمپلی راما چندرن۔ ابوالحسن ایچ۔ وائی۔ شاردا پرشاد اور راجیش بہادر کے جن کی گوناگوں مدد کے بغیر اس کتاب کی تکمیل ممکن نہ تھی۔

یونائیٹڈ سروس انسٹی ٹیوشن آف انڈیا نئی دلی کی لائبریری کے جنہوں نے مدد و اعانت کی۔

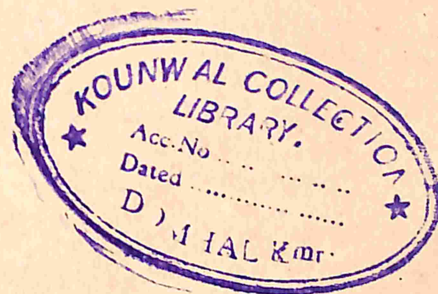
نہرو میموریل میوزیم اور لائبریری کے جنہوں نے ہندوستان کے قدیم اخباروں اور جواہر لال نہرو کی "ڈسکوری آف انڈیا" سے کچھ حصے چھاپنے میں تعاون کیا۔

نیوسکول فار سوشل ریسرچ۔ نیویارک کے جنہوں نے جے بی۔ اوروس کو کی مشہور تصویر "سٹرگل ان دی اورینیٹ" کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

انسٹی ٹیوٹو نیسل دی بیلا آرٹیز میکسیکو سٹی کے جنہوں نے ڈیوڈ آل فاروسی کو واٹے روس کے شاہکار" اور پریذیڈنٹ امیج" شائع کرنے کی اجازت دی۔

نیشنل گیلری آف موڈرن آرٹ۔ نئی دہلی کے جنہوں نے امرتا شیر گل کی تصویر" مدر انڈیا" چھاپنے کی اجازت بخشی۔

انڈین پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف ڈیپارٹمنٹ۔ نئی دہلی کے جنہوں نے برطانوی ہند کے ڈاک کے ٹکٹ چھاپنے کی اجازت اور سہولت بہم پہنچائی۔




ہندوستان
شیلا دھر